تعلیم الخصال

مولفہ

خان بہادر شمس العلماء مولوی محمد ذکاء اللہ

فیلو الہ آباد

یونی ورسٹی

سنہ ۱۸۹۲ء

مطبع چشمہ فیض دہلی میں منشی محمد عطاء اللہ کے اہتمام سے مطبوع ہوئی

فہرست مضامین تعلیم الخصائل

باب اول خصلت کا اثر

باب دوم
گھر کی قوت

باب سوم
صحبت اور مثال

باب چہارم
کام کرنا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعلیم الخصال

اس ہماری کتاب کا نام تعلیم الخصال ہے جس کے لفظی معنے خصلتوں کے سکھانے کے ہیں عربی زبان میں خصلت کی جمع خصال ہے اور خصلت کے معنے خوئے نیک یا خوئی بد کے ہیں مگر کبھی اس سے مراد آدمی کے اُن اوصاف سے ہوتی ہے جو اس کو اوروں سے ممیز کر دیں خواہ یہ اوصاف بھلے ہوں یا بُرے ہوں۔ جوانمردی کے ہوں یا نامردی کے کبھی ان اوصاف سے مراد ہوتی ہے جو عادتاً یا فطرتاً کسی شخص کی ذات سے مخصوص ہوں۔ اور اس کی عادتوں کو ایسا باقاعدہ بناتی ہوں کہ جس کے سبب وہ اوروں میں صاف پہچانا جائے۔ مگر خصلت کا اطلاق زیادہ تر خوئے نیک پر ہوتا ہے اور خوئے نیک کے معنے آدمی کی اُس خو کے لئے جاتے ہیں جو اس کے اندر سب سے اعلیٰ درجہ کی ہو اور اس کو معظم و مکرم بناتی ہو۔ اور انسانیت کی معراج پر چڑھاتی ہو۔ ایسی خصلت ہی ملکی حالت کو اعلیٰ مرتبہ پر پہنچاتی ہے۔ وہی ملک کو تقویت دے کر اس کو حکمرانی کے قابل بناتی ہے اور اس کی حکومت کو پھیلاتی ہے اور ہزاروں دشمنوں کا سر اس کے آگے جھکواتی ہے غیر قوموں کا غرور ڈھا کر ان کو مطیع کراتی ہے یہی ملک کی عزت عظمت و فخر کا چشمہ ہوتی ہے وہی قوم کا عصائے سر تاج و پایۂ تخت ہے۔ وہ ایک حکومت نوعی ہے مگر نہ فقط عالی نسب امرا کی اور نہ خوش وضعوں کی نہ اہل ذکا کی بلکہ خصلت کی انسان کی ایلچی عظیم وہی ہے وہ نوع بشر کی کونسل ہے۔ قومی قوائے محرکہ کی صورت زیبا ہے کسی ملک کی کرّ و فرّ و شان و شکوہ اس پر موقوف نہیں ہے کہ خراج کی آمدنی کثیر ہے حصن و حصار و برج و بارہ بڑے استوار ہیں عمارات عالیشان بڑی نفیس پاکیزہ بنی ہوئی ہیں

بلکہ وہ ان باشندوں کی تعداد پر منحصر ہیں کہ مہذب و شائستہ ہوں۔ دنیا کی خصلتیں اعلیٰ ہوں اسی پر سچا غلبہ حقیقی قوت و حکومت موقوف ہے۔

باب اول

خصلت کا اثر

دنیا کے نامور اعظم قوا محرکہ میں سے خصلت بھی ایک ہے۔ آدمی کی صفات حمیدہ کو وہ ظاہر کرتی ہے۔ طبیعت انسانی کی اعلیٰ صورتیں وہ دکھاتی ہے۔ یہ امر بالطبع انسان میں ہوتا ہے کہ وہ ان بزرگوں کی تعظیم و تکریم و اتباع کرتا ہے جو ارباب ذہن و ذکا ہوں، جو سچے اور پکے ہوں، امین با دیانت و امانت ہوں۔ اعلیٰ خوبیاں رکھتے ہوں۔ خواہ کسی درجہ کی ہوں۔ بزرگوں کی ذات والاصفات کی برکت سے دنیا میں ساری خوبیاں اور نیکیاں پائی جاتی ہیں۔ اگر وہ نہ ہوں تو دنیا رہنے کے قابل نہ رہے۔ ذہانت کی تعریف ہوتی ہے مگر خصلت کی تعظیم۔ قواء دماغیہ کا ظہور ذہانت میں ہوتا ہے اور قواء قلبیہ کا اظہار خصلت میں۔ زندگی کے روزمرہ کے کاروبار میں دل کو دماغ پر ترجیح ہے۔ زیادہ تر سروکار دل سے رہتا ہے۔ اہل ذکا کا تعلق نوع بشر سے فقط عقل کے اعتبار سے ہوتا ہے اور عقل کا مرتبہ کام آتا ہے اور ان کی ذہانت کی ستائش ہوتی ہے۔ مگر خصلت تو نوع بشر کی ضمیر ہے اسی کا اتباع کیا جاتا ہے۔ دنیا میں بہت تھوڑے آدمی ہوتے ہیں جن کو بزرگی و برتری کے موقعے ملتے ہوں۔ اکثر اوقات زندگی کا سلسلہ ایسا محدود ہے کہ وہ آگے نہیں بڑھتا اس لئے تھوڑے ہی آدمی بزرگ والا خصال ہوتے ہیں۔ بزرگی ایک امر اضافی ہے مگر ہر شخص دیانت امانت راستی سے اپنی لیاقت سے جو وہ کسی درجہ کی ہو علیٰ طور پر با عزت و حرمت کام کر سکتا ہے۔ اس کو خدا تعالیٰ نے جو کچھ عطیات عنایت کئے ہیں ان کو نیک طور پر کام میں لا سکتا ہے اور بہترے استعمال سے ان کو بچا سکتا ہے۔ اپنی زندگی کو بخیر و خوبی بسر کرنے کا قصد کر سکتا ہے۔ وہ اپنے چھوٹے چھوٹے کاموں میں سچا عادل دیانت دار ہو سکتا ہے جس حالت و درجہ میں خدا تعالیٰ نے اسے پیدا

کیا ہی اس میں وہ اپنے فرائض کو ادا کر سکتا ہے۔ زندگی اور خصلتوں کا جو اعلیٰ درجہ خیالی ہو اس میں ہر شخص پا نگاہ بلند رکھتا ہے خواہ وہ کیسا ہی ادنےٰ درجہ کا ہو۔ مگر شرط یہ ہے کہ وہ اپنے فرائض کو ادا کرتا ہو۔ گو کوئی بہادرانہ کام اس سے نہ صادر ہو۔ کیونکہ ہر شخص کے حصہ میں شجاعت کے کام نہیں آتے۔ سب سے زیادہ تاثیر کرنیوالی ہی نیکیاں ہیں۔ جو روزمرہ کے کاروبار میں کام آتی ہیں روزانہ کاموں کے فرائض کا ادا کرنا انسان کی زندگی کا مرکز ہی۔ جو کار ہائے بزرگ ہوتی ہیں اُن میں بھی یہی روزمرہ کاروبار کی نیکیاں کام میں آتی ہیں جو عوام کے اندازہ سے بڑھ کر اعلیٰ درجہ کی نیکیاں ہیں ان کو خوف و بری ترغیبوں کا چشمہ گھیرے ہوئے ہے ایک والا دانش کا یہ قول بالکل درست ہے کہ جس نظام انسانی کی بنا شجاعانہ افعال پر رکھی جاتی ہی۔ اس کی بالائی عمارت بودی اور بد ہوتی ہی۔ والا خرد نیک منش بڑے بڑے شجاعوں و مدبروں منتظموں مقرروں عالموں کی خصلتوں میں زیادہ توجہ انہیں نیکیوں کی طرف کرتے ہیں جو ان کے روزانہ کاموں میں برتی جاتی ہیں وہ اس کے بڑے بڑے کاموں کو چھوڑ کر زیادہ تر یہی بیان کرینگے کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت و تعلیم شفقت سے کرتا تھا بیوی پر ہمیشہ مہربان رہتا تھا دوستوں کی دعوتیں کرتا تھا۔ دشمنوں سے عداوت نہیں رکھتا تھا اپنی بات کا پکا تھا۔ وعدے کا سچا تھا آدمی کی خصلتوں کا اصل حال انہیں معاملات سے کھلتا ہے جو ان لوگوں کے ساتھ وہ کرتا ہی جو اس سے رشتہ قرابت قریبہ رکھتے ہیں اور انہیں کے موافق اس کی خصلت کی قوت ہوتی ہی۔ گو یہ معاملات درجہ میں ان معاملات سے بدرجہا کمتر ہوتے ہیں جو وہ مدبرانہ اور منتظمانہ کرتا ہے اور ان میں وہ تقریر فصیح اور تدبیر بلیغ کام میں لاتا ہی۔

اپنے حقوق اور فرائض کا ادا کرنا ایسی ایک قوت ہی کہ وہ یکساں اعلےٰ درجہ کے باکمال ستودہ خصائل کو بھی سہارا دیتی ہی اور جمہور انام کے معمولی افعال زندگی کو بھی زیادہ تر درست کرتی ہی۔ ایسے آدمی ہوتے ہیں کہ نہ ان پاس دولت ہی نہ حکومت نہ علم و ہنر نہ جاہ و مرتبہ مگر دل ان کا تونگر و مضبوط۔ دیانت دار۔ راست کردار۔ اپنے حقوق و فرائض کا ادا

کرنے والا ہے۔ جو شخص راستبازی کے ساتھ اپنے فرائض کو ادا کرتا ہے وہ اس مقصد کو پورا کرتا ہے جسکے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے اور اپنے دل میں مردانہ خصلتوں کے اصول جماتا ہے بہت سے آدمی ایسے ہیں کہ اُن کے ملکیت و قبضہ میں سوای اپنی اس خصلت کے کچھ اور نہیں ہوتا مگر ایسے مستقیم و اُستوار ہوتے ہیں جیسے کہ بادشاہ تاجدار۔ یہ ضرور و لازم نہیں ہے کہ تعلیم عقلی سے خصلت کی پاکیزگی اور عمدگی اور عفت پیدا ہو۔ اسی لئے کتب مقدسہ میں جا بجا کثرت سے دل کی اصلاح کے احکام میں دماغ کی اصلاح کے نہیں ایک عاقل کا قول ہے کہ نیکی کی مٹھی بھر علم کے خروار سے بہتر ہے جو علم نیکی نہ پیدا کرے وہ حقارت کے قابل ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض آدمیوں میں عقلی لیاقتیں کوٹ کوٹ کر بھری ہیں مگر اخلاق ان کا کمینگی اور رذالت سے خالی نہیں وہ امرا و سلاطین کی غلامی اور اطاعت بڑی ذلت کے ساتھ کرتے ہیں اور غریبوں اور مسکینوں سے نخوت و تکبر نفرت کرتے ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص علم و ہنر میں کامل اور علوم حقہ سے کما حقہ ماہر۔ مگر دیانت امانت۔ راستبازی۔ اور ادائے فرائض سے ایسا غافل کہ وہ بہت سے غریب جاہل گنوار دل سے ہزار درجہ بدتر۔ ایک عاقل نے اپنے دوست کو لکھا کہ تم مجھ پر جو علما کے تعظیم کی بہت تاکید کرتے ہو۔ میں اسے تسلیم کرتا ہوں مگر تم کو بھی اس بات کے یاد رکھنے کی تنبیہ کرتا ہوں کہ ہوسکتا ہے ایک شخص عالم ہو مگر وہ کشادہ دلی۔ بلند خیالی۔ دُنیا کی تجربہ کاری۔ علو ہمت کی قدر شناسی اوضاع و اطوار کی لطافت۔ مدبری منصوبہ بندی۔ کاموں میں مستعدی۔ سچ و دیانت سی محبت و ہر دل عزیزی رکھتا ہو۔ بعض آدمیوں کا قول ہے کہ دُنیا میں علمی کمال اور دولتوں کی برابر کوئی شے قابل تعظیم و تکریم نہیں ہے۔ اگر خدانخواستہ یہ مقولہ سچا ہو جائے تو پھر دنیا کی بری گت ہو جائے بعض عاقلوں نے لکھا ہے کہ ہمنے صدہا کتابیں پڑھیں وہ بڑے بڑے جید عالموں متعدد فاضلوں کی گفتگوئیں سنیں مگر اُن میں وہ اعلیٰ درجہ کی رائیں خود فہمیدہ نہیں سُنیں جو غریب یا تعلیم یافتہ آدمیوں کے مُنہ سے۔ یہ غریب مفلس مشکلات اور تکلیفات میں مشقت شاقہ کی ساتھ دلیری۔ جرأت۔ ہمت

دکھاتے ہیں اور اپنے دوستوں اور ہمسایوں کے حالات پر اپنے سیدھے سادھے خیالات ظاہر کرتے ہیں جسکا پتا کتابوں میں مشکل سے ملتا ہے مشہور ہے کہ العلم قوۃ مگر اس سے زیادہ سچ یہ ہی کہ الخصلت قوۃ عالی دماغی بغیر نیکدلی کے۔ ذکاوت بغیر نکوکاری کے تیز طبعی بغیر خوش سگالی کی بیشک قوتیں ہیں مگر کیسی مضرت و نقصان پہنچانے والی۔ ان اوصاف سے تفریح طبع ہوتی ہے مگر ان کی تعریف کرنے میں ہی دشواری پیش آتی ہے جو کسی جیب کترے اور اٹھائی گیرے کی پھرتی اور دست چالاکی کی تعریف کرنے میں علم کا تعلق تو خصلت سے کچھ بھی ہو سکتا ہے مگر دولت اس سے اور زیادہ بے تعلق ہے ــــ بلکہ برخلاف دولت تو خصلت کی بگاڑنے والی اور تنزل کے درجہ پر پہنچانے والی ہی۔ دولت بدافعالی میں اور عیش و عشرت بدی میں آپس میں بڑا اتحاد ہی۔ جب دولت ایسے آدمیوں کو ملجاتی ہے کہ وہ ضعیف القلب ہوتے ہیں اور اپنے نفس پر غالب نہیں ہوسکتے اور جذبات سرکش کے مغلوب ہوتے ہیں تو دولت ان کے حق میں وبال جان ہوتی ہی اس کے جال میں وہ ایسے پھنستے ہیں کہ اپنے اور اوروں کے حق میں کانٹے ہوتے ہیں اور ضرر پہنچاتے ہیں۔

برخلاف اس کے اصلی مفلسی خصلت کی بلند مرتبگی کے ساتھ اتفاق رکھتی ہی۔ ایک شخص حق حلال کی کمائی محنت مزدوری کرکے کماتا ہے اور اُس کو کفایت شعاری سے خرچ کرتا ہی تو اسکی راست کرداری اور دیانت داری سچی انسانیت کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ رکھتی ہی۔ ایک باپ اپنے بیٹے کو نصیحت کرتا ہی کہ گو تیری گرہ میں آدھی نہو۔ مگر تو اپنے دل میں مردانہ کاموں کا قصد کئے جا کیونکہ جس آدمی کے دل میں مردانہ کام کرنے کے ارادے نہیں اُس کی قدر کوڑی کی برابر بھی کوئی نہیں کرتا۔

بہت سے نیک خصال ستودہ افعال ایسے گذرے ہیں کہ اُن پاس کبھی عمر بھر مال نہیں جمع ہوا۔ ہمیشہ انھوں نے اپنے ہاتھ سے محنت مزدوری کرکے اوقات بسر کی مگر اس حال میں

بھی ان کی خصلت میں وہ سطوت و جلال تھا کہ بادشاہوں سے زیادہ ان کی سیاست خلائق کے اخلاق کو درست کرنے میں اور ان کی عزت کہیں زیادہ سلاطین و امراء سے مخلوق کے دلوں میں نقش جاگزین تھی۔

ہم نے اوپر علم سے و دولت سے خصلت کا بہتر اور زور آور ہونا ثابت کیا ہے۔ اب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ خصلت مال ہے۔ اہل خصلت کو خلائق وہ خیر خواہی و تعظیم و ادب کی نگاہ سے دیکھتی ہے جیسے کہ کسی بڑے صاحب جاہ و منصب ریاست کو خصلت کا جو نتیجہ پیدا کرتے ہیں گو ان کے پاس دنیا کی اعتبار سے دولت اور حشمت نہیں ہوتی مگر اس سے زیادہ منفعت ان کو یہ ہاتھ آتی ہے کہ ان کی قدر و منزلت و شہرت بہت بڑی ہوتی ہے جنکو وہ نیک وسائل اور عزت سے حاصل کرتے ہیں یہ سچ بات ہے کہ خصائل حمیدہ صاف صاف بتلاتے ہیں کہ محنت۔ راستبازی نیکی کا سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے۔ اور جو درحقیقت نیک دل ہے وہ پیشوا ہونے کا مستحق ہے۔ اگر آدمی اپنی ذات کے تخمینے پر اور اس قاعدہ کے مستقل اطاعت پر کہ جس کو وہ جانتا ہے کہ میرا دل سچ مانتا ہے اپنی سیدھی سادھی سعادتمندی کی بنیاد قائم کریگا تو وہ اس کی ساری زندگی میں کام آئیگی۔ وہ استقامت پیدا کریگی۔ تقویت دیگی۔ سہارا دیگی۔ زبردست کاموں کی کل کی بڑی کمانی بنیگی۔ کسی آدمی پر یہ فرض نہیں کہ وہ دولتمند ہو۔ عقلمند ہو۔ بڑا آدمی ہو مگر اس پر یہ فرض ہے کہ نیک سعادتمند ہو۔ کام میں سوائے دیانت کے اصول حقہ کی پیروی ضرور ہے اسمیں راستی انصاف کو کبھی ہاتھ سے نہ دے۔ آدمی بغیر ان اصول کے جہاز بے سکان و بے قطب نما ہے کہ ہوا کے ساتھ مارا مارا ڈانوا ڈول پڑا پھرتا ہے۔ اس اصول کو چاہیے کہ آدمی اپنا قانون قاعدہ انتظام دستور العمل بنائے جس سے وہ برائی اور بدنظمی سے جو اس کی سخت جانی دشمن ہیں مقابلہ خاطر خواہ کر سکے۔

روم کو ایک مقدمہ کی پیروی کے لئے ایک مقرر فصیح بیان جاتا تھا کہ وہ حکیم ایپک ٹی ٹس پاس اس غرض سے گیا کہ اس کے حکمت کے اصول کچھ سیکھے۔ حکیم اس کو صاف دل نہ سمجھا۔ اس لئے اسکے

ساتھ سرد مہری سے پیش آیا اور اس سے کہنے لگا کہ تم میرے محاوروں اور عبارتوں پر اعتراض جڑو گے اور عیب نکالوگے۔ اور اصول حکمت سیکھنے نہ چاہوگے۔ اس فصیح بیان نے اسکا جواب یہ دیا کہ آپ کے اصول حکمت آپ ہی کو مبارک رہیں میں ان کو سیکھ کر کے اپنا ستیاناس کیوں ملانے لگا اور آپ کی طرح محتاج بننے لگا کہ نہ ساز و سامان کچھ میرے پاس رہے نہ زمین قبضہ میں رہے۔ نہ کھانے پینے کے چاندی کے برتن پاس ہوں۔ حکیم نے ارشاد کیا کہ مجھے ان چیزوں کی احتیاج نہیں مگر تم مجھ سے زیادہ محتاج ہو مجھے پروا نہیں کہ کوئی میرا مربی سرپرست بنے اور تم اسکے حاجتمند ہو۔ اور اس کی تلاش میں سرگرداں۔ میں تم سے زیادہ دولتمند ہوں مجھے پروا نہیں کہ قیصر مجھے کیا خیال کرتا ہوگا۔ میں کسی کی خوشامد نہیں کرتا میری پاس یہ اسباب آپ کے ظروف سیمیں و زریں کے بجائے ہیں تمھارے پاس کھانے کے چاندی کے برتن ہیں مگر دلائل و براہین و اصول و اشتہاؤں کے مٹی کے برتن ہیں۔ میرا دل ایک سلطان ہی جو بجائے تمہاری مضطربانہ کاہلی کے کاموں کے میرے لئے بافراط خوش دلی کے کام زیادہ کرتا ہی تمہاری پاس جو کچھ سامان ہے اس کو تم تھوڑا جانتے ہو۔ میری پاس جو کچھ ہے اس کو میں زیادہ جانتا ہوں تمہاری آرزوئیں کبھی پوری نہیں ہوئیں۔ میری ساری آرزوئیں ہمیشہ بر آتی ہیں۔

دنیا میں ذکاوت و ذہانت کی کچھ قلت نہیں مگر جب تک ان کی بنا راستی پر نہ ہو۔ ان کا اعتبار و اعتماد نہیں ہوتا۔ راست کرداری ہی صرف صفت ایسی ہے کہ وہ اپنے حکم سے خلائق سے تعظیم و تکریم کراتی اور اوروں کے دلوں میں اپنا اعتبار و اعتماد جماتی ہے اسی پر انسان کی ساری خوبیوں اور نیکیوں کی بنا رکھی گئی ہے۔ اس کا ظہور چال چلن میں اور ہر قول و فعل میں ہوتا ہی۔ ہر کام کو وہ سچا بناتی ہے اور اس میں مضبوطی پیدا کرتی ہی جن آدمیوں کا دنیا میں اعتماد اور اعتبار ہوتا ہے وہی حقیقت میں عالی قدر اور اہل منزلت ہوتی ہیں ان لوگوں کو لوگ جانتے ہیں کہ اگر وہ کسی کام کو کہیں کہ میں جانتا ہوں تو وہ

حقیقت میں جانتا ہے اور جس کام کو کہتا ہے میں کروں گا ضرور اس کو وہ کر سکتا ہی اور کرتا ہی۔ اعتماد اور پاکھ ہی ایک ایسی سند ہے کہ جسے خلائق دیکھ کر قدر و منزلت کرنے لگتی ہی۔

زندگی کے معاملات اور کاروبار میں جو کثر نفسی صبر و تادیب سے کام نکلتے ہیں وہ ذہانت سے کب نکل سکتے ہیں ان میں دماغ سے زیادہ کام دل سے پڑتا ہے اس لئے ان میں خصلت جو باتیں بتلاتی ہے وہ عقل نہیں بتلاتی غرض خواہ ہم جمہور انام کے کام کریں یا اپنی خاص ذات کے دونوں میں سے ہر ایک کے لئے سب سے بہتر تدبیر یہی ہے کہ اپنے فہم مستقیم کا ایک خاص حصہ لیں اور اس میں راست کرداری کو شامل کریں۔ نیک فہمی جسکی تادیب تجربہ نے کی ہو اور اسمیں نکوکاری شامل ہو تو وہی عملی دانشمندی ہے۔ نکوکاری ایک خاص اندازہ تک دانشمندی کہلاتی ہے۔ اور دانشمندی بھی کیسی اعلیٰ درجہ کی جس میں دونو روحانی اور دنیاوی دانشمندیاں موجود ہیں نکوکاری اور دانشمندی میں بہت طرح کے ترسل ارسال باہم ہیں اور ان میں مصاحبت اس سبب سے نہیں ہوتی ہی کہ دانشمندی آدمی کو نکوکار بناتی ہی۔ بلکہ اس وجہ سے کہ نکوکاری آدمی کو دانشمند بناتی ہی۔ خصلت کی زبردست قوت جو خلایق کے دلوں میں اپنا رعب داب بٹھاتی ہے اور اپنی سیاست جماتی ہے۔ بھلا وہ عقلی قابلیتیں ایسا کب کر سکتی ہیں صاف معلوم ہوتا ہی کہ خصلت میں کوئی قوت چھپی بیٹھی ہے جس میں زور امانت جمع رکھا ہوا ہے کہ فقط اپنی حاضری سے چپ چاپ لوگوں کے دلوں پر اثر کرتا ہی۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ مدبران ملکی کے زبردست وسائل بڑے بڑے کام کرنے کے ان کی نیک خصلتیں ہوتی ہیں یہ بھی ایک راز سربستہ ہے کہ ہر ایک نیک خصلت کا مقصد قطعی ایسا پاک صاف ہوتا ہے کہ وہ اپنی روکنی والی قوت سے دلوں پر زور و تاثیر کرتا ہی۔ ارباب خصائل کے گن اور اوصاف ان کو چھپنے نہیں دیتے۔ گو ان کی نیک نامی و ناموری کچھ ہو۔ لوگ ان کے اوصاف کو غلط بیان کرتے ہیں غلط سمجھتے ہیں۔

کبھی بلائیں اور مصیبتیں و کم بختیاں ان کو دبا دیتی ہیں لیکن آخر کو ان کا صبر و استقلال انکی
اس عظمت و حکومت و اعتماد کو خلائق کے دلوں میں پیدا کر دیتے ہیں جسکے وہ مستحق ہیں۔
دنیا میں بڑے بڑے قابل اور لائق آدمی ایسے گذرے ہیں کہ ان کی قابلیت اور لیاقت
دنیا پر سلطنت کرسکتی تھی مگر ایک ان کی خصلت کی بے اعتباری نے انکا عروج نہ ہونے دیا
اور ادنے ادنے آدمیوں کو ان کی خدمت میں گستاخ بنا دیا بہت چھوٹی چھوٹی اور
اور طرح طرح کی حالتوں کو کم و بیش اپنے اختیار میں لانے اور ان کو اپنے دستور العمل بنانے
سے خصلت بنتی ہے۔ کوئی دن نہیں گذرتا کہ خصلت کی بری یا بھلی تادیب نہ ہوتی ہو
جیسے بال خواہ کیسا ہی مہین ہو ضرور سایہ رکھتا ہے ایسی ہی کام خواہ کیسا ہی بے حقیقت
ہو مگر وہ اپنے ساتھ ایک سلسلہ نتائج رکھتا ہے کسی نے سچ کہا ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو
خواہ تم کیسا ہی حقیر سمجھو وہ تیر فرماں روا ہونگیں ان کی روک تھام اور انتظام کے درپے
رہو۔ ہمارا ہر ایک عمل ہر ایک خیال ہر ایک وجدان قلبی ہمارے مزاج کی ہماری عادات
کی ہماری سمجھ کی تعلیم دینے میں اعانت کرتا ہے اور ہماری آیندہ زندگی کے افعال پر ایسا
اثر کرتا ہے جو کسی طرح دور نہیں ہو سکتا خصلت میں ہمیشہ ایک تغیر ہوتا رہتا ہے
خواہ وہ بھلائی کے لئے ہو۔ یا برائی کے لئے۔ خواہ بلندی پر چڑھائی کے لئے ہو۔ خواہ
پستی میں گرنے کے واسطے ہو۔ ایک فاضل کہتا ہے کہ میں نے اپنی ساری زندگی میں کوئی
خطا و قصور و حماقت ایسی نہیں کی کہ وہ میرے سامنے مقابلہ کے لئے نہ کھڑی ہو اور میری
خوشی کے ایک حصّہ کو اس نے تلف کیا ہو اور میری فہم و بصارت و قبضہ کی قوت کو
کم نہ کیا ہو اور زمانہ گذشتہ کی کوئی کوشش جس میں نیکی کی چاپ تھی ایسی میں نے نہیں کی کہ
وہ اس وقت میرے مشاہدہ و صنعت کاری میں معاونت نہ کرتی ہو۔
علم مکینکس یعنے علم آدات کا یہ قانون ہے کہ ایک جسم جس زور سے دوسرے
جسم پر اپنا عمل کرتا ہے اتنا ہی زور سے دوسرا جسم پہلا جسم پر اثر کرتا ہے جسکو کہا کرتے ہیں کہ

کہ دونو قوت تدافع برابر ہوتی ہی۔ بس یہی حال اخلاق کا ہی کہ نیک عمل کرنے والے جس زور سے کہ نیک عمل صادر کرتے ہیں اسی زور سے نیک عمل ان پر اثر کرتے ہیں اور یہی حال بُرے افعال کا ہی اور صرف یہی نہیں ہوتا بلکہ اس سے یہ اور زیادہ ہوتا ہی کہ ان کی مثال اپنے تابعین پر ویسی ہی اور اثر پیدا کرتی ہی۔ حالات سی خود آدمی ایسا نہیں پیدا ہوتا جیسا کہ وہ حالتوں کو پیدا کرتا ہے۔ ان میں وہ اپنے آزاد ارادہ کو کام میں لاکر اپنے اعمال کو ایسا بنا سکتا ہے کہ نیکی بہ نسبت بدی کے زیادہ پیدا ہو۔ آدمی کو جو کام نقصان پہنچاتا ہی وہ خود اسی کا کیا ہوا ہوتا ہے اخچہ برماست از ماست۔ آدمی کے لئے جو قباحت پیدا ہوتی ہی وہ خود اُسی کی پیدا کی ہوئی ہوتی ہے جو مصیبت ہم پر آتی ہے وہ ہماری خطا کا مواخذہ ہوتا ہے ہم خود ہی اپنی پائوں میں کلھاڑی مارتے ہیں۔

آدمی مخلوق حالات و خالق حالات یکساں ہی۔ حالات ہی سے آدمی اپنی خصلت بناتا ہی ہماری صورت گری کی استعداد ہماری طاقت کا اندازہ بتلانے والی ہوتی ہے۔ ایک ہی مصالح سے ایک آدمی محل بناتا ہی۔ دوسرا ایک تنگ مکان۔ ایک اسی سے گودام بناتا ہی دوسرا عیش محل۔ چونا اینٹ تو وہی اینٹ چونا رہے گا جبتک کہ معمار اس کو کوئی اور چیز نہ بنائے بس اسی طرح ایک ہی خاندان ایک ہی حالت میں ایسا ہوتا ہے کہ اُسمیں سے ایک بھائی اپنی امارت کی عمارت تعمیر کرلیتا ہے دوسرا سرگرداں پریشاں حال کھنڈروں میں رہتا ہی۔ رستہ میں وہی پتھر کا چٹان جو ضعیف کے لئے سدِ راہ ہوتا ہے قوی کے قدم کے لئے زینہ بن جاتا ہے۔

بغیر کوشش وسعی کے خصال حمیدہ نہیں حاصل ہوسکتیں ان کے لئے ہمیشہ یہ ضرور ہے کہ ہم اپنے نفس کو مغلوب کرلے رہیں اور اپنی تادیب و تنبیہ کے درپے رہیں بہت سی لغزشیں لرزشیں عارضی شکستیں مشکلات۔ بُری ترغیبیں اور اسی طرح کی اور بہت سی باتیں ایسی پیش آتی ہیں کہ ان سے لڑائی بدھتی ہے اور ان کو مغلوب کرنا پڑتا ہے۔ اگر ہماری وضع

قوی ہی اور دل انصاف پسند ہے تو آخر کو فتحیابی میں مایوسی کی کوئی بات نہیں ہوگی۔
جس خصلت کے درجہ پر پہنچ گئے ہیں اسی اعلیٰ درجہ پر پہنچنے کے لئے صرف کوشش ہی کرنی ہم کو شوق دلائے گی اور تقویت پہنچائی گی۔ گو ہم اس بلندی تک نہ پہنچے جہاں تک پہنچنے کا ہم نے قصد کیا ہے مگر ہماری ہر سعی نیک اور بر جانے کی ہماری ترقی کا باعث ہو گی جن ستودہ خصالوں کی خصلت انسان کا اشرف المخلوقات ہونا ثابت کرتی ہے ان کی مثال کی روشنی یہ ہدایت کر رہی ہے کہ ہر آدمی پر واجب نہیں بلکہ فرض ہے کہ وہ اعلیٰ درجہ کی خصال حمیدہ حاصل کرنے کا قصد کرے۔ مگر ستودہ خصالی یہ نہیں ہے کہ دنیا کے اسباب و سامان میں متمول ہو جاوے بلکہ اوصاف باطنی سے مالا مال ہو یہ نہیں کہ دنیا میں جاہ و منصب عالی حاصل کریں بلکہ سچی عزت و عظمت۔ یہ نہیں کہ بڑے درجہ کا عقلمند ہو جائے۔ بلکہ اعلیٰ درجے کا نیک۔ یہ نہیں کہ بڑا صاحب حکومت و ذی رتبہ ہو جائے بلکہ نہایت سچا اور منصف و دیانت مند۔
جب آدمی راستی و عملی دانائی و اصول کی ہدایتوں پر چلتا ہے تو چال چلن میں اس کی خصلت کی خوبی نمایاں ہوتی ہے۔ اور جیسا وہ مذہب و اخلاق و عقل کا پابند ہو کر افعال و اعمال کو نہایت مستعدی سے کرتا ہے تو اسکی خصلت کی اعلیٰ درجہ کی صورت ظاہر ہوتی ہے۔ نیک خصال پہلے اپنے کسی شیوہ اور طریقہ کو خوب غور کرنا اختیار کرتا ہی اور پھر اس کی پیروی بڑے استقلال کے ساتھ کرتا ہی۔ وہ اپنے فرض کا قدرشناس بہ نسبت دنیا کی شہرت کے زیادہ ہوتا ہے۔ دنیا کی تعریف سے زیادہ وہ اپنے کونشنس کی پسند چاہتا ہے وہ اوروں کی خصوصیات کا ادب کرتا ہے مگر اسکے ساتھ اپنی آزادی اور خصوصیات کو نبھائے جاتا ہے اور کبھی ان کو ہاتھ سے نہیں دیتا۔ اس میں یہ جرات و ہمت ہوتی ہی کہ وہ اخلاقاً راست بازی اختیار کرے گو اسے خلائق ناپسند کرے۔ وہ اپنی شناخت کے لئے صبر و اطمینان کے ساتھ

اس زمانہ و تجربہ کا منتظر رہتا ہے کہ اسے خلق شناسا ہو۔ اگرچہ خصلت کے پیدا کرنے میں اوروں کی مثالوں کا زور بڑا اثر رکھتا ہے مگر آدمی کے عزم و ارادہ کا زور سہارا دینے والا اور خود بخود اپنے تئیں پیدا کرنے والا خصلت کے لئے بہت بڑا سہارا ہے۔ وہی صرف زندگی کو سنبھالتا ہے۔ اور اس سے مخصوص آزادی اور مستعدی کو نبھاتا ہے۔ ایک شاعر کا قول ہے کہ اگر آدمی اپنے تئیں اپنے اوپر نہ قائم کر سکے تو وہ بڑا عاجز و ناتوان ہے۔ خصلت کی اصل جڑ ارادہ ہے اور اسکی شاخیں عقل ہی بس جبتک ارادہ کے ساتھ عملی موثر زور کسی قدر نہ شامل ہو تو پھر زندگی بے فائدہ اور بے ٹھکانے ہے۔ اس کا حال بھی ایسا ہو جاتا ہے جیسا کہ پانی کا کہ وہ ٹھہر جاوے اور اپنی روروانی کے فائدہ مند کام نہ کرے اور شہر کی کلوں کو نہ چلائے۔ جب مستقل ارادہ کے ساتھ عناصر خصلت سے کام لیا جاتا ہے اور اسمیں مقاصد اعلیٰ اپنی تاثیر کرتے ہیں تو آدمی اپنے ادائے فرض کی راہ میں بہادرانہ ثبات و استقلال کے قدم رکھتا ہے اسمیں نقصان کچھ ہی دنیا کے اعتبار سے اسکا ہو جائے تو ایسے آدمی کو کہا کرتے ہیں کہ وہ اپنے معراج پر پہنچ گیا۔ وہ اپنی خصلت کو بے باکانہ دکھاتا ہے اور اسمیں جوانمردی کے اعلیٰ خیال داخل کرتا ہے۔ ایسے ہی آدمی کے افعال کو اور آدمی بار بار کیا کرتے ہیں اور آدمیوں کی خصلت میں اس کی خصلت حلول کر جاتی ہے اور مدتوں تک بار بار اپنا اظہار ان کے اندر کرتی ہے اور صدہا برس تک زندہ رہتی ہے ہر بانئ مذہب اور مصلح قوم کو دیکھو کہ گو اس کو مرے ہوئے مدت دراز ہوئی مگر زندوں میں خصلت اس کی زندہ موجود ہے وہ ان کی نامعلوم خصلت میں اپنے جلوے معلوم نہیں کب تک دکھائیگی علم اخلاق میں رذائل فضائل میں سے ہر ایک کا ایک کمال بتلایا جاتا ہے جس تک انسان کبھی نہیں پہنچ سکتا مگر جتنی کوشش کرتا ہے اس سے قریب ہوتا جاتا ہے اس کمال کو خیالی کمال کہتے ہیں اور جو کامل اس خیالی کمال کا رکھنے والا مانا جاتا ہے اس کو خیالی آدمی کہتے ہیں اور ایسی ہے خصلت و خیالی اخلاق کا حال ہے اس کمال کے

حاصل کرنے کے واسطے جو قوت عملی کوشش وسعی میں چستی و چالاکی کرتی ہے اُس کا نام ہم مستعدی (انرجی) رکھتے ہیں جب اس تعدی کے ساتھ راستی اور کوئی نیکی نہیں ہوتی تو اصل بدی اس میں داخل ہو جاتی ہے۔ جب وحشی پن حد زیادتی کو پہنچ جائے۔ اور اسکے ساتھ نخوت۔ حب جاہ۔ خود غرضی کی برائیاں داخل ہو جائیں تو وہ خیالی یعنے کامل شیطنت ہو جاتی ہی۔ اس کی برابر کوئی دشمن لڑنے والا خیالی اخلاق سے نہیں ہے جن آدمیوں میں یہ باتیں پیدا ہوئی ہیں اُنہیں میں وہ غارت گر عالم اور جہاں سوز پیدا ہوئی ہیں کہ جنھوں نے دنیا کو برباد کرکے خاک سیاہ کر دیا۔ اِس زمانہ میں نپولین بونا پارٹ گذرا ہی کہ جو آدمی کو جھینگے سے بھی کمتر جانتا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ آدمی سونا کھانے والے سور ہیں جدھر جا ہوں گا اُدھر سونا پھینک کر ان کو لے جاؤنگا غرض وہ بغیر لحاظ قوم و نسل کے انسان کو پرلے درجہ کا ذلیل و حقیر سمجھتا تھا۔

مستعد اہل خصال کے اوصاف ہی کچھ اور ہوتے ہیں۔ نیت ان کی نیک و بخیر ہوتی ہی ان کے کاموں پر راستی فرماں روائی کرتی ہی۔ ادائے فرض اُن کا آئین و دستور ہوتا ہی تمام اپنی معاملات میں خواہ وہ جمہور نام سے متعلق ہوں یا اپنی خاندان سے سچے و کھرے ہوتے ہیں اور ان میں انصاف ہی جو اصل اصول انتظام خاندانی و قومی کا ہے ان کو پسند ہوتا ہے وہ اپنے کلام میں اپنے کام میں غرض ہر بات میں سچے ہوتے ہیں اپنے مخالفوں اور دشمنوں پر شفقت و رحم اپنے سے کمتروں پر لطف و کرم کرتے ہیں وہ اپنے قول و فعل و خیال میں کونشنس کو سامنے رکھتے ہیں۔ وہ مودب ہوتے ہیں۔ ادب عورت مرد کے لئے تاج سعادت ہے وہ مقدس برکات کا جنکی تعظیم نسلاً بعد نسلٍ چلی آتی ہی۔ پاک خیالات کا۔ نیک مقاصد کا۔ اعلی درجہ کی چیزوں کا۔ حال و گذشتہ زمانے کا۔ عالی خیال بلند مقام کار فرما و کارکنوں کا بدل و جان ادب کرتے ہیں۔ افراد و اقوام خاندانہای انسان کی خوشدلی کے لئے ادب ایک ضروری چیز ہے۔ ادب بغیر نہ آدمی پر

بہرو سا ہو۔ نہ خدا پر ایمان کہ نہ توکل ہو۔ نہ قومی معاشرت میں ترقی ہو۔ نہ امن امان قائم رہے۔ ادب تو مترادف مذہب کا ہی کہ جس سے ایک آدمی دوسرے آدمی کے ساتھ اور سارے آدمی خدا کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں ÷

نیک خصلت۔ نیک نیت۔ تمام واقعات کو تجربہ کا مرید بناتا ہی۔ اپنے عقل کو تجربہ کے ساتھ بیاہتا ہے اور انہیں کی اولاد کو اپنے اعمال بناتا ہے۔ معزز کاموں سے محبت کرتا ہی شرم کے کاموں سے نفرت رکھتا ہے۔ حکومت کرے یا اطاعت کرے دونوں حالتوں میں وہ ایک حال پر رہتا ہے۔ اس لئے کہ یہ دونو حالتیں ایک خیال سے پیدا ہوتی ہیں وہ جانتا ہی کہ عقل وہ عطیہ فطرت ہے کہ کاہلی کے لئے نہیں دی گئی ہی اس لئے وہ اپنی قسمت کی کشتی کو اس سے کھیتا ہی۔ وہ راستی پرست ہوتا ہے۔ وہ باطن میں واقعی سچے ہونے کے لئے سعی کرتا ہے۔ نہ بظاہر سچے معلوم ہونے کے واسطے وہ آدمیوں کی جماعت میں آفتاب ہوتا ہے کہ اپنی روشنی سے آدمیوں کو باقاعدہ حرکت کی ہدایت کرتا ہی۔ وہ دانشمندوں کا مونس۔ لاؤبالی بے پرواؤں کے لئے نیک نمونہ و مثال بدافعالوں کی دوا و درمان۔ وہ وقت کو کھوتا نہیں اس کے ساتھ رہتا ہے اور ضعف جسم سی زیادہ تر وہ اپنی قوت روح سے اپنی عمر کے بڑھنے کا اندازہ کرتا ہے۔ وہ رنج سے متاثر نہیں ہوتا۔ بلکہ رنجوں کو اپنا دوست سمجھتا ہے جو اس کی اسیری کی زنجیروں کو سوہن سے ریتتے ہیں۔ اور قیدخانہ سے رہائی کے لئے معاونت کرتے ہیں۔

خصلت عظیم کی جان کیا ہی؟ ارادہ کا مستعد ہونا۔ زور کا خود رو ہونا۔ جہاں یہ ہے وہاں جان ہے۔ اور جہاں یہ نہیں وہاں ضعیفی۔ بیچارگی۔ مایوسی ہے۔ مثل مشہور ہے کہ قوی آدمی اور آبشار اپنی راہ آپ بنا لیتے ہیں۔ اُلوالعزم پیشوا راہ فقط اپنے ہی لئے نہیں نکالتا بلکہ اوروں کے لئے جنکو وہ اپنی ہمراہ اُس پر لے جاتا ہی۔ اسکا ہر ایک کام ایک خاص معنی و مفہوم رکھتا ہے۔ جس سے اس کی قوت۔ آزادی۔ خود اعتمادی سمجھ

ہیں آتی ہیں اور وہ بے اطلاع ادب تعظیم و تکریم و آفرین و تحسین کا حکم دیتا ہے۔ بڑا پیشوا رہنما افسر سردار اپنے ہم خصلتوں کو اپنی طرف ایسا کھینچ لیتا ہی جیسا کہ مقناطیس لوہے کو۔ سپاہ میں جو افسر بہادر ہوگا اس کو ساری بہادر سپاہی جان سے زیادہ عزیز رکھیں گے اور دونو آپس میں ایک دوسرے کی قدر کریں گے۔ مستعدی ہوتی ہی سپاہ کے اندر ایک جوان مرد بہادر کی نامرد سپاہیوں کو نامرد بنا دیتی ہے اور بے اختیار اُن کو اس کا پیرو کر دیتی ہے۔ تاریخ میں بہت سی ایسی مثالیں موجود ہیں کہ میدانِ جنگ سے سپاہ کا رُخ پھرنے کو تھا کہ افسر سپاہ کی دلیری جوانمردی نے سپاہ میں وہ ہمت اور جرأت پیدا کر دی کہ کیا سپاہ مفرور ہوتی تھی یا مظفر و منصور ہو گئی۔ قاعدہ ہی کہ جو بزرگ نیک خصلت ہوتے ہیں وہ اوروں کو اپنا پیرو و مرید بنا لیتے ہیں اور جہاں تک انکا اثر پہنچتا ہے وہاں تک وہ آدمیوں کو سرافراز اور روشن دل بنا کے اپنا کر لیتے ہیں وہ حقیقت میں زندہ مرکز مفید مستعدی و چستی و چالاکی کے ہوتے ہیں۔ جب کوئی آدمی لائق جس کی صاف دلی۔ راست بازی خصلت ہو کسی حکومت اور اعتبار کے اعلیٰ عہدہ پر مقرر ہوتا ہی تو اس کے سارے ماتحت یہ جانتے ہیں کہ ہماری قوت بڑھ گئی۔ افسر کا اثر ماتحتوں میں پھیل جاتا ہے سپہ سالار کی بہادری سارے سپاہیوں کی دلوں میں حرارت پیدا کر دیتی ہے۔ اس سے سپاہ کی قوت مضاعف ہو جاتی ہے۔ ایک پلٹن دو پلٹنوں کا کام دینے لگتی ہی۔ جوانمردوں کا فقط نام سپاہیوں کا دل ایسا بڑھا دیتا ہے کہ شکست کھانے سے بچا دیتا ہے۔ بعض آدمیوں کی ذاتی خصلت طلسمات کا عالم اور اپنی قوت و قدرت کے معجزات دکھاتی ہی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہاتھ کی چھڑی جو دلوں میں ہیبت پیدا کرتی ہی۔ وہ کسی کی تلوار نہیں پیدا کر سکتی۔ ایسے باکمالوں میں یہ صفت ہوتی ہے کہ جہاں چاہیں کھڑے ہو کر سپاہ کھڑی کر لیں صرف ان کی آواز پر ہزاروں آدمی جان دینے کو موجود ہو جاتے ہیں ان کا نام ترقی کا کام

کام دیتا ہی۔ بعض جوانمرد مرگئے ہیں مگر ان کے نام ہی سے خاص فتوحات عظیم حاصل ہو جاتی ہیں۔

تاریخ اور اخلاق کو مطالعہ کروگے تو ان میں وہی باتیں پاؤگے جو ہم نے اوپر لکھیں یا یہ بزرگ والا خرد کا دورہ ایک پائدار یادگار انسان کی مستعدی کی ہوتی ہے۔ وہ مرجاتا ہی اور دنیا سے غائب ہو جاتا ہے مگر اس کے خیالات اور اعمال زندہ رہتے ہیں جو انمٹ نقش قوم پر جاتے ہیں۔ اس کی زندگی مرنے کے بعد بھی دراز و جاں ہوتی ہی۔ جو ہمیشہ پچھلی نسلوں کے ارادہ و عزم اور خیال کو ڈھالتی رہتی ہے جسکے سبب سے وہ آئندہ زمانہ کی خصلت کے بنانے میں معین و مددگار ہوتی ہی۔ جو بزرگ انسان کی ترقی کی راہ میں سچے چراغ روشن کرگئے ہیں وہی اعلیٰ اور عمدہ طریقوں پر چلے ہیں وہ تو پہاڑ کی چوٹی پر رکھی ہوئی روشنی ہیں جو اپنے گردکرہ اخلاق کو منور کر رہی ہی اور ان کی روحانی روشنی ہمیشہ آئندہ نسلوں پر چمکتی رہتی ہے۔

بزرگوں کی تعظیم و تکریم و تحسین و آفریں کرنا انسان کی طبیعت میں داخل ہے یہ بزرگ اپنی قوم کو مقدس و متبرک بناتے ہیں اور صرف انہیں آدمیوں کو سربلند نہیں کرتے جو ان کے وقت میں زندہ ہوتے ہیں بلکہ اُن کو بھی جو ان سے پیچھے پیدا ہوں۔ انکی عمدہ مثال قوم کا ایک ورثہ عام ہوتا ہے جس سے سب مستفید ہوتے ہیں ان کے کارہائے عظیم اور خیالات بزرگ کا ایک بیش بہا اسباب متروکہ انسان کے ہاتھ لگتا ہی وہ زمانہ حال اور گزشتہ کو پیوستہ کرتے ہیں اور آئندہ زمانہ کے مقصد کی مدد کرتے ہیں اصول ایمانداری کے علم کو بلند کرتے ہیں خصلت انسانی کو رفیع المنزلت بناتے ہیں اور دلوں کو خوبیوں اور نیکیوں اور طبعی باتوں کی روایات و حکایات سے پُر کرتے ہیں۔ جب خیال اور افعال میں کوئی خصلت بس جاتی ہے تو اسمیں جاودان ہونے کی صفت پیدا ہو جاتی ہے ایک بلند خیال کا فقط اکیلا خیال مدتوں تک آئندہ پونکی

دلوں میں ایسا بسا رہتا ہے کہ آخیر کو وہی زندگی کا دستور العمل ہو جاتا ہے بتواتر زمانوں تک وہ باقی رہتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ مُردہ کی زبان سے وہ نکل رہا ہے اور زندوں کے دلوں پر جن کے اندر ہزاروں برسوں کی جدائی ہے اثر کر رہا ہے انبیا اولیا حکما کو دیکھو جنکو مرے ہوئے ہزاروں برس ہوئے مگر آج یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ قبروں میں پڑے ہوئے ہم سے باتیں کرتے ہیں اور ہم کو اپنی طرف متوجہ کر لیتے ہیں اور ہماری خصلت پر اثر کرتے ہیں کہ خیالات ان زبانوں میں بولے جاتے ہیں جن کو وہ خود نہیں بولتے ورنہ ان کے زمانہ میں وہ زبانیں موجود تھیں ایک حکیم سُقراط کو دیکھو کہ وہ ایک ملک کے لئے وہ کام کر گیا ہے کہ صدہا ریاستوں سے نہ ہوتا۔ اور دنیا کے لئے وہ کام کر گیا ہے جو ایک سلطنت سے نہیں ہو سکتا۔

اہل خصال۔ بڑے پیشوا رہنما۔ بادشاہ۔ اولیا۔ مرشد۔ حکما۔ مدبران ملکی۔ خیر خواہان خلائق سچی سلطنت نوعی انسانیت پر جو اثر دوامی کرتے ہیں۔ ان کے بیان کو تاریخ کہتے ہیں اس لئے وہ بڑے خیال کرنے والوں اور کارہائے عظیم کے کرنے والوں کے حالات سے مرتب ہوتی ہے۔ تاریخ عامہ کے تہ میں انہیں بڑے آدمیوں کی تاریخ جمی ہوئی ہوتی ہے۔ قومی جان ڈالنے والے وہی ہوتے ہیں وہی اسکی حدود کے نشان معین کرتے ہیں اور ان کو لقب و خطاب دیتے ہیں ان کا اثر خلائق پر ہوتا ہے اور اس اثر کا اثر متواتر جاری رہتا ہے زمانہ ایک خاص حد تک ایسے آدمیوں کے دلوں کو پیدا کرتا ہے اور ان کے یہ دل جمہور کے دلوں کو پیدا کرتے ہیں انہیں کے اعمال سے قانون و آئین بنتے ہیں اور اصل سبب ان کے پہچانے جاتے ہیں انکے خیالات بڑے بلند ہوتے ہیں ان کو وہ ڈھال کر باہر نکالتے ہیں اور انہیں کے خیالات سے واقعات و واردات پیدا ہوتے ہیں یورپ میں مصلحان قوم نے اصلاح قومی کی ابتدا کی۔ اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ آزادی وہاں زمانہ حال میں پیدا ہوئی

ایک عاقل کا قول ہے کہ ہر ایک قانون آئین کسی بزرگ منش کا سایہ طولانی ہوتا ہے -
ہر ملک کی یا ہر قوم کی خصلت چند بزرگان والا خرد ہی بناتے ہیں ان میں وہ قدرت اور
خصلتوں کی لغات کی تاثیر ہوتی ہے کہ وہ اپنے خیالات کا نقش اپنے زمانہ اور اپنی قوم پر جما دیتے
ہیں اُن کی خوبی خصلت خلائق کو اپنی ساتھ ایسا گرویدہ کر لیتی ہے کہ وہ ان کے کہنے کو
بسر و چشم قبول کر کے ان کے افعال و اقوال و خیال کو اپنی زندگی کا دستور العمل بناتی ہے -
ان کی بے عیب ذات اپنی عدالت صداقت ۔ لطافت کا ایک خزانہ پچھلی نسلوں کے لئے چھوڑ
جاتی ہے جس سے وہ بہرہ یاب ہوتے ہیں ایسے ہی بزرگ اپنے ملک کی جان ہوتے ہیں
وہ اپنی زندگی کی مثال اور خصلت سے جسکو وہ اپنی اولاد کے لئے ورثہ میں دے جاتے
ہیں ، اپنے ملک کو سرافراز و سربلند کرتے ہیں اُسے سنبھالتے ہیں مستحکم کرتے ہیں سب طرح سے
عمدہ بناتے ہیں شان و شکوہ اُس پر چھا دیتے ہیں ان بزرگوں کی یاد اور نام عروس
قوم کا ایسا جہیز ہے کہ بیوگی سے وہ تلف نہیں ہوتا ۔ ایسی مقدس وراثت ہے کہ مغلوب
و مفرور ہونے سے وہ ہاتھ سے نہیں جا سکتی یہاں تک کہ غلامی بھی اس سے محروم نہیں
دیتی ۔ جب کسی قوم میں جان آنی شروع ہوتی ہے تو یہ مُردے ہی اُس کی یاد میں زندہ
ہو جاتے ہیں اور زندوں کو یہ معلوم ہونے لگتا ہے کہ وہ ہم کو نہایت سنجیدگی اور پسندیدگی
کے ساتھ دیکھ رہے ہیں جب تلک کسی ملک پر تباہی نہیں آتی ہے کہ اُس ملک کے دلوں میں
یہ احساس و وجدان باقی رہتا ہے کہ یہ ہمارے شان دار شاہد ہم کو دیکھ رہے ہیں
یہی بزرگ اپنی حیات میں اور وفات کے بعد خوانِ عالم کے نمک ہیں جو کام وہ ایک
دفعہ کر گئے ہیں انکی اولاد کو اُس کے کرنیکا استحقاق حاصل ہے ان کی اولاد میں سے جو اُن کے طریقہ
پر چلنا چاہیے اس کے امداد کرنے اور ہمت بلند ہونے اور جرأت دلانے پر وہ آمادہ ہیں
کسی قوم کے اوصاف کے تخمینہ کرنے میں فقط اس کے بزرگان والا خرد کو ہی شمار کرنا
نہیں چاہیے بلکہ اس کے ساتھ اس خصلت کا بھی حساب کرنا چاہیے جو اس کے جم غفیر میں شائع ہو

کسی قوم کی خصلت اس کے نفیس آدمیوں اور شریف مرد و عورتوں سے نہیں جانچی
جاتی کیونکہ اس قسم کے آدمی قوموں میں یکساں ہوتے ہیں کسی قوم کے مدبران ملکی
اور حکماء و علماء دینی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں خیال کرنے کی قدرت کتنی ہے
اور اُن غریب غرباء سے جو وقتاً فوقتاً اس کی امداد کرتے ہیں اور نئے دورہ پیدا
کرتے ہیں اور محنت مزدوری دستکاری پیشے حرفے اور ادنےٰ کاموں سے اوقات
بسر کرتے ہیں یہہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا زور جانبخش کتنا ہے اور اس کی پشت و بنیاد
کتنے ہیں شخصی خصلت کے لئے جن اوصاف اخلاق کی ضرورت ہے انہیں کی قومی
خصلت کے لئے حاجت ہے۔ مگر تھوڑے شخصوں میں نہیں بلکہ بہت سے آدمیوں میں
قومی و شخصی خصائل کی تشخیص ایک ہی صفات اخلاق سے ہوتی ہے۔ مثلاً اگر قوم میں
بلند خیالی۔ فراخ حوصلگی۔ راست کرداری۔ نکوکاری۔ جوانمردی یہہ صفات موجود
نہیں ہیں تو اور قومیں اس کی عزت کم کریں گی۔ اور دنیا کی نظر میں کچھہ وقعت و عظمت
اس کی نہ ہوگی قومی خصلت کے لئے ضرور ہے کہ قوم مودب و تادیب و تعلیم یافتہ ہو
اور وہ اپنے تئیں اپنے قابو میں رکھہ سکتی ہو۔
ادائی حقوق و فرائض میں مستغرق ہو۔ جو قوم عیش و نشاط و روپیہ و لباس کو اپنا
معبود بنائیں گے وہ خاک میں ملے بغیر نہیں رہنے کے۔ جن ملکوں میں کونسٹی ٹیوشنل
گورنمنٹ ہے یعنی سلطنت کی ایسی صورت ہے کہ اس کے کاموں میں ہر قسم کے آدمیوں کو
تھوڑا بہت اختیار ہے وہاں قومی خصلت کا رکھنا ایسا ہی ضرور ہے جیسا کہ شخصی
خصلت کا۔
قوانین و آئین سلطنت خواہ کیسی ہی خوبیوں اور نیکیوں سے بھرے ہوں مگر وہ
قومی خصلت کو قائم نہیں رکھہ سکتے قومی خصلت کے اخلاق کو ثبات و قیام اس کی افراد سے
اور ان کی عزمیت محرکہ سے ہوتا ہے قوم بہت سے آدمیوں کے مجموعہ کا نام ہی بس شخصی

خصلت اس کی کیا ہی؟ جو اس کے افراد کی خصلت ہے۔ جیسی رعایا ہوتی ہی ویسی اسکی
اسکی گورنمنٹ ہوتی ہی۔ کمتر اس سے بہتر ہوتی ہی۔ اگر رعایا میں زیادہ تر آدمی ایماندار
خوش خلق نیک عادت ہیں تو اس کی گورنمنٹ بھی سچی عادل نیک ہوگی۔ اور ان پر
حکومت انصاف راست بازی سے کریگی۔ اور اگر رعیت میں بہت سے آدمی شریر
بدکار۔ خود مطلب۔ دل سے بے دیانت و امانت ہونگے اور نہ سچ کا پاس کرینگے
نہ قانون کا لحاظ۔ تو پھر ان کی گورنمنٹ کے قاعدے بھی وہی ہونگے جو بدمعاشوں اور
سازش کرنے والوں کے واسطے ہوتے ہیں۔ یعنی شریف قوم پر شرافت سے حکومت ہوتی
ہے۔ اور ذلیل ناشائستہ قوم پر ذلیل طور سے۔ گورنمنٹ کیسی ہی خوب کیوں نہ ہو اسکی
خراب رعایا اس کو اپنے ساتھ ہموار کریگی۔ اور ایسے ہی گورنمنٹ کیسی خراب کیوں نہ ہو۔
رعایا کی نیکی اس کو نیک بنا دیگی۔ ہماری مثل ہے تھا راجہ ویسا پرجا یعنے جیسا راجہ
ہوتا ہے ویسی ہی پرجا ہوتی ہے۔ اگر راجہ نیک ہے تو رعیت نیک ہی اور اگر وہ
بد ہے تو رعیت بد ہے۔ مگر یورپ میں اس کے برخلاف ہے کہ جیسی رعیت
ہے ویسی ہی گورنمنٹ ہے اور بالفعل ہمارے ملک میں بھی دونو باتیں نہیں
نہ جیسی گورنمنٹ ہی ویسی رعیت ہے۔ نہ جیسی رعیت ہے ویسی گورنمنٹ ہے +
جب تک قوم کی افراد کی آزادی روشن ضمیری کے ساتھ اور انکی ذاتی خصلت پاکیزگی
کے ساتھ نہ ہوگی۔ اس میں زور اور مردانگی اور سچی آزادی نہیں پیدا ہوگی۔ یہی
دو باتیں ہیں جو بہت سے یا چند آدمیوں کی پبلک رائے کی خودسری کے سد راہ
ہوسکتی ہیں۔ پولیٹکل سلطنت سے متعلق) حقوق خواہ کیسے ہی فراخی کے ساتھ
بنائے جائیں وہ اس قوم کو سربلند نہیں کرسکتے جسکے افراد خراب بد ہوں۔ جہاں
انتظام کامل عوام کی ہم آوازی کا اور پورا بندوبست اس کی حفاظت کا ہوگا وہاں قومی
خصلت آئینہ کی طرح اپنا عکس قوانین اور گورنمنٹ میں دکھائیگی۔ اگر رعایا پاکیزہ

ہوگی۔ تو آزادی خود اس کے حق میں مضر ہوگی اس کے پریس کی آزادی بداخلاقی کا دروازہ کھول دیگی۔ اوباشی بدمعاشی کو پھیلائیگی عالی نسب اشراف زمانہ گزشتہ کا بڑا خیال رکھتے ہیں جس میں ان کے باپ دادا نے کارہائے عظیم کئے ہیں وہ یہ جانتے ہیں کہ شرافت ہمارے ورثہ میں آئی ہے اس کو کسی طرح ہاتھ سے نہیں کھوتا چاہیئے۔ ذلیل اور نازیبا کام کرکے بزرگوں کی عزت کو بٹا نہیں لگانا چاہیئے۔ بلکہ ایسے اچھے کام کرنے لازم ہیں کہ جس سے آبائی شرافت تا قیامت قائم رہے اور ہمیشہ اس کی شان و شوکت بڑھائی چاہیئے۔ پس جو حال ایسے اشخاص کا ہوتا ہی ویسا ہی اقوام کا ہی۔ ہر قوم کو نہایت ضرور ہے کہ وہ اپنے گزشتہ زمانہ کی بزرگی کو دیکھے۔ وہ قوم بڑی بدنصیب ہے کہ جسکا زمانہ گذشتہ نہ قابل ادب ہو نہ لائق محبت نہ اس کے حال اور استقبال کے زمانہ کا ازدواج زمانہ ماضی سے ہو۔ زمانہ گذشتہ میں جس قوم کی جڑ نہ بوئی گئی ہو وہ زمانہ حال میں کیسے پھل کھا سکتی ہی اور زمانہ استقبال میں کیسے بھلائی کی امید وار ہوسکتی ہی۔ جو زمانہ گزشتہ کو مردہ بنائیگی۔ وہ خود افسردہ پژمردہ ہو جائیگی۔ مردہ سے زندہ کب پیدا ہوسکتے ہیں جب وہ یہ یاد کریگی کہ زمانہ گذشتہ میں ہمارے بزرگ کیا کیا بڑے بڑے مردانہ کام کرگئے ہیں اور کس کس صبر و استقلال و ثبات سے مصائب کے متحمل ہوگئے ہیں تو وہ سربلند۔ روشن ضمیر ہوگی اور اپنی تئیں بلندی کی طرف سنبھالے رہیگی۔ جیسے اشخاص کی ویسی ہی اقوام کی زندگی ایک بڑا خزانہ تجربہ کا ہوتا ہے جس کو دانشمندانہ کام میں لاکے ہم اپنی معاشرت کی ترقی و بہبودی کرسکتے ہیں۔ اور ناکامیوں۔ دھوکوں۔ نا لی خیالی باتوں سے بچ سکتے ہیں۔ اشخاص کی طرح اقوام امتحانوں آزمائشوں سے کھری و پاک صاف ہوسکتی ہیں۔ ان کی تاریخ کا باب وہی سب سے بڑا ہی جس میں یہ لکھا ہو کہ کیسی مشکل امتحانوں میں اور سخت مصائب میں وہ صابر و متقل و ثابت قدم رہے

آزادی کی محنت۔ حب الوطنی نے وہیں بڑے کام کئے جہاں ان کا امتحان سخت لیا گیا ہی اور مصائب کی برداشت میں نہایت استقلال وصبر کیا گیا ہے۔

جب افراد قوم کی خصلت بہ راستی حاوی نہ ہو۔ اس میں اصلی قوت ہمیشگی سلامتی نہیں ہوسکتی۔ جس قوم کے افراد نابکار و بدکار ہوں۔ وہ کبھی عظیم الشان نہیں ہوسکتیں۔ جس قوم میں آدمی اپنے عیش ونشاط کے بندے ہوں اور سوائے اپنی مسرت وسرور کے اور کسی مطلب سے سروکار نہ رکھیں اور اپنی خودی ہی ان کا خدا ہو اس پر خدا کی مار ہی وہ غارت وتباہ ہوئے بغیر نہیں رہیگی جو آدمی اس میں اعلیٰ درجہ کے شائستہ ومہذب معلوم ہوتے ہوں وہ ہی ذراسی مصیبت کی ہوا لگنے سے گبر پڑیں گے۔ جو اس میں دولتمند۔ خوش وضع۔ صناع بھی ہیں وہ بھی تباہی کے کنارے لگے کھڑے ہیں۔

جہاں قومی خصلت ڈگمگائی وہاں بربادی قریب آئی جس قوم میں سے عفت۔ صداقت۔ عدالت۔ کی نیکیاں رخصت ہوئیں وہ قریب المرگ ہوئی۔ جب کسی پر ایسا وقت آجاتا ہے کہ آدمیوں کو دولت خراب اوباش بناتی ہے اور عشرت نابکار بدکار اور عزت۔ انتظام۔ اطاعت۔ نیکی۔ وفاداری۔ زمانہ گذشتہ کے افسانے ہوجاتے ہیں اگر وہاں اس تاریک زمانہ میں کچھ نیک خصال عفت مآب باقی رہتی ہیں تو وہ آپس کے اتفاق اور ایک دوسری کی دستگیری سے قوم کو سلامت اس طرح رکھ سکتے ہیں کہ اس کے افراد کی خصلت کو بحال اور سربلند کریں لیکن اگر خصلت ایسی بگڑ گئی ہو کہ وہ کسی طرح سنور ہی نہ سکتی ہو تو مرض لاعلاج۔ درد بے درماں ہے قوم سلامت کسی طرح نہیں رہ سکتی۔

باب دوم

گھر کی قوت

گھر ہی میں آدمی اخلاق کی بری بھلی تعلیم پاتا ہے۔ گھر ہی میں آدمی چال چلن کے وہ اصول سیکھتا ہے جو اس کے ساتھ ساری عمر رہتے ہیں جوانی اور پیری میں وہ انہیں پر چلتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کی خصلت کی بڑی تعلیم گاہ گھر ہے۔

مشہور ہے کہ اوضاع و اطوار آدمی میں آدمیت پیدا کرتے ہیں یہ بھی کہتے ہیں کہ آدمی میں آدمیت اسکا دماغ پیدا کرتا ہے مگر ان دونو باتوں سے زیادہ سچ یہ بات ہے کہ آدمی میں آدمیت گھر پیدا کرتا ہے گھر میں آدمی کا دل کشادہ زیادہ تر ہوتا ہے وہ ساری عادتیں اسی میں پیدا کرتا ہے وہیں اس کی عقل بیدار ہوتی ہے گھر ہی کی ٹکسال میں خصلت کے کھوٹے کھرے سکّے ڈھالے جاتے ہیں گھر ہی سے وہ اصول و مسائل پیدا ہوتے ہیں جو معاشرت انسانی پر حکومت کرتے ہیں۔ گھر ہی کی باتوں کا عکس قانون ہوتا ہے۔ ننھے بچّوں کی وہی ننھی ننھی رائیں اپنے کاموں کے باب میں بڑے ہونے پر جمہور انام کے کاموں کے لئے عام رائیں بن جاتی ہیں۔ . . . . . .

اس لئے کہ ساری قومیں اپنے دودھ پلانے والیوں کے گود سے نکلتی ہیں جن کے ہاتھ میں عنان سلطنت ہوتی ہے۔ ان سے زیادہ حکومت ان کی ہوتی ہے جن کے ہاتھ میں بچّوں کی ڈوری ہو۔

تہذیب و شائستگی کی تعلیم کا بڑا مدرسہ اثر کرنے والا گھر ہی ہوتا ہے بس جو افراد اپنے کنبے سے نکل کر سوسائٹی بناتے ہیں ان کے بچپنے کی تعلیم پر اس سوسائٹی کی تہذیب و شائستگی و انسانیت موقوف ہوتی ہے۔ اگر یہ تعلیم اچھی ہے تو سوسائٹی بھی اچھی ہے اور اگر بری ہے تو بری ہے۔ بس نظام فطرت یہ ہے کہ معاشرت انسانی کی تمہید گھر کی زندگی ہوتی ہے۔ گھر میں دل و دماغ و خصلت کی اصلاح ہونی اوّل چاہیئے آدمی جب دنیا میں پیدا ہوتا ہے تو وہ نہایت ہی بے کس و بے بس ہوتا ہے۔ اس کی کل پرورش و تربیت و تعلیم ان آدمیوں پر منحصر ہوتی ہے جو اس کے پاس گرد ہوتے ہیں

جسوقت سے وہ سانس لیتا ہی۔ اس کی تعلیم شروع ہوتی ہی۔ ایک عورت نے کسی واعظ سے پوچھا تھا کہ اب میرا بچہ چار برس کا ہوگیا ہے۔ اس کی تعلیم شروع کروں تو اس واعظ نے یہ جواب دیا کہ اگر تم نے اپنے بچے کی تعلیم اب تک نہیں شروع کی تو اس کی عمر کے چار برس ضائع کیے۔ تعلیم تو اُس وقت سے شروع ہونی چاہیے تھی کہ تم نے اس کے چہرہ کو مسکرا کر اول دفعہ دیکھا تھا۔ غرض آدمی خواہ کیسا ہی انا عاقل ہو اُس کی تعلیم پر اس اخلاق کا اثر ضرور رہوتا ہی جو بچپنے میں اُس کے گرد ہوتا ہے۔

بچپنے میں بچہ کی تعلیم اس طرح ہوتی ہی کہ وہ جو دیکھتا ہے اس کی نقل اُتارتا ہے عربی ضرب المثل ہے کہ انجیر کے درخت کو دیکھ کر انجیر کا درخت زیادہ پھل لاتا ہی اور ہماری مثل ہے کہ خربوزہ کو خربوزہ دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے۔ بس یہی بچوں کا ہے کہ وہ مثال کو دیکھ کر تعلیم پاتے ہیں بڑی معاملہ ان کی مثال ہوتی ہی۔ بچپنے کی خصلت آدمی کی خصلت کا مغز ہوتا ہے اور باقی اور تعلیم بالائی پوست ہوتا ہے جسکے اندر وہ مغز ہمیشہ رہتا ہے۔ ایک شاعر کا قول کیا ہی سچا ہے کہ بچہ آدمی کا باپ ہوتا ہے۔ دوسرا شاعر کہتا ہی کہ جیسی صبح دن کو دکھاتی ہی ایسے ہی بچہ آدمی کا حال بتلاتا ہے۔ مثل مشہور ہے ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ باتیں ہماری ولادت کے قریب سیکھتی ہیں وہی دیرپا اور ہماری چال چلن کی محرک ہوتی ہیں اور ان کی جڑیں بڑی نیچی گھری ہوتی ہیں بچپنے ہی میں ہماری نیکیوں برائیوں خود فہمیدگیوں اور تاثیر قلبی کے بیج بوئے جاتے ہیں جنسے کہ ہماری خصلت پیدا ہوتی بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو وہ ایک نئی عالم کی چوکھٹ پر قدم رکھتا ہے ہر چیز کو حیرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے پھر رفتہ رفتہ وہ چیزوں پر غور کی نظر سے مشاہدہ کرتا ہی اور اشیا کا مقابلہ باہم کرتا ہی ان کے تصورات کو ذہن میں محفوظ رکھتا ہے۔

غرض دانشمندانہ باتوں سے جو اس کی ترقی اس چھوٹی عمر میں ہوتی ہے وہ نہایت تعجب خیز اور
حیرت انگیز ہوتی ہے۔ ایک فاضل نے لکھا ہے کہ اٹھارہ اور تیس مہینوں کے عمر کے درمیان اس
اس قدر علم مادی اشیاء کا۔ اپنے قواء کا۔ خواص اجسام کا۔ اپنی فہم اور اوروں کی فہموں کا حاصل
ہوتا ہے کہ باقی ساری عمر میں اس قدر نہیں حاصل ہوتا۔ اس عمر میں علم کا خزانہ جو جمع ہوتا ہے اور اس کے
دماغ میں جو خیالات پیدا ہوتے ہیں وہ ایسے ضروری ہوتے ہیں کہ اگر ہم خیال کریں کہ وہ سب ملیا میٹ
ہو گئے تو پھر اس کو ایک ہفتہ جینا محال ہو جاتا ہے اور اس عمر کے آگے کلکتہ یونی ورسٹی کا ایم اے اور
ولایت کی یونی ورسٹی کے بے اے کا علم ہیچ ہے۔

بچپنے میں ہوتا ہے کہ دل لوح سادہ برائے ہر نقش آمادہ۔ جو چنگاری اس میں اول پڑتی ہے
وہ اپنی روشنی دکھاتی ہے۔ خیالات جلد ذہن میں آجاتے ہیں اور دیر تک قائم رہتے ہیں۔ بچپنا
ایک آئینہ ہوتا ہے جس میں سے بڑی عمر میں وہ چیزیں منعکس ہوتی ہیں جو اول اس کے سامنے آئیں
نہیں بچپنے میں جو باتیں ساتھ ہوتی ہیں وہ اخیر عمر تک ساتھ رہتی ہیں۔ اول خوشی اول غم۔ اول
کامیابی۔ اول ناکامی۔ اول ہم۔ اول کم بختی۔ آئندہ زندگی کی تصویر کی پرداز ہوتی ہیں
اس بچپنے ہی میں خصلت کی تعلیم کی ترقی ہو جاتی ہے یعنی مزاج کی۔ ارادہ کی۔ عادات کی جن پر
آئندہ ساری عمر کی خوشی کا بہت کچھ منحصر ہے۔ اگرچہ آدمی میں اپنی لیاقتوں کے انکشاف کے لئے
ایک خاص قوت اپنے آپ کام کرنے کی اور اپنے مدد کرنے کی موجود ہوتی ہے جس کو کچھ تعلق گرد کے
حالات سے نہیں ہوتا اور نہ اس کا عمل اپنے گرد کے آدمیوں پر ہوتا ہے مگر اتنا اس عمر میں اخلاقی خصلت
کی تخم پیدا ہوتی بہت ضرور ہے۔ اگر کسی عالی دماغ حکیم کو روزانہ بے ایمیوں اور بداخلاقیوں اور
پاجی کمینہ پنے کی حالتوں میں پھنسنا ہو تو وہ خود بخود وحشی پن کی طرف کھنچتا چلا جائیگا اور
اس کو خود کچھ نہ معلوم ہوگا۔ بس جب عاقلوں کا حال یہ ہو تو بے کس بچہ کا کیا حال ہوگا جو موم
کی طرح بہت آسانی سے نقش قبول کرنے کی قابلیت رکھتا ہے ممکن نہیں کہ خیانتوں اور تکلیفوں اور وحشی
پنے میں کوئی طبیعت شفقت آمیز ایسی پیدا کی جائے کہ برائی سے متنبہ ہو اور دل و دماغ کو پاکیزہ

اور با صفا بنائیے۔
گھر ہی بچوں کی شیرگاہ ہوتا ہے سبھی بچے ہی بڑے ہوکر عورت مرد ہوتے ہیں گھر کا اثر اُس قوت پر موقوف ہی جو اُس کی سرپرستی کرتی ہی جس گھر میں محبت کا اور ادا حقوق شریفانہ کا شوق غالب ہے جس میں دل و دماغ دونوں عاقلانہ حکم چلاتے ہیں جس میں زمرہ گِرد کا روبار زندگی میں دیانت۔ امانت۔ راستی موجود ہی جس میں عاقلانہ و مشفقانہ انتظام ہی۔ اس گھر میں یہ توقع ہوسکتی ہی کہ اولاد تندرست و خوش دل و نفع رساں ایسی پیدا ہو کہ جب اُس کو قوت اپنے مربیوں کے قدم بقدم چلنے کی حاصل ہو تو وہ نیک آدمی کے طریقوں پر چلے اپنے نفس پر ضابطہ ہو اور اپنے ہمسایہ کے آدمیوں کی بہبودی اور رفاہ میں معاون ہو۔
برخلاف اس کے اگر گھر کو جہالت گھیرے ہوئے ہے الھڑپن۔ اور خود مطلبی اس میں موجود ہی تو اس کے اندر جو اولاد پیدا ہوگی وہ ہی خصلتیں اختیار کریگی گو خود اُس کو اِس کا علم نہ ہو۔ جب وہ جوان ہوگی تو اکثر ناشائستہ کندہ ناتراش ہوگی اور اپنی سوسائٹی کے سر پر وہ آفت جب یاد لائیگی کہ بہت سے ترغیبوں اور تحریصوں کے درمیان آجائیگی جس کا نام مہذب و شائستہ زندگی رکھا گیا ہی۔ ایک یونانی حکیم کا قول ہی کہ اگر تم اپنے بچہ کو تربیت و تعلیم کے لئے ایک غلام کے حوالہ کردو تو تمہارے پاس ایک غلام کے دو غلام ہو جائیں گے۔ بچہ جو کچھ دیکھے اس کی نقل اتار نے سے اپنے تئیں وہ باز نہیں رکھ سکتا۔ ہر ایک چیز خواہ اوضاع و اطوار ہوں۔ حرکات و سکنات ہوں بول چال ہو۔ عادت ہو۔ خصلت ہو۔ وہ بچہ کے لئے ایک نمونہ ہی۔ بچہ کے لئے بچپن کا زمانہ بڑا مہتم بالشان ہوتا ہے جس میں وہ اپنے تئیں اپنی ہمراہیوں کا ہم رنگ اور ہم قالب بناتا ہے اگر ہم ساری زندگی کو تعلیم گاہ ٹھیرائیں تو اس میں اُس پر معلم ثانی کا اثر معلم اول سے کم ہوتا ہے۔ اگر ایک شخص دنیا کے گرد جہاز پر بیٹھ کر پھر آئے تو اُس پر ساری قوموں کا اثر وہ نہ ہوگا جو اس کی دایہ کا بچہ کی طبیعت ڈھالنے کا بڑا آلہ نمونہ ہے اگر کوئی چاہی کہ میری بچوں کی خصلتیں اچھی ہوں تو اُس کے سامنے اپنی خصلت کے اچھے نمونے پیش کرے ہر بچہ کی آنکھوں کے

سامنے جو نمونہ مستقل طور پر رہتا ہی وہ اس کی ماں ہوتی ہی +
مدرسہ کے سو معلموں کی برابر ایک اچھی ماں ہوتی ہی۔ گھر میں وہ ساری دلوں اور ساری آنکھوں کی مقناطیس ہوتی ہی۔ ماں کی پیرو اولاد ہمیشہ ہوتی ہی۔ مثال امر سے بہتر ہوتی ہی مثال تعلیم بالعمل کو کہتی ہیں امر زبانی حکم کو۔ مثال اپنی بے زبانی سے جو تعلیم کرتی ہی وہ زبانی اوامر نہیں تعلیم کرتے۔ مثال بد کے روبرو عمدہ اوامر بہت ہی کم فائدہ دیتے ہیں۔ مثال کی پیروی کی جاتی ہی۔ اوامر کی نہیں جب امر برخلاف عمل کے ہوگا وہ برائیاں نامردی کے ساتھ سکھائیگا۔ بچے بھی اپنے ماں باپوں کی اس بات کو سمجھ جاتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کچھ اور کرتے ہیں کچھ اور اگر کوئی واعظ کسی کا مال مار کر آستین میں رکھے اور دیانت کا وعظ کہے تو کچھ اثر نہ ہوگا + ... گھر عورت کی دار السلطنت ہوتا ہے اس میں ساری احکام اسی کے چلتے ہیں وہ اپنے بچوں کی ننھی ننھی رعیت پر حکم ناطق نافذ کرتی ہی۔ ہر چیز کے لئے بچے اپنی آنکھوں کو اسی کی طرف لگائے رہتے ہیں ہر وقت اُن کے روبرو وہی مثال اور نمونہ ہے جسکی وہ پیروی کرتے ہیں اور نقل اُتارتے ہیں گو اس کا علم خود اُن کو نہ ہوتا ہو۔ اسواسطے بچوں کے چال چلن اور طور طریقہ پر ماں کا اثر بہ نسبت باپ کے زیادہ ہوتا ہی۔ گھر میں ماں کا نیک مثال ہونا ایک بڑی نعمت ہی +

ابتداء عمر میں جو دل کے اندر خیالات جم جاتے ہیں اور جو اُس پر مثال اوّل کا اثر ہوتا ہے اُس کا حال ایسا ہوتا ہی جیسے کہ کسی چھوٹے پودے کی چھال پر حروف کندہ کردئے جائیں کہ وہ درخت کے ساتھ بڑھتے چلے جائیں گے۔ گو وہ کیسے ہی ہلکے ہوں مگر مٹنے کے نہیں جیسے کہ زمین پر بیج ڈالے جاتے ہیں کہ وہ کچھ مدت تک اُس میں پڑے رہتے ہیں پھر پھوٹتے ہیں اور بڑھتے ہیں یہی حال اُن خیالات کا ہوتا ہے جو ہماری دل میں اوّل جم جاتے ہیں کہ آخر کو وہی ہماری عادات اور اعمال ہو جاتے ہیں بچے جو کام کرتے ہیں یہ معلوم ہوتا ہی کہ ماں انکے اندر بیٹھی ہوئی کام کر رہی ہی بچے نادانستہ اپنی ماں کے اوضاع و اطوار۔ بول چال

چال چلن طریقہ زندگی کو اختیار کرتے ہیں ماں کی عادتیں اُن کی عادتیں ہوتی ہیں اور ماں کی خصلت اُن کی خصلت ہوتی ہے۔

نسل انسانی کا انتظام ظاہری مہر مادری ہے۔ اسکا اثر مدام اور عالمگیر ہے جب سے انسان پیدا ہوتا ہے اُس کی تعلیم شروع ہوتی ہے۔ اور اُس کے ساتھ ہی ماں کی محبت کا اثر شروع ہوتا ہے بچوں پر نیک ماؤں کا یہ اثر ایسا قوی ہوتا ہے کہ عمر بھر تک ان پر رہتا ہے جب اولاد دُنیا کے کام دھندوں جھگڑوں۔ بکھیڑوں و ترددات و تفکرات میں پڑتی ہے اور تکلیفات اور مشکلات پیش آتی ہیں تو وہ صلاح و مشورہ کے لئے نہیں بلکہ اپنے تسلی و تشفی کے لئے ماؤں ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں مثل مشہور ہے کہ مصیبت کے وقت ماں ہی یاد آتی ہے مائیں اپنے بچوں کے دلوں میں جو عمدہ و پاکیزہ خیالات جما دیتی ہیں وہی بڑے ہونے پر نیک اعمال کی صورت میں اپنا جلوہ دکھاتے ہیں ماں مرجاتی ہے اور سوا اُس کی یاد کے اُس کی کوئی چیز باقی نہیں رہتی ہے تو اس کی اولاد اس کی مغفرت کے لئے دعائیں مانگتی ہیں اور رحمتِ الٰہی بھیجتی ہیں۔

یہ کہنا مبالغہ نہیں ہے کہ راحت مصیبت۔ علم و جہل۔ شائستگی و ناشائستگی یہ سب دُنیا میں سب سے زیادہ اُس عورت کی حکومت پر موقوف ہیں جو وہ خاص اپنے گھر کی دارالسلطنت میں عمل میں لاتی ہے یہ سچ ہے اور بالکل سچ ہے کہ نیک عورتوں کا اثر تہذیب کا فی کا سبب ہوتا ہے نسل آیندہ کیا ہے وہی بچے ہیں جو ماؤں کی گود میں پڑے ہوئے ہیں اب بچوں کی کیا حالت ہوگی؟ جیسے ان کی مائیں ان کی تربیت و تعلیم کریں گی اور اپنی مثال دکھائیں گی سب سے اوّل معلم ماں ہوتی ہے جس کی برابر اثر کسی معلم کا نہیں ہوسکتا۔

سب معلموں سے زیادہ عورت نرمی و ملائمت سے تعلیم کرتی ہے۔ مرد انسانیت کا دماغ ہے اور عورت اس کا دل ہے وہ اس کی قوت ہے یہ اسکی حسانت و زیب و زینت ہے عمدہ عورتوں کی سمجھ۔ اپنی محبت و چاہت کے سبب سے کام کرتی ہیں مرد عقلی مدابیر کرتا ہے

مگر عورت قلب کی درستی کرتی ہے جس سے خصلت پیدا ہوتی ہے۔ مرد حافظہ کو پُر کرتا ہے۔ عورت دل کو پُر کرتی ہے۔ مرد جس بات کا یقین دلاتا ہے۔ عورت اس کی محبت دلاتی ہے۔ غرض عورت کی بدولت اکثر ہماری رسائی نیکی پر ہوتی ہے۔

بہت سی مثالیں ایسی موجود ہیں کہ نیک ماؤں نے اپنی اولاد کی نیک تعلیم کی مگر اس کا اثر اولاد پر کچھ نہ معلوم ہوا بلکہ وہ ابتداء جوانی میں کھٹ پھڑے... غرض بدمست اور بدکار شہرہ ہوئی مگر اس ابتدائی نیک تعلیم کا اثر پھر بھی دلوں پر اتنا باقی رہا کہ انکو شر سے پھیر کر خیر کی طرف لے آیا اور سرتاپا خیر بنا دیا۔ یہ دیکھنے میں آتا ہے۔ کہ مربی اپنی بچوں کے اندر نیک خصلتی اور صاف دلی دراستی پیدا کرنے میں کوشش کر رہی ہیں ور وہ بظاہر محض بیکار معلوم ہوتی ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ روٹیوں کو پانی پر پھینک رہی ہیں کہ جس میں وہ غائب ہوتی جاتی ہیں مگر بعض اوقات یہ واقع ہوتا ہے کہ ماں باپ قبر میں دفن ہو گئے اور دس بیس برس اس پر گذر بھی گئے کہ انھوں نے جو اپنے لڑکے لڑکیوں کو اپنی نیک مثالی دکھائی تھی اور امر و نہی نیک تعلیم کئے تھے اس کا اثر نمودار ہوتا ہے اور اس کا ثمر ان کو ملتا ہے۔ ابتداء عمر میں آدمی کو جس خصلت کی بیج پڑ جاتی ہے وہی ساری عمر مستقل خصلت ہو کر گلے کا ہار بن جاتی ہے ۔۔ یوں آدمی خواہ کتنی مدت تک جئے مگر عمر کے جو اول بیس برس ہوتے ہیں وہ نصف عمر سے کہیں زیادہ ہوتے ہیں انہیں کے اندر انسان میں جو باتیں پیدا ہو جاتی ہیں وہ باقی ساری عمر میں اپنے نتیجے دکھاتی ہیں ایک عیش پرست پیر کہن سال بستر مرگ پر پڑا تھا کہ ایک دوست عیادت کو آیا۔ اس نے کہا کہ اگر کوئی کام آپ کی خوشی کا میں کر سکتا ہوں تو ارشاد ہو اس نے کہا کہ آپ میری نوعمری کو واپس لا دیجئے تو میں توبہ کروں اور پھر اپنی اصلاح شروع کروں بھلا یہ کب ہو سکتا تھا بغیر اس کے بڑے میاں جو اپنی عادت کی زنجیر میں جکڑے ہوئے تھے کیسے رہائی پا سکتے تھے۔ آدمی کا ارادہ اول بُرا ہوتا ہے اور

پھر برائی کی عادت ہوتی ہے اور جب برائی نہیں روکی جاتی تو وہ شرط و لازمہ زندگی ہو جاتی ہے اور اپنے حلقے جوڑ جوڑ کر زنجیر بناتی ہے کہ جس میں آدمی پھنس کر نہیں نکل سکتا ہے انسان کی خصلت کی معمار مائیں ہی ہوتی ہیں نیک ماں کو یہ سمجھو وہ کامل معلمہ قدرتی ہوتی ہے۔ باپوں سے زیادہ نیک مائیں تہذیب انسانی کی طرف مائل ہوتی ہیں گھر میں وہ اخلاقی کرہ ہوا بناتی ہیں جس سے انسان کی اخلاقی ہستی پر وہی اثر ہوتا ہے جو اس کرہ ہوا کا جسمانی ہستی پر۔ جب گھر کے رہنے والوں کو ماؤں کی نیک مزاجی۔ ملائمت شفقت عقل کے ساتھ گھیرتی ہے تو انکی طبیعتیں دلیر اور صاف و پاکیزہ وہ پیدا ہوتی ہیں کہ جن میں خوش مزاجی۔ قناعت اطمینان ہوتا ہے۔

اگر کوئی عورت نیک اطوار۔ کفایت شعار۔ خوش مزاج۔ پاکیزہ طبیعت غریب کے گھر میں بھی سرپرست ہوگی تو سارے کنبے کی زندگی بخیر و عافیت بسر ہوگی۔ اور وہاں چین و آرام۔ نیکی خوشدلی اپنے جلوے طرح طرح سے دکھائے گی۔ اس میں مرد کے لئے بہت سے ہمراہی دل کے خوش کرنے والے موجود ہوں گے۔ دلوں کے لئے عبادت گاہ وہاں تیار ہے حادثات زمانہ سے بچنے کے لئے مامن وہ ہے۔ محنت و مشقت کے بعد آرام پانے کی آرامگاہ وہ ہے مصیبت و کم بختی میں تسلی و تشفی وہاں ہے۔ غرض ہر درد کی دوا وہاں موجود ہے اور ہر وقت خوشی و راحت کا سامان آمادہ ہے۔

گھر صرف بچپنے کے لئے نہیں بلکہ ساری عمر کے لئے سب سے زیادہ عمدہ تعلیم گاہ ہے خوش مزاجی صبر و تحمل۔ نفس کشی و ادا و فرائض کی تربیت سب بڈھے۔ جوان۔ بچے۔ اچھی طرح سیکھ سکتے ہیں خوش اخلاقی و نیک اطواری سکھانے کے لئے عمدہ مدرسہ گھر ہے جس میں عورت معلمہ باعمل ہمیشہ موجود ہے بغیر عورتوں کے تو مرد نجاست آلودہ رہتے ہیں گھر ہی حب الوطنی کا مرکز ہوتا ہے وہیں سے وہ پھیلتی ہے۔ جو ہمارے ہم صحبت پسند ہوتے ہیں انہیں کی محبت۔ خدمات جمہوری کی محبت کا تخم بوتا ہے۔ بڑے بڑے اعلےٰ رتبہ کے دانشمندوں کو

اس قرار سے شرم نہیں آتی ہے کہ گھر کے دائرہ استوار میں اپنے بچوں کے سر پیچھے بیٹھنے سے سب سے زیادہ راحت اور خوش دلی ان کو ملتی ہے۔ جو شخص اپنے فرض کو ادا کرتا ہے اور پاک زندگی رکھتا ہے وہ بڑی موثر تیاری کرتا ہے کہ جمہوری خدمت بجا لائے اور ان کے حقوق کو ادا کرے۔ جو شخص اپنے گھر سے محبت رکھتا ہے وہی شوق سے اپنے ملک کی خدمت و محبت کریگا۔ .... جیسے کہ خصلت کے لئے

دایہ اور مدرسہ سب سے بہتر گھر ہے ایسا ہی وہ بدتر بھی ہے۔ گھر میں ایسی قوت بھی ہوتی کہ بے حساب شرارت و جہالت بچپنے سے بالغ ہونے تک وہ پیدا کرتی ہے۔ ماؤں اور دایوں کی نالائقی سے دم اولیں سے دم آخریں تک کیسی اخلاق کی آفات اور امراض کی کثرت پیدا ہوتی ہیں۔ بچے کو ایک پاجی جاہل دایہ کے حوالہ کردو تو بچہ میں وہ عیب پیدا ہوگا کہ ساری عمر اُس کے دور کرنے کے لئے تربیت و تعلیم کرو تو وہ دُور نہیں ہوگا۔ جس گھر میں ماں شریر۔ غبی۔ نابکار۔ کاہل ہو گھر پھیں نکالتی ہو جھنجلاتی ہو نجیبگی پھیلاتی ہو وہ گھر جہنم ہے جسے بھاگنے کو دل چاہتا ہے اور جسکی طرف رُخ کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ جن بچوں کی بدنصیبی کے سبب سے ایسے گھروں میں پرورش ہوئی ہے وہ اخلاق میں بودے اور بزدل ہونگے اور نہ اپنے لئے اور نہ اوروں کے لئے اچھے ہونگے بلکہ بُری بدی پھیلائینگے نپولین بونا پارٹ اکثر کہا کرتا تھا کہ بچوں کا چال چلن آئندہ بُرا بھلا ماؤں پر صرف موقوف ہے وہ اپنے عروج کی نسبت کہا کرتا تھا کہ ماں کی بدولت زیادہ تر حاصل ہوا ہے

...... گھر میں مستعدی ارادہ نفس پر غالب ہونے کی تعلیم اُسکی اچھی طرح ماں نے کی تھی۔ ایک شخص اُس کی نسبت لکھتا ہے کہ اُس کی ماں نے درشتی و نرمی و عدالت کو ملا کر اس طرح اس کی تعلیم کی کہ محبت آداب۔ اطاعت۔ یہ سب اس کے دل میں پیدا ہو گئے اطاعت کی خوبی اس میں ماں ہی کے سبب سے پیدا ہوئی تھی۔ کلوں کے ایک بڑے کارخانہ کا مہتمم بچوں کو اپنے کارخانہ میں جب لگاتا تو ان کی ماؤں کے چال چلن کی تحقیق کر لیتا

اگر وہ اچھا ہوتا تو اُس کو اطمینان رہتا کہ یہ بچے بد چلن نہ ہونگے۔ وہ باپ کے چلن کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ یہ دیکھنے میں آتا ہی کہ باپ آوارہ خراب شرابی رند ہو گیا مگر ماں نے علم عاقلہ ہوشیار تھی تو اُس نے گھر کو سنبھال لیا اور بچوں کو ایسا نیک اٹھایا کہ انھوں نے اپنی عزت آبرو کے ساتھ اپنی زندگی بسر کی۔ برخلاف اُس کے اگر ماں بد وخراب ہوئی۔ اور باپ نیک چلن ہوا تو بچے شاذونادر ہی ایسے اچھے نکلے کہ وہ اپنی زندگی کے کاموں میں کامیاب ہوئے ہوں۔

مردوں کی خصلت بنانے میں عورتیں جو اثر کرتی ہیں بہت سا حصہ اس کا ضرور ہے کہ نامعلوم رہا وہ اپنے کنبے اور گھر کے اندر بیٹھی ہوئی۔ چپ چپ تنہائی میں عمدہ عمدہ کام سرانجام دیتی ہیں اور اپنے فرض کے ادا کرنے میں سعی بڑے تحمل کے ساتھ اور نہایت استقلال صبر کے ساتھ کرتی ہیں اُن کے کام جو بڑے کامیابی کے ساتھ ہوتے ہیں وہ اس سبب سے کہ اپنی ذات سے اور گھر سے متعلق ہوتے ہیں گھر ہی کے اندر رہتی ہیں باہر نکل کر دھوم دھام نہیں مچاتے اور نہ وہ تحریر میں آتے ہیں اور نہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ جب ناموروں کی سوانح عمری لکھی جائیں تو اُنمیں یہ بیان ہو کہ اُن کی خصلت بنانے اور عظیم الشان نیک کاموں کی تحریک دلانے میں اُن کی ماؤں کا حصہ کیا تھا؟ مگر باوجود اس کے وہ اپنے صلہ اور انعام سے محروم نہیں ہتیں جو اثر وہ کرتی ہیں گو نوشت خواند میں نہ آئے مگر وہ اُن کے بعد باقی رہتا ہے اور ہمیشہ اپنے نتائج خیر کو جاری رکھتا ہی عورتوں نے نہ تو بڑی بڑی تصویریں بنائیں نہ بڑی بڑی کتابیں تصنیف کیں نہ الجبرا ایجاد کیا۔ نہ دوربین اور دخانی کلیں اختراع کیں مگر انھوں نے اُن سے زیادہ ایجاد و اختراع کئے ہیں کہ صاف باطن نیک صفات اہل دل موجودوں کو اپنی گود میں تعلیم و تربیت کیا ہے اس سے بہتر کیا ایجاد دنیا میں ہو سکتا ہی۔ اگر عورتوں اور مردوں کی خصلتوں کا فیصلہ اس لحاظ سے کیا جائے کہ کس نے زیادہ بھلائی دنیا میں پھیلائی

تو عورتوں کو ترجیح رہیگی۔ خلاصہ یہ ہے کہ دُنیا میں بچہ کو جو سب سے بہتر نعمت مل سکتی ہے وہ ایسی ماں کا ملنا ہے جو لائق اور شائق ان کی خصلت بنانے کی ہو۔ دُنیا میں بڑی بڑی نامور حکیم۔ شاعر۔ مدبر۔ مؤرخ۔ سپہ سالار۔ جنرل۔ صناع غرض ہر قسم کے اہل قلم و اہل سیف و اہل حرفہ باکمال گذرے ہیں کہ اُنھوں نے خود بیان کیا ہے کہ یہ کمالات اور خوبیاں ہم میں ماؤں کی بدولت پیدا ہوئی ہیں وہ عورتیں نہ تھیں بلکہ خدا تعالیٰ نے فرشتوں کو عورتوں کی صورتوں میں بنا کے تھوڑے دنوں کے لئے دُنیا میں بھیجدیا تھا۔

انسان کے ہر معاملہ عملی میں جسکے اندر خوش اسلوبی و ترکیب و بہم رسانی و کارگزاری کی ضرورت پڑتی ہے اس میں سلیقہ مندی کی بھی حاجت ہوتی ہے۔ سلیقہ مندی کی اصل یہ باتیں ہیں۔ خوش اسلوبی۔ درستی۔ ترکیب۔ محنت۔ کفایت شعاری۔ تادیب۔ منصوبہ باندھنے اور تدبیر کرنے کا علم۔ وسائل کو مآل کار کے ساتھ موافق کرنا۔ بس عورتوں میں سلیقہ مندی کی تعلیم ہے بغیر ان کی سلیقہ مندی کے کنبے اور گھر کی نیک نظمی و بہبودی ہو نہیں سکتی اور ان میں چین و آرام نہیں مل سکتا۔ جیسے کہ مردوں کی سلیقہ مندی کی لیاقت و عادات سے۔ تجارت۔ زراعت۔ اور صنعت کے کارخانوں کو رونق ہوتی ہے۔ ایسی ہی عورتوں کی سلیقہ مندی کی لیاقت و عادات سے گھروں کو رونق ہوتی ہے۔

یہ خیال بہت پھیلا ہوا ہے کہ جس سلیقہ مندی کا ذکر اوپر ہوا ہے وہ صرف مردوں ہی سے متعلق ہے۔ عورتوں کو اُس سے کیا سروکار۔ مگر اُس میں بڑی خرابیاں ہیں۔ مثلاً ہندسوں کا علم ہی۔ ایک لڑکے کو خوب اچھی طرح حساب سکھا دو تو وہ آدمی اس سبب سے بن جاویگا۔ کہ حساب اُس کو خوش اسلوبی۔ درستی۔ قیمت۔ تناسب۔ تعلقات کو بتلائے گا اب یہی حساب لڑکیوں کو نہ سکھایا جائے تو اُس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جب وہ بیاہی جائینگی اور خاوند کے گھر میں اُن پر گھر بار کا بوجھ پڑیگا تو وہ ہندسوں کے نہ جاننے سے اور جمع و ضرب کے نہ آنے سے اپنے گھر کی آمد و خرچ کا حساب نہیں کھ سکیں گی اور غالباً

ایسی متواتر غلطیاں کریں گی کہ جس سے گھر میں چیں چیں مچے۔ حساب کے آسان اصول کے نہ جاننے سے وہ اپنے خانگی امور کا انتظام اچھی طرح نہیں کرسکیں گی اور اس جہالت محض سے .... بعض فضول خرچیاں ایسی ہو جائیں گی کہ گھر کی خیر و عافیت میں خلل پڑ جائیگا۔ سلیقہ مندی کی جان خوش اسلوبی ہے اس کے آگے بے ڈھنگا پن کھڑا رہتا نہیں۔ پھوہڑ پن دور بھاگتا ہے۔ خوش اسلوبی میں وقت کی پابندی کی ضرورت ہی۔ جو ایک بڑی صفت سلیقہ مندی کی ہے۔ جو عورت وقت پر کام نہیں کرتی وہ اپنے سے نفرت اوروں میں پیدا کرتی ہے اس لئے کہ وہ وقت کو ضائع اور خراب کرتی ہے سلیقہ مند مردوں کے نزدیک وقت زر ہے۔ مگر سلیقہ مند عورتوں کے نزدیک زر کے علاوہ وہ گھر کا چین و آرام اطمینان اقبال مندی ہے۔

ہوشیاری بھی سلیقہ مندی میں داخل ہے۔ علمی دانائی کا نام ہوشیاری ہی جو نہایت تربیت یافتہ دانست سے پیدا ہوتی ہے وہ چیزوں کا موزوں و مناسب ہونا دیکھتی ہے اور صحیح کام بتلاتی ہے اور اس کو صحیح طور پر کرنا سکھاتی ہے وہ وسائل۔ ترتیب۔ وقت و خوش اسلوبی سے کام کرنے کا حساب کرتی ہے۔ تجربہ سے ہوشیاری سیکھی جاتی ہے اور علم سے اس میں تیزی آتی ہے۔

ان وجوہ سے کل عورتوں پر لازم ہے کہ وہ سلیقہ مندی کی عادت پیدا کریں کہ جس سے وہ دُنیا کی روزانہ کاموں اور زندگی میں موثر مددگار و معاون ہوں۔ عورتیں ہی بچوں کی دودھ پلانی والی۔ پرورش کرنے والی۔ تعلیم کرنے والی ہوتی ہیں گھر کی قوت کی درستی کے لئے مدد اور قوت کی ضرورت ہے جو عقلی تعلیم ان کو پہنچاتی ہے ماؤں کی محبت طبعی فقط کافی نہیں ہوتی عقل حیوانی نسل حیوانات کو قائم رکھتی ہے۔ کیونکہ اس کو ضرورت تربیت و تعلیم کی نہیں ہوتی۔ لیکن عقل انسانی جسکی ضرورت ہمیشہ گھٹنے میں رہتی ہے تعلیم کی محتاج ہے۔ نسل انسانی کے نشو و نما کی صحت جسمانی تو انتظام الٰہی کی طرف سے عورتوں کے

حوالہ ہوئی ہے۔ اور اس فطرت جسمانی کے اندر فطرت عقلی و فطرت اخلاقی نے سکونت اختیار کی ہے۔ بس عورتوں کو سب سے پہلے یہ سمجھنا ضرور ہے کہ صحت جسمانی و صحت اخلاقی و صحت عقلی بموجب قوانین فطرت کے کیونکر حاصل ہو سکتی ہیں ان قوانین فطرت کے علم بغیر ماں کو اکثر اپنی محبت کا جرمانہ اپنی بچہ کے کفن میں ادا کرنا پڑتا ہے آدمی کے ایک تہائی بچے پانچ سال کے اندر مر جاتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ مائیں قوانین فطرت سے آگاہ نہیں ہوتیں وہ ترکیب جسمانی سے جاہل۔ تازی ہوا۔ صاف پانی کے استعمال کو نہیں جانتیں اور زود ہضم غذا کے تیار اور بنانے کو نہیں سمجھتیں حیوانات میں اس قدر بچے کسی حیوان کے نہیں مرتے جیسے کہ انسان کے۔ یہ کہنا بالکل سچ ہے کہ جیسی مردوں کو ویسی ہی عورتوں کی عقل اس لئے دی گئی ہے کہ وہ کام میں لائی جائے نہ یہ کہ نکمی رکھ کر سڑائی جائے۔ یہ عطیات بغیر کسی مطلب مقصد کے نہیں عطا ہوئے خدا تعالیٰ اپنی عطیات زیادہ دیتا ہے مگر وہ ان کو ضائع نہیں کرتا۔

عورت اس لئے نہیں بنائی گئی کہ وہ مرد کے لئے بے عقل و فہم رہ کر مزدورنی کی طرح خدمت کے لئے بنے۔ یا ایک خوبصورت کھلونا وقت فرصت میں اس کے دل بہلانے کے لئے بلکہ وہ اپنی ہستی اپنے لئے ایسی ہی رکھتی ہے جیسے کہ اوروں کے لئے۔ اس کے ذمے ایسے نازک جواب دہی کے فرائض ہیں کہ جن کے لئے دماغ تعلیم یافتہ اور دل شفقت انگیز چاہیئے۔ وہ اس لئے یہاں نہیں آئی کہ بناؤ سنگار کرکے وضعداری میں کمال پیدا کرے جیسا کہ اس زمانہ میں رواج ہو رہا ہے کہ بہت سا وقت اس میں وہ ضائع کرتی ہیں گو یہ زیبائش آرائش کا سلیقہ جوانی کے جوبن کو دل ربا اور دل آویز کر دیتا ہو۔ مگر یہ دلربائی کچھ اصلی کاموں میں فائدہ نہیں دیتی۔ عورتوں کی تعلیم کے باب میں ہمیشہ سے اختلاف آرا چلا آتا ہے۔ ایک طرف نہایت تنگ دلی سے یہ رائے نامعقول بیہودہ لچر لغو دی جاتی ہے۔ عورتوں کو علم کیمسٹری کا اتنا آنا کافی

ہے کہ وہ ہنٹر یا یکالیس اور علم جغرافیہ اتنا بہت ہی کہ وہ اپنی گھر کے کمرے جانتی ہوں بڑا کتب خانہ ان کے لئے یہ ہے کہ ایک کتاب مقدس ان پاس ہو۔ دوسرے طرف اس کے مقابل ایک رائے۔ جس میں مبالغہ غلو۔ فضولی فطرت کی مخالفت موجود ہے یہ دی جاتی ہے کہ تعلیم میں عورت و مرد دونو ہم پلہ ہوں۔ کوئی تمیز ان میں سوائے تذکیر و تانیث کے نہ کی جائے۔ حقوق میں اور رائے دینے میں دونو برابر ہوں منصب جاہ و دولت و حکومت کے لئے جو زندگی کو خطرناک اور خود غرض بناتے ہیں دونو مساوی سمجھے جائیں فقط عورت ہونے کی وجہ سے کسی جاہ و منصب سے محروم نہ ہو۔

ابتدائے عمر میں جو تعلیم و تادیب نہایت مناسب لڑکوں کے واسطے ہے وہی لڑکیوں کے لئے ہے۔ تربیت تعلیم کی استعداد اور قابلیت جیسی مردوں میں ہے ویسی ہی عورتوں میں ہے۔ مردوں کی اعلیٰ درجہ کی تعلیم کے حق میں جو دلائل متین اور براہین عظیم بیان کی جاتی ہیں وہی عورتوں کی اعلیٰ درجہ کی تعلیم کے لئے وکالت نہایت متانت سے کر رہی ہیں گھر کے تمام کارخانوں میں عقلمندی عورتوں کے بکارآمد اور موثر ہونے کو زیادہ کردیگی یہ عقلمندی عورتوں میں تفکر اور مآل اندیشی پیدا کریگی وہ پہلے سے ان کو سمجھا دیگی کہ زندگی کی ضروریات کیا ہیں اور وہ کیونکر بہم پہنچ سکتی ہیں وہ اُن سے انتظامات خانہ داری کی تدابیر نہایت عمدہ ظاہر کرائیگی۔ غرض ہر طرح سے ان کی تقویت کا سبب ہوگی۔ ان کی قواء عقلیہ کی تادیب سے یہ فائدہ حاصل ہوگا کہ وہ جیسے اپنے بھولے پنے سے اور جہالت سے لوگوں کے دغا و فریب کے جال میں پھنس جاتی تھیں۔ پھر اب ایسی نہیں پھنسیں گی دغا و فریب کی آفات سے بچی رہیں گی اخلاقی اور مذہبی تربیت سے یہ نفع ہوگا کہ ایک مخزن اپنے رعب داب کا مادی کشش سے بھی زیادہ قوی اور استوار انکو حاصل ہوگا۔ اور سچی خود اعتمادی اور خود اعتباری سے وہ خانہ داری کے چین و آرام کے اور خوش دلی کے سچے چشمے کھول دینگی +

جیسی عورتوں کے دماغ وخصلت کی تربیت خاص انکی ذات کی بہبودی کے لئے کی جائے ویسی اوروں کی خوش دلی کے لئے بھی کی جائے۔ مردوں کے اخلاق اور دماغ کا صحیح رہنا عورتوں پر موقوف ہے۔ علی العموم آدمیوں کی اخلاقی حالت گھر کی تعلیم پر موقوف ہوتی ہے۔ اسلئے عورتوں کی تعلیم ایک قومی اور مہتم بالشان سمجھا جاتا ہے عورتوں کی پاکیزگی اخلاق اور تربیت عقلی بڑی ملاذ وماویٰ مردوں کی اخلاقی خصلت اور عقلی قوت کی ہیں جیسے یہ دونوں کرانے قوی کو کامل طور پر ظاہر کرینگے ویسا ہی قوم کا انتظام زیادہ عمدہ ہوگا۔ اوراس کی برتری اور اقبال مندی یقینی ہوگی۔

سب جگہ عورتوں کا اثر ایک سا ہے سارے ملکوں میں آدمیوں کے اخلاق واوضاع واطوار و خصلت حالت پر وہ اثر کرتی ہیں جہاں وہ رذیل اور پاجی ہوئیں قوم ذلیل ورذیل ہوئی۔ جہاں وہ پاکیزہ اخلاق وروشن ضمیر ہوئیں اسی کے مناسب قوم برتر ہوئی۔ بس اسی لئے عورت کا تعلیم کرنا حقیقت میں مرد کا تعلیم کرنا ہے۔ اُس کی خصلت کا برتر کرنا گویا اپنا برتر کرنا ہے اس کی عقلی آزادی کی افزائش کرنی گویا کل قوم کی عقلی آزادی بڑھانی ہے جیسے گھروں سے باہر نکلتی ہیں اور وہ ماؤں سے پیدا ہوتی ہیں۔

یہ امر محقق ہے کہ عورتوں کی شائستگی وروشن ضمیری وتہذیب سے قوم کی خصلت کی برتری حاصل ہوتی ہے۔ مگر یہ امر مشتبہ ہے کہ معاملات ملکی اور بعض اور مشکل کے کاموں میں بھی مردوں کے ساتھ مقابلہ میں ہمسری کرنے کا استحقاق وہ رکھتی ہیں دنیا میں عورت مرد کی ذات کے ساتھ خاص کام مخصوص ایسے ہوتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے نہیں کرسکتے ہیں بعض کام مردوں سے ہوسکتے ہیں عورتوں سے نہیں ہوسکتے۔ اور بعض کام عورتوں سے ہوسکتے ہیں وہ مردوں سے نہیں ہوسکتے۔ عورتیں جب اپنے گھروں سے اور کنبوں سے جدا ہوکر اور کاموں میں مصروف ہونگے۔ تو معاشرت انسانی کے تمام سررشتے شکست ہوجائیں گے۔ اگر عورتیں معاملات ملکی میں دخیل ہوں تو کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی

کہ اس سے ان کی کوئی ترقی و برتری ہو۔ عورتوں کو جو معاملات ملکی میں اختیار
واقتدار نہیں حاصل ہے اس کے معاوضہ میں زیادہ اختیار واقتدار اُن کو امور
خانہ داری میں حاصل ہے۔ گھر کی وہ معلمہ ہوتی ہیں جن سے تعلیم پاکر عورت اور مرد
کام دنیا کے خیر و خوبی کے ساتھ کرتے ہیں۔ اگر غور سے دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ عورتوں کو
وہ اختیارات حاصل ہیں کہ اگر مرد اُن کو چھیننا چاہیں تو چھین نہیں سکتے وہی تو ساری
دنیا میں حکومت و فرماں روائی کر رہی ہیں۔ مگر یہ حکومت ان کی محبت کی ہے وہی
نسل انسانی کی خصلت بناتی ہیں جس سے اُن کو وہ قدرت و حکومت حاصل ہوتی
ہے کہ جس کے آگے کسی کو ووٹ دیکر ممبر پارلیمنٹ بنا دینا یا مقنن مقرر کر دینا کچھ حقیقت
نہیں رکھتا ہے۔ جو سچے مصلحان نسواں ہیں ان کو دل و جان سے اس طرف متوجہ ہونا
چاہئے کہ عورتوں کے ہاتھ میں جو خانہ داری کا کارخانہ ہے اس میں وہ منتظم و کفایت
شعار ایسی ہو جائیں کہ کسی چیز کو ضائع نہ ہونے دیں۔ خاص کر کھانا پکانے میں وہی
شخص نوع بشر کا سچا خیر خواہ سمجھا جاتا ہے جو اُس زمین میں کہ ایک بال پیدا ہوتی تھی
دو بالیں پیدا کر دے۔ ایسی ہی عورت وہی خیر خواہ بشر ہے جو کھانا پکانے کا
اور امور خانہ داری کا انتظام ایسا رکھے کہ ذرا سی چیز بھی ضائع نہ جائے۔ اگر عورتوں
میں یہ صفت پیدا ہو جائے تو ملک کو ایسا فائدہ ہو جیسے کہ اُس کی مزروعہ زمین بڑھ
جانے سے ❖

باب سوم

صحبت اور مثال ❖

گھر کی قدرتی تعلیم کا اثر بڑی عمر تک رہتا ہے اور یقینی آخر دم تک بالکل موقوف نہیں ہوتا
مگر جب عمر کے برس بڑھتے ہیں تو ایسا وقت بھی آتا ہے کہ فقط گھر ہی کا اثر خصلت
بنانے پر مسلط نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے بعد اور بھی اثر ہوتے ہیں۔ مدرسہ کی مصنوعی

تعلیم کا دوستوں کے مصاحبت اور آشناؤں کی مجالست کا۔ یہ اثر متواتر خصلت کو مثال کے زبردست اثر کے سانچے میں ڈھالتے رہتے ہیں۔

مرد جوان بوڑھے بلکہ جوان زیادہ بوڑھوں سے اپنے ساتھیوں کے اتباع کرنے سے اپنے تئیں باز نہیں رکھ سکتے۔ ایک دانشمند عورت کا قول ہے کہ جیسی ہم غذا کھائیں گے ویسا ہی اثر اس کا ہمارے جسم پر ہوگا۔ ایسی ہی جیسی صحبت میں ہم بیٹھیں گے ویسا ہی اثر ہماری روح پر ہوگا جو ہم کو معلوم بھی نہیں ہوگا۔ اگر صحبت اچھی ہے تو اس کی باتوں کا اور نیکی کا نیک اثر ہوگا اور اگر صحبت بری ہے تو اس کا اثر برا ہوگا۔ یہ ناممکن ہے کہ ہماری ساتھی دوست آشنا جو ہر وقت ہمارے قریب رہتے ہیں اپنا طاقت ور اثر ہماری خصلت بنانے میں نہ کریں۔ انسان بالطبع متبع ہے ساتھیوں کی گفتار۔ رفتار۔ دستار۔ حرکات سکنات۔ خیالات کی عادات یہ سب اپنا اثر کم و بیش بہت آدمیوں کے دلوں پر کرتی ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ صحبت اثر تام دارد۔ مثال بڑی معلم انسان کی ہے وہ بغیر مثال کے کچھ سیکھتا ہی نہیں ایک بزرگ دانشمند کی لوح مزار پر یہ کتابہ خوب کندہ تھا۔ کہ یاد کر تشبہ کر مستقل رہ۔

اتباع کا اثر آدمی پر ایسا نامعلوم ہوتا ہے کہ آدمی کو اس کی خبر نہیں ہوتی مگر اس سے وہ کچھ کم نہیں ہو جاتا۔ وہ اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ خصلت میں تبدل اس سے ہوتا ہے یہ تبدل اس صورت میں ہوتا ہے کہ کوئی طبیعت نقاش نقش پذیر طبیعت کے ساتھ ہم نشین ہوتی ہے۔ طبائع خواہ کیسی ضعیف ہوں وہ اپنے گرد کے آدمیوں پر کچھ نہ کچھ اثر کئے بغیر نہیں رہتیں صحبت سے خیالات میں اور باہم انفعال و تاثرات قلبی میں ایک دوسرے کی ساتھ قریب ہوتے جاتی ہے۔ مثال اپنے عمل کو کبھی موقوف نہیں کرتی۔

بڑی عمر کے دو آدمی مدتوں تک ہم خانہ رہیں تو صحبت کے اثر سے رفتہ رفتہ وہ مشابہت ان میں پیدا ہوتی جاتی ہے کہ اگر کافی مدت تک وہ زندہ رہیں تو انہیں تمیز کرنی مشکل ہوتی ہے پس جب یہ بڑی عمر والوں کا حال ہو تو چھوٹی عمر والوں کا حال کیوں نہ ہو اس لئے کہ اس عمر میں طبائع

ملائم اور دل نرم ایسے ہوتے ہیں کہ اوروں کے اخلاق و اوضاع و اطوار کے نقش بہت آسانی سے جم جاتے ہیں۔

یہ ایک امر قدرتی ہے کہ جو حالتیں کہ ہماری خصلت بنانے میں معاون ہوتی ہیں وہ ہمارے بڑھنے کی ساتھ اپنا اثر عظیم کام میں لاتی ہیں جیسے عمر کے برس بڑھتے ہیں ایسے ہی اتباع و امتثال ہمارے دستور میں داخل ہوتے جاتے ہیں۔ پھر یہ دستور بتدریج عادات میں شامل ہو جاتے ہیں جس میں وہ بلا کی قدرت ہے کہ پہلے اس سے کہ اُس کی خبر ہم کو ہو ہم اپنی ذاتی آزادی کسی قدر اُس کے حوالہ کر دیتے ہیں ایک دفعہ افلاطون نے کسی احمقانہ بازی پر ایک لڑکے پر لعنت ملامت کی لڑکے نے کہا کہ آپ کیا ادنیٰ بات پر مجھے لعن طعن کرتے ہیں افلاطون نے کہا کہ دستور ادنیٰ امر نہیں ہے جب دستور عادت میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ ایسا جابر و قاہر ہوتا ہے کہ بعض اوقات آدمی اُس کے سبب سے ان رذائل میں پھنسا رہتا ہے جن پر دل سے وہ تبرا بھیجتا ہے جو آدمی کہ عادات کے غلام ہو جاتے ہیں تو پھر اُن کی قوتوں کی مقابلہ کے لئے وہ مرد میدان نہیں رہتے۔ اسی لئے یہ کہا گیا ہے کہ اخلاقی تادیب و تعلیم کا کمال عظیم یہ ہونا چاہیے کہ آدمی کے دل و دماغ میں وہ قوت پیدا کی جائے کہ وہ عادات کے تسلط پر غالب ہو + نوعمروں کی تعلیم خصلت مثال سے خودبخود نادانستہ ہوتی ہے مگر یہ کچھ ضرور اور لازمی نہیں ہے کہ ہم مجہول پنے سے اپنے گرد کے آدمیوں کے متبع و پیرو ہو جائیں۔ ہم صحبتوں کے چال چلن سے زیادہ ہمارا خود چال چلن ہماری زندگی کے اصول و مقاصد کو متعین کرتا ہے۔ ہر شخص جسمانی و روحانی حرکات آزادانہ کر سکتا ہے ارادہ کی قوت رکھتا ہے وہ اپنے پسند کے موافق خاص دوستوں اور آشناؤں کو انتخاب کر سکتا ہے جو چھوٹی اور بڑی عمروں کے اپنے ہوائے نفسانی کے بندے بن جاتے ہیں یا اوروں کا اتباع یا چیانہ اختیار کرتے ہیں ان کے مقاصد زندگی ضعیف ہو لیتے ہیں۔ مشہور بات ہے کہ آدمی کی حالت اُس کی جلیسۂ صحبت سے معلوم ہوتی ہے جیسا آدمی ہوتا ہے ویسی صحبت اختیار

کوئی زاہد طبع کسی رند مشرب کا جلیس کوئی نفیس مزاج کسی غلیظ طبع کا انیس کوئی شائستہ مہذب کسی ناشائستہ جاہل کا مصاحب نہ ہوگا۔ جب آدمی کا مذاق ذلیل ہوتا ہے اس کی طبیعت میں رذائل کا میلان ہوتا ہے تو وہ بُری صحبت میں خراب اوباشوں کے پاس بیٹھتا ہے اور جب اُن سے خلا ملا زیادہ ہو جاتا ہے تو پھر خصلت میں رذالت و کمینگی آجاتی ہے

84

حکیم سنیکا کہتا ہے کہ بُرے آدمیوں کے ساتھ گو ہم کلامی بالفعل قباحت نہ کرے مگر وہ آخر کو نہایت مضر ہوتی ہے۔ وہ اپنے بیج ہمارے دلوں میں بو دیتی ہے اور جب بولنے والے سے ہم جدا ہو جاتے ہیں تو وہ ہمارے پیچھے ہو لیتی ہے۔ نوعمروں کو دانشمندانہ ہدایت کی گئی ہو اور اُن کی طبیعت پر عاقلانہ اثر ڈالا گیا ہو اور خود اُن کی آزادانہ مستعدی کوشش کے موافق کام کرتی ہو تو وہ ہمیشہ اپنے سے بہتر آدمیوں کی صحبت تلاش کرینگے اور ان کا اتباع کرینگے۔ طبائع نوخیز کے نشو و نما کے لئے نیک آدمیوں کی صحبت عمدہ غذا ہے اور بُری صحبت زہر آلودہ پھل ہے **شعر**

صحبتِ صالح ترا صالح کند ٭ صحبتِ طالح ترا طالح کند

بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ جہاں اُن سے ہماری جان پہچان ہوئی ہم اُن سے محبت کرتے ہیں اُن کی تعظیم تکریم آفرین تحسین کرتے ہیں بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ جہاں اُن سے شناسائی ہوئی تو ہم اُن سے بچتے ہیں اور ان کی حقارت کرتے ہیں چین والوں کی ضرب المثل ہے کہ بھیڑیوں میں رہنے سے بھوکنا خود آجاتا ہے۔ یہی جو معمولی خود غرض مطلب آشنا لوگ ہوتے ہیں اگر ان کے ساتھ اُٹھو بیٹھو میل جول رکھو تو یہ امر تمہارے حق میں مضر ہوگا۔ دل کو تمہاری خود غرضی۔ گھٹنے پن۔ خشک مزاجی۔ کند طبعی کی طرف رغبت ہوگی۔ دل و دماغ چھوٹے چھوٹے سوراخوں میں گھسنے لگیگا۔ دل بگڑ جائیگا تنگ ہو جائیگا۔ اخلاقی طبیعت میں ضعیف و تلون پیدا ہوگا۔ زمانہ سازی طبیعت ہو جاویگی جو اصلی شرافت اور فیاضانہ عالی ہمتی کے حق میں مضر ہوگی

اشعار سعدی

طلب کردم ز دانایان یکے پند ؛ مرا گفتند با ناداں مپیوند
اگر دانائے دھری خر بباشی ؛ وگر ناوانی ابلہ تر بباشی
گر نشیند فرشتہ با دیو ؛ وحشت آموزد و خیانت و ریو
از بداں جز بدی نیاموزی ؛ نکند گرگ پوستیں دوزی۔

برخلاف اس کے اگر اپنے سے بہتر اور زیادہ تر دانشمندوں اور تجربہ کاروں کے ساتھ صحبت کرو گے تو ہمیشہ اس سے عالی حوصلگی اور استواری پیدا ہوگی ان کی صحبت ہماری علم کو جو معاملات زندگی کے باب میں ہوگا وسیع کردیگی۔

ہمارے تخمینوں و جانچوں کو ان کے تخمینوں سے ملا کر درست بنا دیگی۔ ان کی دانائی میں ہم کو شریک بنا دیگی۔ ان کی آنکھوں سے ہمارے مشاہدہ کے میدان کو وسیع کردیگی ان کے تجربوں سے ہم کو فائدہ پہنچائیگی۔ جو انھوں نے زمانہ سے سیکھا ہے وہی ہمکو نہیں سکھائینگے۔ بلکہ انھوں نے جو مصائب سہے ہیں ان سے وہ باتیں ہمکو سکھائینگے کہ جو ہم کو ہدایت کرینگے۔ اگر وہ ہم سے زیادہ زہر آور ہیں تو ان کے زور میں ہم کو ساجھی بنا دیگی غرض اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جید و مستعد دانشمندوں کی صحبت سے ہم اپنی خصلت کے بنانے میں بہت کچھ مدد لے سکتے ہیں اس سے ہمارے مخازن معلومات زیادہ ہو جائینگی ہمارے ارادوں میں استحکام آجائیگا۔ ہمارے مقاصد مرتفع ہو جائیں گے۔ ہم میں ایسی چستی و چالاکی کی لیاقت پیدا ہو جائیگی کہ اپنے معاملات کو بخوبی کرنے لگیں گے اور دن کی مدد جسکا اثر بھی ہوگا اچھی طرح کرنے لگیں گے۔

جو لوگ صحبت کو ترک کر کے خلوت اختیار کرتے ہیں وہ بڑا نقصان اپنا کرتے ہیں۔ کوئی صحبت اس سے زیادہ بدتر نہیں ہے کہ آدمی اپنا آپ ہی ہمنشین ہو جس سے کوئی فائدہ ہی مرتب نہیں ہوتا۔ تنہا نشینی سے آدمی اُن وسائل سے جاہل رہتا ہے جو اس کے

ہم جنسوں کی امداد میں کام میں لاتے ہیں اُس کے ذہن ہی میں وہ احتیاجیں نہیں آتیں جو امداد کی بڑی محتاج ہیں اگر کسی شخص کا ملاپ اس افراط سے ہو کہ فرصت کا کوئی وقت ہی اس کو میسر نہ ہوتا ہو تو اُس کو ایک بڑا فائدہ یہہ حاصل ہوگا کہ تجربوں کا اضافہ ہوگا اور اُس کی ہمدردی باہر کے آدمیوں کے ساتھ ظاہر ہوگی گو سخاوت کی طرح وہ گھر سے نہیں شروع ہوگی مگر وہ ضرور گھر میں بڑے خزانے لائیگی اوروں کے ساتھ ملنے جلنے سے ہماری خصلتیں میں استواری آتی ہے اور ہم میں لیاقت پیدا ہوتی ہے۔ کبھی اس سے ہم اپنے اصلی مقاصد کو آنکھ تلے سے باہر نہیں کرتے اور اپنے مسلک کی سلک کو دانشمندانہ تاننے جاتے ہیں۔

نیک صحبت سے نیک اثر پیدا ہوتا ہے۔ نیک خصلت اپنے اثر کو خوب پھیلا دیتی ہے۔

اشعار

گلے خوشبوئے در حمام روزے — رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری — کہ از بوئے دلاویز تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم — ولیکن مدتے با گل نشستم
جمال ہمنشیں در من اثر کرد — وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

ہر جنس اپنی ہی جنس پیدا کرتی ہے۔ نیک کو نیک پیدا کرتا ہے نیک جس قدر نیکی پیدا کرتا ہے اس پر حیرت ہوتی ہے کوئی چیز جو نیک ہے وہ اکیلی نہیں اور کوئی چیز جو بد ہے وہ اکیلی نہیں یہ دونوں نیک بد اوروں کو سلسلہ وار نیک اور بد بناتے چلے جاتے ہیں جسکی بعینہ ایسی مثال ہے کہ حوض میں پتھر پھینکو تو موجوں کے دائرے پیدا ہونگے جس میں سے ہر ایک آگے ایک فراخ دائرہ بناتا چلا جائیگا۔ جبتک ساحل پر نہ پہنچے گا۔ بس دنیا میں جو نیکی موجود ہے وہ تقریباً کل نیکی کے نامعلوم مرکزوں سے بڑے قدیم زمانہ سے روانیاً چلی آتی ہے بس

جو برائی سے پیدا ہوتا ہے وہ برائی پیدا کرتا ہی اور جو شجاعت عفت سے پیدا ہوتا ہی وہ شجاعت و عفت سکھاتا ہے۔
اس سے معلوم ہوتا ہی کہ ہر شخص کی زندگی روزانہ مثال ایسی ہوتی ہی کہ وہ اوروں کے دل نشین و خاطر نشاں ہوتی ہے۔ ہر نیک صفات ستودہ ذات خدا پرست کی زندگی نہایت فصاحت سے نیکی کا سبق پڑھاتی ہے۔ اور برائی پر تبرا بھیجتی ہی وہ خود ایسی فصاحت ہے۔ جو دیکھنے میں آتی ہی ایک نا خدا پرست بھی اُسے دیکھ کر نیکی کے حسن پر دل سے فریفتہ ہوتا ہی اور اور لوگ اسی دیکھ کر یہ جاننے لگتے ہیں کہ ہم بھی اُن خدا پرستوں کی مثل ہو جائیں دل و جان سے ان کے ساتھ محبت کرتے ہیں اور تعظیم و تکریم بجا لاتے ہیں نیکی میں قوت بڑی دل ربا اور فرماں روا ہوتی ہے جسمیں نیکی کا القا ہو جاتا ہے وہ آدمیوں کا بادشاہ بن جاتا ہے آدمیوں کے دل اُس کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں۔ دور دور سے اُس کی زیارت سے مشرف ہونے کے لئے لوگ چلے آتے ہیں۔ جب اُس کے حضور میں بیٹھتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ روحانی ہوا لطیف کا سانس لیتے ہیں جس سے جان میں جان آتی ہی اور راحت و تر و تازگی پہنچتی ہے غرض یہ صحبت عجب لطف انگیز ہوتی ہے۔ فیضان الٰہی کی کیفیت دل میں پیدا ہوتی ہے۔ جوانمردوں۔ اشرافوں۔ راست بازوں۔ خدا پرستوں کا فقط دیکھنا ہی نوجوانوں کے دلوں میں ایسا القا کرتا ہے کہ وہ ان کی تعریف بے اختیار کرنے لگتے ہیں اور اُن کی محبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں اُن کی تصاویر کو گھر میں بصد عزت و تعظیم لٹکاتے ہیں انکی یادگاریں بنواتے ہیں فقط اُن کا ادب ان کو بُرے کاموں سے روکتا ہے اِن صاحب کمالوں ہی کے فیض صحبت سے اور صاحب کمال بنتے چلے جاتے ہیں ایک ایک صاحب کمال معلم نے بہت سے صاحب کمال پیدا کردئے ہیں ان ارباب کمال کی سوانحہ عمری کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک

ایک صاحب کمال کی مثال سے دوسرا صاحب کمال بنتا ہے ۔
خصلت کی مستعدی میں ہمیشہ ایسی قوت ہوتی ہے کہ وہ اوروں میں مستعدی کی تحریک کرتی ہے۔ جو نہایت جید مستعد + بزرگ ہوتے ہیں وہ اوروں کو اپنے ساتھ اس طرح لے لیتے ہیں کہ ساتھ ہونے والوں کو معلوم بھی نہیں ہوتا۔ ان کی مثال متعدی ہوتی ہے اور اوروں کو اپنے اتباع پر مجبور کرتی ہے۔ اس میں برقی قسم کی ایک قوت ہوتی ہے جو اپنا اثر اوروں کے رگ و ریشہ میں پہنچاتی ہے فقط اپنے گرد کے آدمیوں کی طبیعت میں ایسی ساری اور جاری ہو جاتی ہے کہ ان میں سے شرارے نکالتی ہے ۔
روشن ضمیر عالی دماغوں سے ایک زور شائع ہوتا ہے جو فقط اپنی ہی طاقت کام میں نہیں لاتا ہے۔ بلکہ اوروں میں وہ طاقت پیدا کرتا ہے اور طاقت پہنچاتا ہے ۔ مقدس بزرگوں کی طرف خلائق کے دل کھچے چلے جاتے ہیں اور دلوں میں تحسین و آفریں کی تحریک خود بخود ہوتی ہے نیک خصلتوں کی تحسین و آفریں دل میں تری پیدا کرتی ہے اور وہ اس خودی کی قید سے رہائی دلاتی ہے کہ جس سے اخلاقی ترقی ٹھوکریں کھا کر اوندھے منہ .... گرتی ہے ان کی یاد ہی زمانہ کے گرد وہ پاکیزہ ہوا کا کرہ بناتی ہے جو مقاصد عظیم و مطالب عالی پر نادانستہ ہم کو اڑا لے جاتا ہے ۔ اگر کسی شخص سے پوچھو کہ وہ کس کی تعریف و تحسین کرتا ہے تو اسکے جواب سے یہ معلوم ہو جائیگا کہ کیسی اس کی خصلت و ذکاوت ہے اور کیسا اس کا مذاق ہے۔ اگر وہ ذلیل کمینہ آدمیوں کی تعریف کرتا ہے تو معلوم ہوگا کہ وہ خود ذلیل اور پاجی ہے ۔ اگر وہ دولت کی تعریف کرتا ہے تو معلوم ہوگا کہ وہ موٹی سمجھ کا احمق ہے اگر وہ کسی صاحب منصب ذی جاہ کی تعریف کرتا ہے تو معلوم ہوگا کہ وہ پاجی خوشامدی چپڑقناتیا ہے ۔ اگر وہ شجاع ۔ جوانمرد ۔ راست کردار کی تعریف کرتا ہے تو معلوم ہوگا کہ وہ خود جو شخص اوروں کی خوبیوں اور اوصاف کی ستائش دل سے کرتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑا خلیق ہے۔ طبیعت اس کی فیاض و آزاد ہے۔ لیاقت کی قدر شناسی سے اس کو

مسرت دلی حاصل ہوتی ہی۔ اس لئے اُنکے بہت سے دوست ہو جاتے ہیں یہ ستائش و تحسین کے ولولے ہمارے دلوں میں نوعمری کے اندر بہت اُٹھتے ہیں مگر جب عمر بڑی ہو جاتی ہے اور عادات مستقل ہو جاتی ہیں تو پھر ہمارا یہ مسلک ہو جاتا ہے کہ ہم ستائش و تحسین نہیں کرتے مگر کسی خصلت محمود کی تعریف نہ کرنی یا کسی ستودہ خصال کی ستائش نہ کرنی ایک آیت شیطانی ہے اس سے گریز چاہیئے۔ یہ بھی آدمیوں کے عیوب میں داخل ہی کہ کوئی شخص تعریف و تحسین کا مستحق ہو اُس کی تعریف سے پہلو تہی کی جائے۔ پرنس البرٹ کی خصائل ستودہ میں سے ایک یہ خصلت بھی تھی کہ خواہ بوڑھا مدبر خواہ ایک طفل مکتب کوئی اچھی بات کہتا یا کوئی اچھا کام کرتا تو وہ اُس کی تحسین و آفریں فرماتے اور بار بار اُس کا ذکر کرنے سے بہت دنوں تک نہایت خوش ہوا کرتے۔ غرض جب کوئی شخص انسانیت کا کام بھلا کرتا تو انکو مسرت دلی حاصل ہوتی تھی۔

برخلاف اُس کے جن کے دل بخل سے بھرے ہوتے ہیں وہ کسی کی تعریف دل سے نہیں کرتے۔ یہ آدمی کی بڑی بدنصیبی ہے کہ وہ اچھے کاموں اور اچھے آدمیوں کی قدر نہ جانے اور ان کا اونیچا کرے۔ قاعدہ ہے کہ باجی باجیوں ہی کی تعریف کیا کرتے ہیں مینڈک اپنی مینڈکی کو سب سے زیادہ خوبصورت جانتا ہے۔ ایک چھوٹا گنوار بڑے گنوار کو بہادر سمجھتا ہے۔ بردہ فروش آدمی کے پٹھوں کو دیکھ کر اُس کے قیمت لگاتے ہیں ایک دبلا پتلا مولوی موٹے گنوار سے ان کے نزدیک قدر و قیمت کم رکھتا ہے۔ جنکی طبیعت میں خباثت ہوتی ہے وہ اوروں کی مایوسی سے خوش اور کامیابی سے ناخوش ہوتے ہیں مضائقہ نہیں کہ طبیعت میں فیاضی ایسی نہ ہو کہ کسی کی تعریف زبان سے نکلے۔ مگر سخت عیب یہ ہے کہ طبیعت میں خبث ایسا ہو کہ ہجو زبان پر آئے۔ اسی قسم کے آدمیوں کو اوروں کی کامیابی سے دلی رنج ایسا ہوتا ہے کہ گویا ان کی ذات کو گزند پہنچا ہے وہ اوروں کی تعریف خود کیا کرینگے۔ اگر کوئی اور تعریف کرے تو اُسے سُن نہیں سکتے خصوصاً اپنے

اپنے ہم پیشوں اور ہم فنوں کی اگر کوئی خطا کرے تو اُسے معاف کردیں مگر کوئی کار
ثواب ان سے بہتر کرے تو کبھی معاینہ کریں بغیر بُرا کہے نہ رہیں۔ جن کاموں میں ناکام
رہتے ہیں تو پھر اُن کی وہ عیب گوئی میں کوئی بات نہیں چھوڑتے۔ ان کا مسلک یہی
ہوتا ہے کہ خدا جسکو نعمت دے اُس سے یہ نفرت کریں ان خبیثوں کی عادت ہوتی ہے
کہ عیب جوئی نقص گوئی میں مصروف رہتے ہیں سوا احمقانہ گستاخیوں و رکاکیا۔
شرارتوں کے سب چیزوں پہ ناک بھوں چڑھاتے ہیں اہل کمال کا نقص ان کے دل کا
چین آرام ہوتا ہے۔ اگر دانا غلطی نہ کرتے تو نادانوں پہ سخت آفت آتی — دانا تو
نادانوں کی خطاؤں کو دیکھ کر ان سے پرہیز کرتے ہیں اور فائدہ اٹھاتے ہیں —
از لقماں پرسیدند کہ حکمت از کہ آموختی گفت از نادانان۔ **شعر**۔

نگویند از سر بازیچہ حرفے ﴿ کزاں پندے نہ گیرد صاحب ہوش

مگر نادان داناؤں کی مثال سے شاذونادر ہی کچھ فائدہ اٹھاتے ہونگے۔ سب سے
زیادہ سخت عیب آدمی میں یہ ہے کہ وہ اہل کمال کے عیب چھانٹا کرے اور نیک زمانہ کو
بُرا کہا کرے اہل کمال میں اگر کوئی عیب بھی ہو تو وہ نیک لوگوں کو نظر نہیں آتا۔ وہ کہا کرتے
ہیں اہل کمال کی بزرگی اُس عیب کو دیکھنے نہیں دیتی اور دل سے فراموش کردیتی ہے ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد ﴿ عیب نماید در نظرش ہنر
ور ہنرے داری و ہفتاد عیب ﴿ دوست نہ بیند بجز آں یک ہنر

جب ارباب کمال نیک خصال کی خواہ وہ زندہ ہوں یا مُردہ ستایش کی جاتی ہے تو
وہ بالطبع ہمکو اتباع کی تحریک کم وبیش کرتی ہے جب ان خصائل کی تفصیل و تشریح
کی جاتی ہے تو انہیں کی خصائل کے سانچے میں اور بزرگ اپنی خصائل ڈھالتے
ہیں اور انہیں کے اوضاع واطوار کے پیرو ہوتے ہیں جس سے کہ انہیں کی سی خصلتیں پیدا
ہوتی ہیں تاریخ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جتنے شجاع جنگ آزما مدبران ملکی

مقرر فصیح بیان - محبان قوم - شاعران شیریں مقال - صناع باکمال گذرے ہیں سب نے
تھوڑا بہت استفادہ اپنے متقدمین سے حاصل کیا ہے - گو ان کو خود یہ معلوم نہ
ہوا ہو بزرگان والا خرد ارباب خصال اہل کمال کی امثال کبھی مردہ نہیں ہوئیں
وہ زندہ رہتی ہیں - اور اپنے مابعد کی نسلوں کو ہدایت کا سبق دیتی رہتی ہیں -
اُن کی سوانح عمری جو لکھی جاتی ہیں وہ بڑا سبق یہی سکھاتی ہیں کہ آدمی اچھے سے
اچھا کہاں تک ہو سکتا ہے اور کام بہتر سے بہتر کہاں تک کر سکتا ہے - اس سے آدمی کو
تازی تقویت ہوتی ہے اور نیا بھروسہ ہوتا ہے - ہم یہ جانتے ہیں کہ یہ بزرگ
بڑے بھائی ہمارے جنکے لہو سے لہو ملا ہوا ہے اور جن کی نسل سے نسل ملی
ہوئی ہے - قبر میں پڑے ہوئے ہم سے باتیں کرتے ہیں اور اپنی روشنی سے بتلاتے
ہیں کہ جن طریقوں پر ہم چلے تھے - تم بھی چلو - اُن کی امثال ہماری ہمراہ رہتی ہیں -
اور ہمکو ہدایت کرتی ہیں ہم پر اثر کرتی ہیں اور راہ مستقیم پر چلانے کی رہنمائی کرتی
ہیں غرض خصلت کی خوبی و نیکی ایک زمانہ سے دوسرے زمانہ میں ورثہ کے طور پر
چلی آتی ہے اور یہ چاہتی ہے کہ اپنی مثل کو پیدا کرے - اہل چین کا قول ہے
کہ ایک ولی سو سالوں کا ہادی اور رہنما ہوتا ہے - نکو کاروں کی سوانح عمری ایک
ہدایت نامہ آزادی اور سلامتی اور مطلق العنانی کا ان نسلوں کے لئے ہوتا ہے
جو بعد ان سے پیچھے آنے والے ہیں جس کی یاد مرنیکے بعد خلق کے دلوں میں رہے
وہ مرتا نہیں - .... - جو بزرگان قدسی نفس کلام معجز انتظام فرما گئے
ہیں اور اپنی نیک امثال دکھا گئے ہیں وہ صفحہ دہر سے کبھی نہیں مٹتے - وہ ہمیشہ انکے
جانشینوں کے دلوں میں خیالوں میں داخل ہوتے ہیں - ان کی زندگی بسر کرتے ہیں
معاون ہوتے ہیں - موت کے وقت ان کی تسلی تشفی کرتے ہیں کیا اچھی موت اس
شخص کی جو اپنے نیک اقوال و امثال کا ورثہ اپنے جانشینوں کو دے جاتا ہے - کوئی

جلیل القدر فائدہ اس سے زیادہ آدمی نہیں حاصل کر سکتا۔

باب چہارم

کام کرنا

کام کرنا عملی منصبت کا اعلیٰ علم ہے۔ وہ اطاعت کی فکر اپنے نفس کے مغلوب رکھنے کی توجہ دلانے کی۔ مصروف رکھنے کی مستقل رہنے کی تحریک کرتا ہے۔ جس سے ہر شخص اپنی خاص پیشے میں چتر۔ ہنرمند۔ سلیقہ شعار ہو جاتا ہے اور زندگی کے معمولی روزمرہ کاموں کو لیاقت قابلیت جیسی پھرتی سے کرنے لگتا ہے۔

کام کرنا ہماری ہستی کا ایک قانون اور آدمیوں اور قوموں کے آگے بڑھانے کا جاندار اصول ہے۔ بہت سے آدمیوں کو اپنے زندہ رہنے کے لئے ضرور ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں سے کام کریں کل آدمیوں کو کچھ نہ کچھ کام کرنا ضرور ہے تاکہ وہ اپنی زندگی بسر کرنے سے ایسے محظوظ ہوں جیسا کہ محظوظ ہونا چاہئے۔ محنت ایک سزا۔ جفا۔ بار سر بھی ہے اور ایک عزت عظمت۔ شان شوکت بھی ہے۔ بغیر محنت کے کوئی کام پورا نہیں ہوتا انسان سے جو کام عظیم الشان سرانجام ہوتا ہے وہ محنت ہی سے ہوتا ہے۔ ساری شائستگی تہذیب محنت ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ اگر محنت معدوم ہو جائے تو پھر نسل آدم کو اخلاقی موت آجائے محنت سے نہیں کاہلی سے آدمی پر خدا کی پھٹکار ہوتی ہے جیسا کہ لوہے کو زنگ کھا جاتا ہے ایسے ہی کاہلی آدمیوں اور قوموں کے دلوں کو کھا جاتی ہے جب سکندر نے ایران فتح کیا تو اہل ایران کے وضاع و اطوار کو دیکھ کر ان سے یہ کہا کہ اے اہل ایران تم نہیں جانتے کہ آرام طلبی کی رسیت سے زیادہ کوئی پاجیانہ زندگی نہیں ہے اور محنت و شفقت سے بہتر کوئی زندگی شاہانہ نہیں سچ ہے کہ حکومت و سلطنت کو وسعت محنت و جفاکشی سے ہوتی ہے بلوغ الآمال فی رکوب الاہوال۔

رومیوں کے ہاں زراعت کا پیشہ سلطنت کے معظم عہدوں کی برابر سمجھا جاتا تھا ادھر جنیل سپہ سالار میدان جنگ میں فتحیاب ہوئے۔ اور ان کے سر پر فتح و ظفر کا سہرا باندھا گیا اُدھر وہ زراعت میں اپنے ہاتھ سے کام کرنے میں مشغول ہوئے مگر جب غلاموں کی افراط ہوئی اور ساری محنت کے کام ان کے حوالہ ہوئے تو محنت کا کام کرنا پاجی پن اور عزت و شرافت سے بعید سمجھا گیا۔ کاہلی اُمرا کی خصلت میں داخل ہوئی آرام طلبی عیش پرستی امارت کی نشانی ہوئی جس سے سلطنت پر زوال آنا شروع ہوا۔ اور آخر کو پامال ہو کر خاک میں مل گئی۔

انسان کو بالطبع کاہلی کی طرف ایسا میلان ہے کہ اسے روکنے کے لئے بڑی احتیاط اور سعی درکار ہی۔ ایک سیاح سے جس نے دُنیا کے بڑے حصّہ میں سیاحت کی تھی ایک عاقل نے یہ پوچھا کہ تم نے انسان میں کوئی صفت اور وصفوں سے زیادہ ایسی بھی دیکھی ہے کہ جس کو ہم نوع بشر کی خصلت عامہ کہہ سکیں اُس نے جواب دیا ہاں میرے نزدیک ایسا وصف یہ ہے کہ ہر انسان کو کاہلی پسند ہے یہ خصلت جبلی جیسی کہ وحشیوں میں ہے ویسی ہی بادشاہوں میں انسان کو بالطبع یہ امر پسند ہے کہ وہ اپنی مشقت بغیر یہ چاہتا ہی کہ اوروں کی محنت کے ماحصل سے خود متمتع ہو۔ ایک حکیم کا قول ہی کہ طبیعت میں میلان کاہلی سلطنت کے سبب سے پیدا ہوا ہے۔ کاہلی سات سخت گناہوں میں سے ایک ہی۔ وہ شیطان کی آرامگاہ ہی جس میں وہ مسند تکیہ لگا کے بیٹھا ہی۔ ساری شرارتیں اسی سے پیدا ہوتی ہیں وہی شرارتوں کی ماں اور دایہ ہی۔ جب کاہل کتنا خارشتیا ہوتا ہی تو آدمی کیوں نہ ہو۔ کاہلی جسم و دماغ دونو کے حق میں زہر ہے۔ ذہانت کے لئے بیماری ہے روح کے لئے وبا۔ زنگ جہنم ہے جیسی کہ حوض کے آب ایستادہ میں کیڑے مکوڑے کیچڑ کے اندر رہنے والے افراط سے پیدا ہو جاتے ہیں ایسی ہی کاہل آدمی میں خیالات بد پیدا ہو جاتے ہیں۔ اگر آدمی کے پاس دُنیا کی ساری نعمتیں ہوں مگر مزاج میں کاہلی ہو تو

سب خاک ہے۔ سرنج و الم اس کو پیش آتے ہیں ہر چیز سے دل اسکا بیزار رہتا ہے۔ مرنے کی تمنا کرنے لگتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جسم و روح کی اچھی صحت کے لئے ضرور ہے کہ آدمی کاہل نہ ہو اور تنہا نشین نہ ہو۔

کاہل آدمی بالکل کاہل نہیں ہوتا۔ گو اس کا جسم کام سے جی چراتا ہے۔ مگر دماغ اسکا بیکار نہیں رہتا۔ زمین میں جب غلے نہیں پیدا ہوتے وہاں جھاڑ جھنکار پیدا ہوتے ہیں اسی کاہل کے دماغ میں خیالات باطل پیدا ہوتے ہیں کاہلی کے بھتنے اندھیرے میں آکر کاہل کو ستاتے ہیں اور نامردی کے آثار چہرے پر نمایاں کرتے ہیں دیوتا بڑے منصف ہیں کہ انھوں نے انسان کی خوش کرنے والی برائیوں ہی کو اس کے تازیانہ زنی کے واسطے اوزار بنا رکھا ہے۔ سچی خوش دلی قوا کے کاہل کر دینے میں نہیں ہے۔ مگر ان کے کام کرنے اور فائدہ مند اشتغال میں ہے۔ کاہلی سے ہماری زندگی اور تندرستی بے جان ہوتی ہیں کام کرنے سے نہیں ایک طبیب حاذق کا قول تو یہ ہے کہ آدمی کی صحت کے لئے سب سے زیادہ عمدہ دوا کام میں لگا رہنا ہے نکمے رہنے کی برابر کوئی چیز انسان کے لئے مضر نہیں ہے۔ ایک خدا پرست کا قول ہے کہ دل کا حال چکی کا سا ہے کہ اگر اُس کو چلا کے گیہوں ڈالوگے تو آٹا پیسے گا اور اگر گیہوں نہ ڈالوگے تو وہ خود گھس گئی اگرچہ کاہل آدمی کام کرنے سے جان چُراتے ہیں مگر اپنی کاہلی کے عذرات کی دلائل معقول بیان کرنے میں بڑی چستی دکھاتے ہیں کہ رستہ میں شیر بیٹھا ہے۔ پہاڑ دشوار گزار ہے چڑھنا مشکل ہے سعی کرنے سے کچھ فائدہ نہیں اسمیں ناکامی ہو چکی ہے اب کوشش نہیں ہو سکتی۔

ہر انسان حتی المقدور اپنے بھلائی میں سعی کرتا ہے۔ جب کوئی خاص آدمی اپنی بھلائی نہیں کر سکتا ہے تو اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس میں لیاقت نہیں ہے اسلئے مجبور ہے کسی کام کی طرف میلان نہ ہونا اس کے عدم استعداد کی دلیل ہے نہ لکھنا نہ لکھ سکنے کی وجہ ہے۔

قوت عملی کا اصل گر یہ ہے کہ کوئی شئے جو قبضہ میں رکھنے کے قابل ہے وہ قیمت دینے سے حاصل ہوتی ہے اور کسی چیز پر قبضہ کی خواہش کا کرنا بغیر اس کے کہ اس کے حاصل کرنے کی شقت کا

کام کرنا سب پر فرض ہے

بار اٹھایا جائے ایک ضعف کی علامت ہے۔ فرصت سے بھی متمتع ہونا جب نصیب ہوتا ہے کہ اس کے لئے سعی کی جائے۔ اگر کام کرنے کے سبب سے فرصت نہیں حاصل ہوئی تو اس کی قیمت نہیں ادا کی گئی۔

فرصت سے پہلے بھی کام ہونا چاہئے اور اس کے بعد بھی کام ہونا چاہئے کہ جسپر فرصت کے بعد پھر رجوع کی جائے بغیر کام کے فرصت سے محظوظ ہونا ایسا ہے جیسے کہ حلق سے اوپر کھانا کھانے سے۔ خواہ دولت مند سست ہو یا غریب کاہل ہو کہ جسکے پاس کام کرنے کو نہ ہو یا اس کا دل کام کرنے کو نہ چاہتا ہو۔ دونو کی زندگی مکروہ قابل نفرت ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ کاہل کو زمانہ گذشتہ فریب دیتا ہے زمانہ حال ستاتا ہے زمانہ آئندہ ڈراتا ہے۔ ایک عاقل نے خوب کہا ہے کہ انسان کا اپنی ٹھیری ہوئی حالت پر راضی ہو جانا اس کے حق میں زہر قاتل ہے وہ کہتا ہے کہ اگر خداوند عالم اپنے ایک ہاتھ میں حق کو اور دوسرے ہاتھ میں تفتیش حق کو لیتا اور مجھ سے فرماتا کہ ان دونو میں سے جو تجھے پسند ہو وہ لے لے تو میں قادر مطلق سے عرض کرتا کہ حق کو اپنے پاس ہی دے اور تفتیش حق کو میرے حوالہ کر تفتیش کرنا میرے لئے فائدہ مند ہوگا۔ جو آدمی بیکار رہتا ہے گو خلائق اسے پسند کرے اور سب طرح سے تعظیم کے لائق ہو مگر وہ حقیقت میں کبھی خوشدل نہیں ہو سکتا۔ ہمارا کام کرنا ہماری جان ہے۔ جو کام تم کر سکتے ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم کیا ہو کسی کام میں مصروف رہنا کمینگی اور بدی کے مذاق کا مانع عظیم ہے اور خود پسندی اور نفس پروری سے جو افکار اور ترددات پیدا ہوتے ہیں اس سے باز رکھتا ہے۔ جن آدمیوں نے یہ سوچا ہے کہ دنیا کی تکالیف اور آزاروں اور مضرتوں سے درکنار ہو کر ایسے عالم میں چلے جائیے کہ جہاں سوا اپنے کوئی نہ ہو ان کو تجربے نے ہمیشہ یہ ایک نتیجہ بتلایا ہے کہ فکر و تردد سے نجات انسان کو کسی حالت میں میسر نہیں ہوتی محنت و فکر خدا کی طرف سے انسان کے لئے مقدر ہوئے ہیں جو آدمی محنت سے منہ موڑ کے بھاگتے ہیں ان کے پیچھے خود محنت پنجہ جماکے پڑتی ہے کہ آکل

کاہل تو ایسی تدابیر کرتے ہیں کہ دنیا کے کام دھندوں میں تھوڑا حصّہ لینا پڑے مگر قدرت اس تھوڑے حصّہ کو ان کے لئے بڑا اور سخت کر دیتی ہے۔ وہ شخص فقط اپنے تئیں خوش کرنا چاہتا ہے اس کو جلد یا دیر کر اکثر جلد دیر کر نہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجھ کو ایک سخت آقا سے پالا پڑا ہے اور نامردی جو جواب دہی سے جان چھپاتی تھی خود اُس کے لئے ایک بھاری سزا ہو گئی۔ جہاں اغراض عظیم سے دست برداری کی جاتی ہے وہاں چھوٹی چھوٹی غرضیں بڑی ہو جاتی ہیں اور جو اصلی کاموں میں فائدہ مند اور صحیح دل خراشی و جاں خراشی کی جاتی وہ جھوٹی اور خیالی رنجوں میں محض بے سود کرنی پڑتی ہے اور دماغ میں جو کام سے خالی تھا وہ اپنے بچے کچے جن کراہی نسل کو بڑھا دیتی ہے۔

انسان کو اپنی ذات کی مسرت و انبساط کے لئے کسی مفید شغل میں مستقل طور مشغول رہنا ضروری۔ جو شخص محنت نہیں کرتا وہ محنت کا انعام نہیں پاتا۔ جب کسی کام میں مشغول رہتے ہیں تو آرام سے سوتے ہیں اور جاگنے کے گھنٹوں میں خوش دل رہتے ہیں۔ مطالعہ اور ادائے فرض کے بعد جو فرصت ملتی ہے اس کے احتظاظ کے لئے محنت کے کچھ معنے سمجھنے ضرور ہیں یہ سچ ہے کہ کثرت کار سے آدمی مر جاتے ہیں مگر ان سے کہیں زیادہ آدمی اپنی خود پرستی و نفس پروری اور سستی سے ہلاک ہو جاتے ہیں کثرت کار سے مرنا آدمیوں کا اکثر اس سبب سے ہوتا ہے کہ وہ جسمانی صحت کی شرائط ضروریہ کو بجا نہیں لاتے اور اپنی زندگی کا انتظام کما حقّہ نہیں کرتے۔ یہ امر نہایت مشتبہ ہے کہ سخت کام جو استقلال کے ساتھ باقاعدہ کیا گیا ہے اُس نے کسی انسان کو ستایا ہو۔

درازی عمر کا حساب برسوں کی افزائش تعداد سے نہیں ہوتا بلکہ اُن کافی کاموں اور قلبی ادراکات سے ہوتا ہے جو زندگی میں آدمی کرتا ہے جتنے زیادہ فائدہ مند کام و خیالات و ادراکات قلبی وہ کرتا ہے اتنی ہی اُس کی عمر دراز سمجھی جاتی ہے۔ اگر ایک نکما کاہل زیادہ دنوں جئے۔ اس کی زندگی کچھ زندگی نہیں ہے فقط سالوں کی تعداد ہے۔

بڑی بڑی اولیا و انبیائے کبار نے ہاتھوں کی محنت پر فخر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ انسان کسی پیشہ و کار و حرفہ کے سبب سے قابل الزام نہیں ہو سکتا۔ جو کام نہیں کریگا وہ بھوکا مریگا۔ ایک چین کے بادشاہ کا یہ مقولہ بڑا عاقلانہ ہے کہ اگر ایک مرد کچھ کام نہ کرے یا کوئی عورت خالی نکمی بیٹھی رہی تو ضرور رہی کہ سلطنت میں کوئی نہ کوئی سردی کی تکلیف اٹھاوے اور بھوکا رہے ہمیشہ کسی مفید شغل کے ساتھ مشغول رہنے کی عادت کرنا دونو عورت و مرد کی بہبودی اور خوش دلی کی اصل کیاں ہے۔ عورت تو بغیر شغل کے نکمی غافل دائم بیٹھی ہی درد سر اور امراض دماغی میں مبتلا ہوتی ہے۔ دن کو الّو کی طرح احمق اور سست پڑی رہتی ہی عورت کے لئے کوئی چین و آرام شغل و کام سے زیادہ نہیں ہے۔ سستی تو چھوٹے بڑوں کے لئے ایک شیطان کا جال ہے۔ کام کرنا کسی مفید شغل و پیشہ میں مشغول رہنا یہ سب خوش دلی کے بڑے گر ہیں بعض کام کرنے والوں کا قول یہ ہے کہ کام کرنے سے بیمار پڑنا نکمے رہنے سے اچھا ہے۔ بعض عہدہ دار کثرت کار کے سبب سے اپنے روزگار سے دست کش ہو کر ایسے خوش ہوئے جیسے کہ قیدی قید خانہ سے چھوٹ کر خوش ہوتا ہے اور وہ یہ سمجھے کہ اب ہم ہوا کی طرح آزاد ہو گئے اور اپنے تئیں اوروں کے ہاتھ ... بیچنے سے چھٹکارا پایا مگر تھوڑے دنوں کے بعد اپنی زندگی کاٹنی دوبھر ہو گئی اور پھر کہنے لگے کہ اس نکمے رہنے سے تو کام کی کثرت ہی اچھی تھی۔ اس میں ہم وقت کا خون کب ایسا کرتے تھے جیسا کہ اب حالت بیکاری میں کرتے ہیں۔

ہم نے اب تک کام کرنے کا بیان اس طرح کیا ہے کہ وہ ادب خصلت تھا لیکن اب اس طرح بیان کرتے ہیں کہ وہ معلم خصلت ہی جن کاموں کے کرنے کا کوئی نتیجہ بھی ہمارے ہاتھ آئے کاہلی ہی اس وجہ سے اچھے ہوتے ہیں کہ ہمارے قوا اور استعداد کو تعلیم کرتے ہیں جس سے کہ ہماری کامیابی کی تمہید قائم ہوتی ہی۔ کام کرنے کی عادت ہم کو سلیقہ شعار اور وقت میں کفایت شعار بناتی ہے۔ وقت کو عاقبت اندیشی کے ساتھ خرچ کراتی ہے اشتغال میں زندگی

بسر کرنے کی عادت ڈالنے کا ہنر عمل سے آتا ہے۔ اس میں ایک ایک منٹ کا محاسبہ لیا جاتا ہے۔ پھر بعد اسکے فرصت کا مزہ مسرت کے ساتھ آتا ہے۔

نکما بے کار آدمی وقت کو مردہ بناتا ہے سلیقہ شعار وقت کو زندہ کرتا ہے وہ گھنٹوں کا انتظام ایسا کرتا ہے کہ وقت میں جان آجاتی ہے۔ وقت جو بالطبع روانی رکھتا ہے اس کی طبیعت میں وہ رواں پھونک دیتا ہے کہ وہ فنا نہیں ہوتا۔ جو نیک وفادار خدمت گزار اپنے تئیں مستعدی سے سلیقہ شعار بناتے ہیں ان کے ساتھ وقت رہتا ہے وہ وقت کے ساتھ نہیں رہتا اسکے ایام مہینے۔ سال ایسے قائم رہتے ہیں جیسے کہ اسکے اداء فرائض کے نوشتوں کے حروف۔ وہ دنیا کی خرابی کے بعد بھی برقرار رہتے ہیں وقت بھی نہیں رہتا مگر وہ وسعت کے ساتھ پھیلتے ہی رہتے ہیں

کارپردازی میں شغل رکھنے سے سلیقہ مندی نہایت بہ تاثیر آدمی کو آتی ہے۔ خصلت انسانی کی بڑی معلمہ کارپردازی ہے۔ جب آدمی کو اوروں کے ساتھ معاملات میں روزمرہ جیتی جاگتی ہمدردی کے ساتھ کرنی پڑتی ہے۔ اعلیٰ درجہ کی لیاقتیں کام کرنے کی آتی ہیں۔ یہ کارپردازی کی لیاقتوں کا میدان بڑا وسیع کام کرنے کے لئے ہے۔ سارے معاملات و مقدمات میں زندگی کے تمام مقابلہ کے کاموں کی کامیابی میں ہر پیشہ کے چلانے میں۔ تجارت میں۔ روزگار میں۔ معاشرت کے انتظام میں گورنمنٹ پولیٹکل معاملات میں ان سب میں کارپردازی کی ضرورت ہوتی ہے۔ عامل کارپرداز عالم سے کم معزز نہیں ہوتا۔ کارپردازی علم سے کچھ کم خوش کرنے میں نہیں ہوتی۔

ایک عمدہ کارپرداز کسی بڑے عالم فاضل سے نفع پہنچانے میں کسی طرح کم نہیں ہوتا۔ بڑے بڑے عالم حکیم خود اہل کار کارپرداز بنے ہیں انھوں نے اپنے علم و حکمت کی طرف بھی توجہ کی اور کاروبار کی طرف بھی۔ میدان جنگ میں کارزار کے لئے چلے گئے۔ وہاں سے فارغ ہو کر جب اپنے گھر آئے تو قلم سے بھی علمی کام لیا۔ بعض آدمیوں کی یہ رائے ہے کہ جو بہت فرصت میں

عالم ہوتے ہیں وہ عامل کار پرداز اچھے نہیں ہوتے وہ ہمیشہ دور کی سوچا کرتے ہیں
ان کے خیالات بلند روزمرہ کی زندگی کے کاموں میں کام نہیں کرتے۔ بعض وقت بڑے بڑے
عالم جب گورنمنٹ کی خدمات بزرگ پر مقرر کئے گئے ہیں تو وہ سوچ بچار ہی میں رہے کچھ کام
نہیں کیا مگر یہ کچھ ضرور نہیں کہ سب عالم ایسے ہی ہوں بہت سے عالم بڑے کار گزار اور کار پرداز
گذرے ہیں۔ اس مضمون کو ان چند فقروں پر ختم کرتے ہیں کہ ایک مناسب اندازہ کے ساتھ
کام کرنا جیسا کہ جسم کے حق میں مفید ہوتا ہے ایسا ہی دل و دماغ کے لئے۔ انسان کی تندرستی
کے لئے ضرور ہی کہ اُس کے جسمانی اعضا جن پر اسکی بقا موقوف ہی چستی سے ورزش کیا کریں کام
نہیں بلکہ کام کی کثرت مضر ہوتی ہی۔ کام کی سختی ایسا نہیں ستاتی جیسے کہ اُس میں مایوسی اور محنت
جفاکشی آزار دیتی ہی جو کام امیدوں سے بھرے ہوتے ہیں وہ صحت بخش ہوتے ہیں کسی شغل میں
امیدوں اور فائدوں کے ساتھ لگا رہنا خوش دلی کے بڑے گروں میں سے ایک ہے دماغی
کام اعتدال کے ساتھ اور کاموں کی نسبت زیادہ نہیں تھکاتے اگر ان کا انتظام و انضباط باقاعدہ
کماحقہ کر دیا جاوے تو وہ پھر ورزش جسمانی کی طرح تندرستی کو بڑھاتے ہیں۔ جب انتظام جسمانی کی طرف
توجہ کماحقہ کی جاتی ہی تو پھر آدمی پر اتنا بوجھ نہیں رکھا جاتا جسے وہ سہار سکے۔ ایسا ہی حال
انتظام دماغی کا ہے جو شخص اپنی زندگی کا یہ ایک طریقہ اختیار کرتا ہی کہ فقط کھانا پینا سونا جانتا ہے
تو اُس کے حق میں وہ نہایت مضر ہوتا ہے۔ نکما وبے کار بیٹھنا جیسے آدمی کی جلد گھس پٹی
کرتا ہے ایسا کام کرنا نہیں کرتا یا بساط سے زیادہ کام کرنا بد انتظامی کی بات ہے۔ اگر اس کے ساتھ
تکان ہو تو اور زیادہ درماندگی اور بربادی ہے کام سے زیادہ اُس کی تکان مار ڈالتی ہے
جیسے کہ کلوں کے پہیوں میں ریت اور ذرات پڑنے سے رگڑ زیادہ ہوتی ہی اور وہ ان کو
بہت جلد گھس ڈالتی ہے ایسی ہی تکان آدمی کے جسم کو گھس گھسا کے دبلا یا تمام کرتی ہی۔ کام کرنے کی
کثرت سے اور تکان سے نہایت احتیاط کے ساتھ پرہیز کرنا چاہئے جیسے کہ پہلوان اور ورزشی
آدمی اپنے جسم کی طاقت کو کثرت ورزش سے توڑ ڈالتے ہیں اور کمزور اور ضعیف ہو جاتے ہیں ایسے

دماغی کام کرنے والے اپنی بساط سے زیادہ کام کرکے دماغ کو ضعیف کر دیتے ہیں اور کسی کام کا نہیں رکھتے ہیں۔

باب پنجم ۵

دلیری و ہمت

دنیا مردوں کی دلیری کی بڑی مقروض اور عورتوں کی ہمت کی نہایت ممنون ہے مگر یہ ہمت و دلیری وہ ہمت و دلیری نہیں ہے جو جسمانی ہو اس میں تو انسان اور بل ڈوگ (جو اپنی جنس میں سب سے زیادہ عقلمند نہیں سمجھا جاتا) دونو برابر ہیں بلکہ وہ دلیری و ہمت ہیں جو آدمی اپنی کوشش اور سعی میں چپ چاپ کرتا ہے اور اس کے سبب سے اداء فرائض اور سچائی کی خاطر دنیا کی مصیبتیں جھیلتا ہے۔ یہ دلیری اس جسمانی دلیری سے کہیں زیادہ ہے جسمیں القاب خطابہا جاہ و منصب ملتے ہیں اور فتح و ظفر کے سہرے خون میں تربتر سر پر بندھتے ہیں دلیریاں اخلاقی دلیریاں ہیں جو حق گوئی حق جوئی انصاف پسندی راست بازی پرہیز گاری و اداء فرائض کیلئے ہوں جلیل القدر مرد و عورت کی خصلت میں یہ نیکی داخل ہوتی ہے اگر وہ انمیں نہ ہو تو پھر کسی دوسری نیکی میں مستقل رہنے کے لئے وہ امین و مطمئن نہیں ہو سکتے تاریخ شہادت دیتی ہے کہ کبھی بنی آدم نے ترقی کے لئے آگے ایک قدم نہیں بڑھایا کہ اس کے روکنے کے لئے مشکلات اور دشواریوں نے اپنا اڑنگا نہ لگایا ہو۔ مگر شجاع جوانمردوں کا یہ کام تھا کہ انھوں نے ان کل عوائق و موانع کو سامنے سے پرے ہٹا دیا۔ یہ جوانمرد کون تھے وہ تھے جنکے خیالات کا پیش خیمہ آگے جاتا تھا جنکی تحقیقات سے مشکل عقدے اور دشوار معمے حل ہوتے تھے وہ اپنی قوم اور ملک پر جان دیتے تھے۔ زندگی کے کل کاموں کے کارپرداز تھے۔ دنیا میں کسی نے کوئی عظیم الشان امر حق اور جلیل القدر مسئلہ حق جمہور کو نہ سمجھایا ہوگا کہ اس نے جور و جفا نہ سہے ہوں۔ کوسنے اور گالیاں نہ سنے ہوں سیکڑوں افترا اور بہتان اسکے اوپر نہ تھپے ہوں۔ کسی قدسی نفس نے جہاں اپنے خیالات کا اظہار کیا وہاں کوئی نہ کوئی

ظالم خبیث اس کا گلا دبانے کو موجود ہو گیا۔ بہت سے راستی پرستوں نے اپنے دماغ و تخیل آنکھوں کے رستہ سے نکال کر کتابوں کی خاک میں حق کو تلاش کیا اور صرف اپنی محنت جانفشانی کے اس صلہ پر راضی ہو گئے کہ حق نے ان کے سامنے اپنی چہرہ پر سے نقاب الٹ دیا۔ بہت سے غمگین ایمان کی تلاش پر حق کے درپے ہوئے بہت اس کے لئے دست نے اور ٹھنڈے سانس بھرے جن کے لئے ہماری بہت سے بھائی لٹے اور اپنی جان کو اس کے لئے جوکھوں میں جنھوں نے ڈال دیا۔ ان کو حق سے ایسی محبت تھی کہ اس کے اوپر اپنی جان قربان کر دی۔ جب تو ان کو حق کے اندر کمال آلٰہی کی لذت حاصل ہوئی جو نہایت تسلی جات میں تھی۔ سقراط نے اپنی بہتر برس کی عمر میں زہر کا پیالہ پی لیا کہ اس کے مخالفین کے تعصب برخلاف اس کی تعلیم حق رفیع القدر تھی اس کے ذمہ دشمنوں نے یہ الزام لگایا کہ وہ نوجوانوں کو دیوتاؤں کی پرستش سے باز رکھتا ہے اور ان کو بہکاتا ہے کہ وہ ان کی حقارت و ذلت کریں سبحان اللہ اس حکیم میں بھی کیا دلیری ہمت جرأت تھی کہ ان ججوں کا مقابلہ کیا جنھوں نے اس کی جان ستانی کا فتویٰ دیا اور اس اژدحام کا سامنا کیا جو اس کی بات کو نہیں سمجھتا تھا کہ وہ کیا کہتا ہے۔ تا دم واپسیں روح کی بقا و جاویدگی کے باب میں گفتگو کرتا رہا اور آخر کو ججوں سے اس نے کہا کہ اب میری اور آپ کی جدائی کا وقت آگیا ہے۔ میں مرتا ہوں تم جیتے ہو مگر سواء خدا کے یہ کسی کو نہیں معلوم کہ ہم میں سے خوش قسمت کون ہے۔

مذہب ہمیشہ رفیع المرتبہ اور جلیل القدر حکماء و فلسفیوں اور علوم کے محققین کے سر پر آفت لاتا رہا ہے علم نباتات۔ علم طبعی۔ علم حیوانات میں شائد ہے کوئی مسئلہ حق ایسا منکشف اور تحقیق ہوا ہو کہ محققین متعصب و تنگ دل و کور باطن دینی عالموں نے کفر کا فتویٰ نہ دیا ہو اور بد مذہبی کا الزام ان پر نہ لگایا ہو۔ اگر کسی محقق نے کسی علم جدید کی بنیاد قائم کی تو انھوں نے اس کے لئے قبر تیار کرانے کی ضرور تدبیر کی۔ حکیم گلیلیو نے جب تحقیق کیا کہ زمین کو گردش ہے تو وہ ستر برس کی عمر میں اس برحق مسئلہ کی تحقیق کی جواب دہی کرے

روم میں بلایا گیا اور وہاں جیلخانہ میں قید کیا گیا گو وہ عذابوں سے وہاں اس کو نجات ملی مگر پوپ نے مرنے کے بعد بھی اس سے یہ انتقام لیا کہ اس کی قبر کا نشان نہ بننے دیا نیوٹن نے جب مسئلہ کشش تحقیق کیا تو اس کے ذمہ یہ الزام لگایا گیا کہ وہ عرش الٰہی کو زمین پر کھینچتا ہے جیولوجی میں جو تحقیقاتیں ہوئیں اور ہو رہی ہیں۔ ان کو مذہبی متعصب یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ الہام کی جڑ اکھیڑ رہے ہیں۔ غرض کوئی امر حق فلسفہ و حکمت و طبیعات میں تحقیق ہو یہ اہل مذہب یوں سمجھتے ہیں کہ اس سے مذہب درہم و برہم الٹ پلٹ ہوگا محققان علمیہ اپنے مذہب خواہ کیسے ہی سچے دل سے پابند ہوں ان پر لامذہبی اور کفر کا الزام لگایا جاتا ہے بعض محققین پر گو یہ بدمذہبی کا الزام نہیں لگایا گیا ہے تو اور الزام لگائے گئے ہیں جب ڈاکٹر ہاروی نے دوران خون کا مسئلہ مشتہر کیا ہے تو انکا مطب نہایت کم ہوگیا گو لامذہب ہونے کا الزام ان پر نہ لگایا گیا مگر اوروں کے ہم پیشوں نے حماقت کا الزام ان پر لگایا۔ مگر یہ سارے بزرگان اولوالعزم حق کے طالب ایسے طرفدار رہے کہ ان کے جان و مال و آبرو پر سب ہی طرح سے آفتیں آئیں مگر انھوں نے ان کو بڑے صبر و شکر کے ساتھ سہا اور کبھی اپنی تحقیقات حق سے انحراف نہیں کیا۔ اگر کسی حاکم نے ان کے قتل کا فتویٰ دیا تو انھوں نے یہ کہا کہ تم کو جیسا فتویٰ دینا مشکل ہے ایسا ہم کو قبول کرنا آسان ہے۔ غرض جو جو انمردیاں اور دلیریاں و ہمتیں و جرأتیں حق کی طرفداری میں ان روشن ضمیر عالموں نے دکھائی ہیں وہ ہمیشہ یادگار روزگار رہیں گی۔

ان علموں کی سلطنت کس نے بڑھائی جن کے سبب سے ہم زمین و آسمان کے حالات سے اور خود اپنے حال سے خوب واقف کار ہوئے؟ زمانہ گذشتہ کی انہیں جوانمردوں کی بامردی دلیری اور ہمت جرأت نے جنھوں نے حق کی تلاش میں اپنے تئیں وقف کر دیا۔ سچ کا دامن کبھی نہ چھوڑا خواہ کیسی ہی مصیبت و آفت ان کے سر پر آئی گو اپنے زمانہ میں ان پر ہم عصروں نے

لعن طعن کی اور ان کا سخت مقابلہ کیا مگر اس زمانہ میں وہ انسان کی تہذیب و شائستگی و روشن ضمیری کے سرتاج سمجھے جاتے ہیں اور خلائق ان کی تعظیم و تکریم دل و جان سے کرتی ہے۔ زمانہ گذشتہ میں ارباب علوم و فلسفہ و حکمت پر تعصب مذہبی کے سبب سے جو ظلم و ستم برپا ہوئے ہیں وہ زمانہ حال کے ارباب حکمت کو یہ سبق سکھاتے ہیں کہ اگر ان کے مخالف اپنے یقینیات راستی اور آزادی سے بیان کریں اور ان کی تحقیقات کو صداقت اور عدالت کی نگاہ سے دیکھیں تو ان کے ساتھ نہایت تحمل کے ساتھ پیش آنا چاہئے۔ افلاطون کا قول ہے کہ یہ دنیا خدا کی ایک کتاب انسان کے لئے ہے کہ وہ اسے پڑھ کر اور مطالعہ کر کے اس کے صحیح صحیح معنے کی توضیح اس طرح کرے کہ طبع مستقیم و ذہن سلیم پر کوئی اثر اس کے سوا نہ ہو کہ خدا تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا نقش بڑا گہرا ان پر جمے اور اس کی حکمت بالغہ کا خیال پیدا ہو اور اس کے لطف و کرم کے احسان ماننے کا جوش اٹھے +

یہ تو ارباب علوم کا حال تھا کہ انھوں نے اپنے حق مسائل کی حمایت میں درجۂ شہادت پایا مگر اس سے زیادہ ارباب مذہب کا حال بڑا باشان و شکوہ ہے جنھوں نے ایمان کے لئے اپنے تئیں شہید کرایا جو مرد یا عورت اپنے ایمان کی خاطر مصائب کی برداشت کرتے ہیں اور کوئی ایک شخص بھی حامی و ہمدرد نہیں ہوتا تو ایسی حالت میں وہ ہمت اور جرأت اُن کی ظاہر ہوتی ہے جو میدان جنگ کی شجاعت سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ میدان جنگ میں تو ایک جماعت کثیر ہمدردوں کی جمع ہوتی ہے جن کی ہمدردی اور تعداد نامردوں میں بھی مردانگی پیدا کر دیتی ہے ایسے جری اور دلیر آدمیوں کی لازوال نام بنانے میں زمانہ قاصر ہے جنھوں نے اپنے ایمان کو مشکلات و مصائب و خطروں میں راستی کے ساتھ قائم رکھا۔ دنیا کی جنگ خلاقی ہیں انھوں نے اپنی شجاعت کو دکھایا اور اپنے ایمان اور عقیدہ کے لئے جان دینے پر آمادہ ہو گئے۔ جھوٹ بول کر اپنے تئیں بچانے کا ارادہ نہیں کیا۔ ان شہیدوں نے کیا کیا ہمت و دلیری اپنی شہادت کے وقت دکھائی ہے۔ شہادت کے شوق میں جان دینے کے لئے اس طرح جاتے تھے جیسے کہ وہ اہا و لہن کے

اشتیاق میں جاتا ہی۔ ان کی ہڈیاں توڑی گئیں طرح طرح کے عذابوں کے شکنجوں میں کھینچائے گئے مگر کلمہ حق کے کہنے سے ان کی زبان کبھی نہ بند ہوئی وہ اپنے قتل ہونے کو سمجھتے تھے کہ ہم نے میدان جنگ میں فتح حاصل کی۔ جب اُن میں سے بعض کو دوستوں نے سمجھایا کہ تمہاری بڑی خطرناک حالت ہی۔ بادشاہوں کا غصہ تم پر موت لائیگا تو انھوں نے دوستوں سے کہا کہ فقط موت ہی آئیگی تو اس سے ہم میں اور تم میں کیا فرق ہوتا ہے؟ ہم آج مرتے ہیں تم کل مر وگے۔ بعض آدمیوں نے جھوٹی قسم نہ کھائی اور جان دیدی۔ غرض ہر مذہب و ملت میں ایسے بہت بزرگ گذرے ہیں کہ جس ایمان کو وہ حق جانتے تھے اس سے کبھی منحرف نہ ہوئے اور اُس کے لئے جان کو بہت خوشی سے دیدیا۔ ایمان پر جان کا قربان کرنا ان کا دہرم تھا۔ سچ یہ ہے کہ جو سچے بہادر دلیر ہوتے ہیں وہ موت سے ایسا خوف نہیں کرتے جیسے ذلت و رسوائی سے۔

کُل آدمیوں کی محنت کا صلہ اور ریاضت کا ثمرہی ہے کہ اُس میں کامیابی ہو مگر بعض دلیر شجاع ایسے ہوتے ہیں کہ صبر و استقلال سے محنت برابر کئے جاتے ہیں باوجودیکہ اُس میں کبھی کامیابی کی جھلک تک بھی نہیں دکھائی دیتی فقط اپنی دلیری و ہمت کے سہارے وہ برابر چلتے ہیں اس امید پر اندھیری میں بیج بوتے ہیں کہ جڑ پکڑینگے پھولیں گے اور اپنا ثمر لائینگے۔ ان کو ناکامی پر ناکامی ہوتی چلی جاتی ہی۔ مگر وہ اپنے مقاصد عالی کی پیروی سے پاؤں نہیں ہٹاتے اور فتحیابی کی امید کئے جاتے ہیں۔ بہت سے حملہ کرنے والے پہلے اس سے کہ قلعہ فتح ہو۔ اس کی دیواروں کے شکستہ کرنے میں مرجاتے ہیں مردانگی اور بہادری جو اس طرح وہ دکھاتے ہیں اس کا اندازہ اس فتح سے نہیں کرنا چاہئے جو حاصل ہو بلکہ اُس مقابلہ سے کرنا چاہیے جو انھوں نے دشمنوں کا دلیرانہ کیا۔

ایسے محبان ملکی اور فدائیان قومی جن کو ہمیشہ لڑائیوں کے لڑنے میں شکست ہوئی۔ ایسے شہدا جو دشمنوں کے فتح کے دھوم دھام اور نعروں میں قتل ہونے کے لئے گئے۔ ایسے محقق جنکے

جنکے دلوں کی دلیری نے کبھی یاس و ہراس کو اپنے پاس نہیں آنے دیا۔ یہ سب ایسے نمونے
اور مثالیں بلند اخلاقی کی ہیں کہ آدمیوں کے دلوں کو مقاصد عمیق کی طرف کامل فتح نمایاں
کے بہ نسبت زیادہ متحرک کرتی ہیں ان مثالوں کے مقابلہ میں وہ شجاعت کے کارہائے نمایاں
ہیچ معلوم ہوتے ہیں جنھوں نے آدمیوں کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ جسمانی جنگوں میں
سودائیوں کی طرح جان دینے کے لئے چلے گئے۔

دنیا میں جس دلیری و ہمت کی ضرورت ہے اس کا بڑا حصہ از قسم شجاعت نہیں ہے
جیسے کہ اُن کارہائے نمایاں کے لئے جنکا بیان تاریخ میں لکھا جاتا ہے دلیری کی ضرورت
ہے زندگی کے ہر روزہ کے کاروبار میں حاجت ہے۔ دلیری عام ہے
دلیریاں ہیں جو ان کاموں میں دکھائی جائیں۔ راست کرداری میں راست گفتاری
میں پرہیزگاری میں بے ریائی میں یعنے جیسا آدمی ہو ویسا اپنے تئیں دکھائے اور یہ نہ
کرے کہ جیسا نہ ہو ویسا اپنے تئیں دکھانے میں سعی کرے اپنے مقدور کے موافق راستی کے ساتھ
زندگی بسر کرنے میں۔ نہ یہ کہ ناجائز وسائل سے اپنے تئیں بڑا دکھانے میں کوشش کرے
دنیا میں جو انسان بہت سے بھدے کام کرتا ہے اور بہت سے رنج اٹھاتا ہے تو اسکا
سبب یہ ہوتا ہے کہ اس میں دلیری نہیں ہوتی بلکہ اس میں ایک ضعیفی و نامردی ہوتی ہے اور کسی
مقصد کے مضبوط فیصلہ کرنے کی وہ قابلیت نہیں رکھتا وہ ایک امر کو حق جانتا ہے مگر اس کے کرنے
پر جرأت نہیں کرتا۔ وہ جانتا ہے کہ میرا فرض کیا ہے مگر اس کو ہمت و استقلال سے ادا
نہیں کرتا۔ جن آدمیوں کی تربیت اچھی نہیں ہوتی اور ضعیف ہوتے ہیں وہ بُری ترغیبوں اور
ہوسوں سے اپنے تئیں نہیں بچا سکتے۔ ان میں بعض چالاک ہیں ان سے انکار کرتے ہیں نہیں بلکہ
بلکہ ان کی اطاعت کے لئے سر جھکاتے ہیں اگر کوئی بدکار اُنکا یار بن گیا تو پھر بُرے کام
کرنے میں وہ اس کے چیلے بن گئے۔

اس سے زیادہ کوئی امر تحقیق نہیں ہے کہ آدمی جب مستعدی سے کام کرتا ہے تو حوصلہ

سنبھلتی ہی ارادہ میں پیدا استواری آتی ہے آدمی کو چاہیے کہ اپنے ارادہ کو جو خصلت کے زور کا مرکز ہے قطعی فیصلہ کرنی کی عادت ڈلوائے اگر وہ یہ نہ کریگا تو نہ کسی برائی سے مقابلہ کرنے کے قابل ہوگا نہ نیکی کی پیروی کرنے کے لائق یہ فیصلہ کرنا ہی آدمی کو وہاں مضبوط کھڑا کر دیتا ہے جہاں وہ تباہی کے ڈھلان پر اول اپنا قدم بھی رکھتا ہے تو وہ تحت الثریٰ کو پہنچتا ہے۔

کسی امر کے فیصلہ کرنے کے لئے اوروں کی امداد کا سہارا ڈھونڈھنا بیفائدہ اور نہایت برا ہے۔ آدمی کو اپنی عادت کی ایسی تربیت کرنی چاہیئے کہ اپنی قوت پر بھروسا ہو اور نہایت نازک وقتوں میں اپنی دلیری و ہمت پر اعتماد ہو۔ ایک تاریخ میں لکھا ہے کہ شاہ مقدونیہ کسی بادشاہ سے لڑ رہا تھا کہ میدان جنگ میں وہ ایک دیوتا پر قربانی چڑھانے گیا۔ وہاں قربانی چڑھا کے اپنی فتح کے لئے امداد الٰہی کی دعا میں لگا رہا کہ دشمن نے اپنے ہاتھ میں تلوار کو لے کر میدان جنگ کو جیت لیا۔ بس یہی حال زندگی کے ہر روزہ کاروبار کا ہے کہ اپنے کام جو خود آپ کرتے ہیں وہ اچھے رہتے ہیں اور جو اوروں پر چھوڑتے ہیں وہ پچھتاتے ہیں مثل مشہور ہے آپ کاج مہا کاج۔

اشعار۔

حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر است ٭ رفتن بپای مردی ہمسایہ در بہشت
گر مرد ہمتی ز مروت نشاں مخواہ ٭ صد جا شہید شود بہ از دشمناں مخواہ

بہت سے آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ زبانی تو بڑے بڑے قصد کرتے ہیں مگر کسی کو پورا نہیں کرتے فقط باتوں ہی میں انکے مقصد کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ وہ کاموں کے ارادہ بہت کرتے ہیں لیکن کسی کو انجام نہیں دیتے منصوبے بڑے بڑے باندھتے ہیں مگر کسی کو شروع نہیں کرتے۔ یہ سارے عیب فقط ان میں اس سبب سے ہوتے ہیں کہ انہیں فیصلہ کرنے کی جرأت ہمت نہیں ہوتی۔ یہ کیا عمدہ بات ہے کہ زبان خاموش ہو اور کام فصیح بیان ہوں۔ زندگی بسر کرنے میں اور کاروبار کے انجام دینے میں

باتوں کے بتلانے سے کام کا کرنا اچھا ہوتا ہے۔ ساری باتوں کا مختصر جواب کردار
ضروری معاملات عظیم میں کسی شخص کا متلون ہونا اس کی نامردی اور کمزوری کی
قوی دلیل ہے۔ ہمیشہ نئی طرز سے زندگی بسر کرنے کا ارادہ کرنا اور کبھی اُنہیں کو
سرانجام دینا ایسا ہے جیسے کہ کوئی شخص یہ ارادہ روز کیا کرے کہ آج نہیں کل کھاؤں
پیئوں سوؤں گا یہاں تک کہ وہ بھوکا پیاسا مرجائے۔
اپنی جماعت و فرقہ کے بُرے اثروں کے روکنے کے واسطے بھی دلیری و ہمت و جرأت
کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہم پر عورتوں کا اثر بہت ہوتا ہے۔ ایک عورت خواہ کیسی ہی
گنوار اور ذلیل ہو اُس کا بھی اثر بہت کچھ ہم پر ہوتا ہے۔ بہت سے مرد اور
خاص کر عورتیں اپنی ذات اور اپنے فرقہ کے اخلاقی غلام ہوتے ہیں۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ
ان سب نے آپس میں مل کر ایسی سازشیں کر رکھی ہیں کہ کوئی ان میں سے باہر نکل کر جدا شخص اپنے
میں نہ پیدا کرے۔ ہر دائرہ۔ ہر فرقہ۔ ہر درجہ۔ ہر جماعت میں ایسی رسوم مروج ہوتی
ہیں کہ جنکا پاس لحاظ سب کرتے ہیں ان کے پابند نہ ہونے سے ذات سے باہر نکالے
جانے کا خوف لگا رہتا ہے۔ بعض آدمی وضع طرح کے قلعہ میں محصور رہیں باقی
اور رسوم و دستور و رایوں کی پابندی میں گرفتار رہیں ایسی چند ہی دلیر اور عالی ہمت
ہوتے ہیں کہ وہ سب ان رسم و رواج و ریت و دستور سے باہر ہو کر جدا خیال اور
کام کرتے ہیں اور اپنے کاموں اور خیالوں کی آزادی دکھاتے ہیں ہم اپنے فرقہ کے
کپڑے پہنینگے۔ وہی کھانا کھائینگے جو وہ کھاتا ہے اسی کی رسم و راہ کے پابند
رہینگے۔ خواہ اس سے کچھ ہم پر آفت مصیبت تباہی آجائے اور قرض کا عذاب جان کے
پیچھے لگ جائے ہم اپنی زندگی اپنی مقدور کی حیثیت کے موافق نہیں بسر کرتے بلکہ اپنی
ذات کے توہمات و رسومات و دستور اُنکے موافق ہم غیروں کی رسوم دستوروں پر تقلید
میں مگر اپنی خبر نہیں رکھتے۔ اہل امریکہ سر کے چپٹا بنانے پر اور چینیوں کے پاؤں چھوٹا کرنے پر

ہم ہنسیں گے۔ مگر یہ اپنے گھر میں نہیں دیکھیں گے کہ اس سے بدتر رسم و رواج ہیں۔
مہذب ملکوں میں جیسی جمہور کی خدمات میں نامردی ظاہر ہوتی ہے ایسے ہی خاص اپنے ذاتی کاموں میں بھی جیسے دولتمندوں کی خوشامد کی جاتی ہے۔ ایسے ہی غریبوں کی چاپلوسی کی جاتی ہے۔ پہلے زمانہ میں جو بڑے آدمی ذی جاہ اور صاحب منصب ہوتے تھے ان کی خوشامد کے مارے سچ نہیں بولا جاتا تھا لیکن حال کے زمانہ میں ادنیٰ آدمیوں کے سامنے سچ بولنے کی ضرورت نہیں جانتے جمہور کو پولیٹکل (سلطنت کے) اختیارات حاصل ہو گئے ہیں اس لئے سب اشخاص کا میلان اس طرف ہو گیا ہے کہ جمہور کے سامنے گڑگڑایئے ان کی خوشامد کیجئے۔ ان سے نہایت ملائمت کے ساتھ گفتگو کیجئے۔ ان کے ساتھ ان نیکیوں خوبیوں کی شان لگائیے۔ جن کو وہ خود جانتے ہیں کہ ہم میں نہیں ہیں جس سچی بات کو جانتے ہیں کہ ان کو ناگوار گذرے گی وہ زبان پر نہیں لاتے ان کی پسند کی باتیں بناتے ہیں جن ایوں اور خیالات کو یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے عمل میں لانے میں چاپلوسی ہو گی ان کی بیجا ہمدردی جمہور کے ساتھ کرتے ہیں کہ جس سے وہ ان کے حال پر مہربان ہوں۔
مہذب ملکوں میں سنو وہ خصائل اعلیٰ درجہ کے تربیت و تعلیم یافتہ سب طرح سے نیک حال اتنے نہیں پوجے جاتے جتنے کہ ادنیٰ اراذل ناتربیت یافتہ مبتذل پوجے جاتے ہیں اس لئے کہ مطلب برآری کثرت ووٹ پر موقوف ہوتی ہے ووٹوں کا حال ایسا ہو گیا ہے کہ ایک ظریف لکھتا ہے کہ عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اس دعا کی جگہ کہ اے خدا تو آج ہم کو روٹی دے یہ دعا مانگی جایا کرے گی کہ اے خدا تو آج ہم کو ایک ووٹ دے بڑے بڑے ذی جاہ صاحب دولت تعلیم یافتہ جاہلوں کی خوشامد کرتے ہیں وہ بے ایمان اور ناانصاف ہونے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں مگر ایسی باتوں سے بھاگتے ہیں جن سے خلائق ان کو ناپسند کرے۔ بعض آدمیوں کو یہ بات زیادہ آسان معلوم ہوتی ہے کہ وہ ادنیٰ درجہ کے آدمیوں کے آگے سر جھکائیں اور ان کی خوشامد کریں اور ان کا کہا مانیں۔

بنسبت اس کے کہ مردانہ وار مستقل و باشان شکوہ بنیں اور انکا مقابلہ کریں
دھار کے مقابل و برخلاف تیرنے میں تو زور اور دلیری کی ضرورت ہوتی ہی دھار کے ساتھ
جانے میں مری ہوئی مچھلی بہی جاتی ہے۔
ان آخر سالوں میں عام پسندی کی رذالت بڑھتی جاتی ہے اور ان سے عالی منصبوں کی
خصلتوں کا تنزل ہوتا جاتا ہے۔ ان میں ریاکاری بڑھتی جاتی ہے۔ ان کی رائے عوام
میں کچھ ہوتی ہی خواص میں کچھ اور جن تعصبات کو وہ عوام میں پسند کرتے ہیں گھر میں ان پر لعنت
بھیجتے ہیں ایسی ریاکاری کی باتوں سے وہ بے اعتباری کی پروا کچھ نہیں کرتے۔
جیسے طبقۂ اعلیٰ میں ویسی ہی طبقۂ ادنیٰ میں اخلاقی نامردی پھیلتی ہے جو ریاکاری اور
زمانہ سازی اوپر کے طبقہ میں ہے وہی نیچے کے طبقہ میں۔ جب اعلیٰ درجہ کے آدمیوں
میں اپنی رائے کے اظہار کی دلیری نہ ہو تو ادنےٰ درجہ کے آدمیوں میں کیسی ہوسکتی ہے!
ادنےٰ تو اعلےٰ کے پیرو ہوتے ہیں۔ کمتر اپنے سے بہتروں کا یہ حال دیکھ کر خوب ٹالم ٹولے
حیلے حوالے کرنے ہیر پھیر کی باتیں بنانی۔ کہنا کچھ کرنا کچھ۔ زبان کو بدل لینا یہ سب
کام کرنے لگتے ہیں۔
اس زمانہ میں جو عام پسندی حاصل کرتا ہے اس کے حق میں حسن ظن نہیں کیا جاتا بلکہ
سوء ظن کیا جاتا ہے۔ رومیوں کی ضرب المثل ہے کہ سخت ریڑھ کی ہڈی کا لعنت زدہ
مغز نہیں ہوسکتا۔ مگر جو عام پسندی کو حاصل کرتے ہیں ان کے ریڑھ کی ہڈی تو گری
ہوتی جس کو کچھ مشکل نہیں ہے کہ جس طرف چاہے جھک کر اور مڑ کر عام تعریف کو اٹھالے
جب عام پسندی ان طریقوں سے حاصل کی جاتی ہی کہ آدمیوں کی تعریف اور خوشامد
ہوتی ہے۔ تو سچ چھپایا جاتا ہے۔ ذلیل مذاق کے موافق تحریر و تقریر کی جاتی ہی کوئی بات
سے بدتر یہ کہ ایک جماعت خاص سے نفرت جتلائی جاتی ہے تو ایسی عام پسندی
راست کردار برگزیدہ بزرگوں کی نگاہ میں حقیر و ذلیل ہوتی ہے۔ سو وہ خصائل سچ بولنے

ہیں لیے ہوتے ہیں خواہ اس سے وہ کیسے ہی خلائق کو ناپسند ہو جائیں نہ ان کو اس کی پروا ہوتی ہے نہ اس پر فخر ہوتا ہے کہ خلائق ان کو پسند کرتی ہے۔ وہ نیک کام کرنے کو بہ نسبت تعریف حاصل کرنے کے زیادہ اچھا سمجھتے ہیں۔ وہ گنواروں کی خاطر سے اپنی رائے اور کوشش کے خلاف کبھی کام نہیں کرتے۔ جس بھلے کام کرنے کو انھوں نے اپنے اوپر واجب جان لیا اس کو کرینگے خواہ اس سے ساری دنیا ہی کیوں نہ ان سے بیزار و منحرف ہو جائے۔ وہ گنواروں کی تمیز کی دھندلی عینک سے اشیا کو نہیں دیکھتے۔ بلکہ جیسے وہ نفس الامر میں ہیں ویسا ہی ان کو ملاحظہ کرتے ہیں وہ حتی المقدور اپنے فرض کو ادا کرتے ہیں جو ان کے کوشش کو پسند آتا ہے جس سے وہ عام پسندی جو حقیقت میں اعلیٰ درجہ کی ہے۔ ان کو خود بخود حاصل ہو جاتی ہے۔ اور یہ عام پسندی جو زیادہ مروج ہے درحقیقت ایسی ذلیل و خوار ہے کہ حاصل کرنے کے قابل نہیں۔ عقلی۔ جوانمردی۔ خصلت کی آزادی اور خود اعتمادی کی جان ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ وہ اور آدمیوں کا سایہ اور گونج نہ بنے بلکہ اپنے لئے آپ دلیر بنے۔ اُس کو چاہئے کہ وہ اپنی ہی قوتوں کو کام میں لائے۔ اپنی ہی خیالات کا خیال رکھے۔ اپنی ہی خود فہمیدہ رائے کا اظہار کرے۔ اپنی رایوں کو محنت مشقت اٹھا کے حاصل کرے۔ اپنے یقینیات کو پیدا کرے۔ یہ سچ کہا گیا ہے کہ جو شخص کوئی رائے اپنی آپ بناتا نہیں۔ وہ ڈرپوک ہوتا ہے اور جو بنانی نہیں چاہتا وہ کاہل ہوتا ہے اور جو بنا نہیں سکتا وہ احمق ہوتا ہے۔

محض سچ کی محبت کے سبب سے آدمیوں کو سچ بولنا چاہیے۔ سچ بولنے سے آدمی پر آفت آئے تو آئے۔ مگر آدمی کے بولنے سے سچ پر کوئی مصیبت نہ آنی چاہیے۔ جب کوئی شخص راستی سے اپنے دل میں یقینیات پیدا کرتا ہے اور ان پر خوب غور و خوض کرتا ہے تو یہ اس کا حق ہے کہ وہ جائز طور پر ان کو عمل میں لائے۔ ہماری سوسائٹی کے معاملات کی بعض حالتیں ایسی پیش ہوتی ہیں کہ وہاں ان سے موافقت کرنی گناہ میں داخل

وہاں آدمی کو بولنا اور مخالف ہونا واجب ہوتا ہے۔ گو اس مخالفت سے بعض دفعہ بڑی بڑی بلائیں سر پر آتی ہیں ایسی حالت میں لڑنا ضرور رہا ہے اس کو یوں ہی بہا دینا نہیں چاہئے دغا بازی کا دیانت دار۔ جھوٹ کا راستباز۔ جور و جفا کا انصاف پسند۔ بدی شرارت کا پاک باطن بالطبع دشمن ہوتا ہے۔۔ ان کی لڑائی ہمیشہ ان برائیوں سے رہتی ہے اور حتی الامکان وہ ان کو مغلوب کرتے ہیں۔ دنیا میں ایسے بزرگوں نے اخلاق کے زور کو دکھایا ہے۔ انہیں کی فیاضی کے اتقا۔ سے اور دلیری کے سہارے سے معاشرت کی ترقی ہوئی ہے اور اس میں تازہ جان پڑی۔ ان کی متواتر مخالفت کے لئے دنیا کا بڑا حصہ خود غرضی اور بدکاری کی سلطنت کے ماتحت ہو گیا ہے جتنے معلمان قوم اور شہیدان قوم ہوئے ہیں وہ دروغ و بدافعالی کے دشمن تھے۔ انبیاء اولیا کیا ہوتے ہیں؟ گروہوں کے غرور ڈھانے والے۔ توہمات باطلہ لامذہبی کا مقابلہ و مخالفت کرنے والے۔ وہ بڑے دلیر و زبردست بہادر ہوتے ہیں جو دنیا کو ہدایت کر کے نیک راہ پر لے جاتے ہیں اور ان پر حکومت کرتے ہیں یہاں جید راستبازوں مستعد دینداروں کی زندگی ایک درستی کی لکیر ہوتی ہے۔ جس پر خلائق چلتی ہے ان کی مثالیں ہمیشہ کی یاد رکھی جاتی ہیں اور ان کی طرف رجوع ہوتی ہے۔ ان کے خیالات۔ ان کی عزیمت۔ ان کی دلیری و ہمت نسلاً بعد نسل اتقا کرتی رہتی ہے۔

ہر زمانہ میں مستعد دلیری جس کا مرکزی عنصر ارادہ ہے۔ گرمجوشی کے معجزوں کرامتوں کو ظاہر کرتی رہی ہے۔ وہی کار ہائے عظیم کی سہارا دینے والی قوت ہے اور خصلت کے زور کے لئے بڑی کمائی۔ مستعد و جید۔ مستقل مزاج سچے مقدمات و معاملات میں اپنی دلیری و ہمت کے بل پر نہایت استواری سے کھڑے ہوتے ہیں اور ان کے دل ایسے مضبوط ہوتے ہیں کہ اگر ایک لشکر دشمنوں کا ان کے سامنے آئے تو وہ نہیں ڈرتے۔

وہی آدمی جو دل میں جانتے ہیں کہ ہم مشکلات پر غالب آسکتے ہیں وہی ان پر غالب

آتے ہیں ان کو جو اپنی ذات پر بھروسہ ہوتا ہے وہی بھروسہ اپنے اوپر اوروں کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے ایک جہاز میں قیصر روم سوار جاتا تھا کہ طوفان آیا۔ جہاز کا کپتان بے اوسان ہوا تو قیصر نے للکارا کہ کیوں ڈرتا ہے۔ قیصر تیرے جہاز میں جاتا ہے۔ بہادروں کی دلیری مستعدی ہوتی ہے اور اوروں کو اپنا ساتھی بنالیتی ہے۔ ان کی طبیعت کا استقلال ضعیف طبیعتوں میں ہیبت پیدا کر کے ان کو خاموش کر دیتا ہے یا اپنی مرضی اور غرض کو ان کے دل میں ڈال دیتا ہے۔

جواں مرد و مستقل مزاج نہ کسی مقابلہ کا خوف دل میں لا کے بے اوسان ہوتے ہیں نہ اس سے ان کے قدم ڈگمگاتے ہیں۔

عقلمندی بغیر مستعدی کے آدمی کو اتنا آگے نہیں بڑھاتی جیسے کہ معتدل مستعدی معتدل دانائی کے ساتھ شامل ہو کر اسکو آگے لیجاتی ہے مستعدی آدمی میں عملی لیاقت نہیں پیدا کرتی ہے اس میں بل بوتہ سکت صدمہ پہنچانے کی طاقت پیدا کرتی ہے۔ مستعدی خصلت کی چستی و چالاکی قوت محرکہ کا نام مستعدی ہے اگر اسکے ساتھ فراست اور انضباط نفس شامل ہو جائیں تو پھر آدمی اپنی تمام قوا کو معاملات زندگی میں نہایت مفید طور پر کام میں لاسکتا ہے۔

جن آدمیوں کے قوا اعتدال کے ساتھ ہوتے ہیں اور ان کے دل میں مستعدی پیدا ہو جاتی ہے تو ان میں ان کارہائے عظیم کے کرنے کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے جن کے نتائج عجیب و غریب ہوتے ہیں۔ دنیا پر جن بزرگوں کا اثر بڑا طاقتور ہوا ہے وہ بڑے ذہین اور ذکی نہ تھے۔ بلکہ وہ اپنے کاموں پر متحمل مستقل و مستعد ایسے تھے کہ کوئی چیز ان کی مستعدی کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی ان کے عزم ایسے پکے ہوتے تھے کہ کبھی ان میں کسی طرح خامی نہیں آسکتی تھی۔

جب آدمی کی دلیری کے ساتھ مستعدی و استقلال شریک ہو جاتے ہیں تو وہ دشواریاں جن کا

آسان ہوتا مشکل نظر آتا تھا سہل ہو جاتی ہیں اس سے اپنی کوشش اور سعی میں وہ زور پیدا ہو جاتا ہے کہ پیچھے کسی طرح ہٹنے نہیں دیتا۔ ایک غریب سا آدمی بھی جب اپنے کام کو صحیح طور پر استقلال سے برابر کئے جاتا ہے تو وہ اپنا پورا صلہ پاتا ہے شعر

بہر کارے کہ ہمت بستہ گردد　　اگر خارے بود گلدستہ گردد

کام کرنے کا کوئی اس سے زیادہ عمدہ اور بہتر طریقہ نہیں ہے کہ اپنی قابلیت اور لیاقت کے بھروسہ پر کام کو کرے نہ اوروں کے امداد کے وعدوں پر۔ دنیا میں اکثر وعدوں کا حال بھوت پریت کا سا ہوتا ہے کہ دکھائی دیتے ہیں مگر ان کی اصل کچھ نہیں ہوتی اور اُن سے امداد چاہنا بالاضافت کم فائدہ دیتا ہے۔

جو کچھ اوپر بیان کیا گیا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خصلت کے بنانے میں متحمل و مستقل و دلیر ہونا نہایت بکار آمد اور ضروری ہی۔ وہ صرف چشمۂ منفعت ہی نہیں ہے بلکہ مخزن مسرت و خوش دلی بھی ہے۔ برخلاف اس کے ڈرپوک ہونا اور اس سے زیادہ زنانہ طبیعت ہونا سب سے زیادہ بڑھکر بدبختی اور کم نصیبی ہے۔

ایک عامل ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ اپنی اولاد کی تعلیم میں میرا مقصد اعظم ہمیشہ یہ ہوتا تھا کہ ان کو یہ عادت ڈلواؤں کہ وہ کبھی چیز سے اور نہ خود خوف سے ڈریں۔ خوف سے بچنے کی عادت اسی طرح پیدا ہو سکتی ہے جس طرح اور عادتیں توجہ کرنے کی مطالعہ کرنے کی۔ کام میں مشغول رہنے کی۔ خوش مزاج رہنے کی۔

موت قوت متخیلہ کی اولاد ہی۔ قوت متخیلہ ایسی چیزوں کے برے تصورات پیدا کرتی ہی کہ جن کا وقوع ممکن تو ہوتا ہی مگر وہ شاذ و نادر واقع ہوتی ہیں بہت سے آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اصلی خوفوں سے لڑنے بھڑنے اور ان کے مغلوب کرنے کے لئے تو اپنی دلیری و ہمت کو بلا لیتے ہیں ——— مگر خیالی خوفوں سے ایسے حیران و پریشان ہوتے ہیں کہ بے دست و پا ہو جاتے ہیں۔ پس قوت متخیلہ کو ٹھیک رکھنا چاہئے۔ اگر ایسا نہ کرینگے تو وہ ہم کو بڑا ستا ئیگی

بلاؤں کا استقبال آدمی دور جاکر کرائیگی۔ اور مصائب کو پہلے سے لے لیگی اور اس بوجھ سے گراں بار کرائیگی۔ جو ہمنے اپنے لئے آپ پیدا کیا ہے ٭٭

اس باب کا خلاصہ یہ ہے۔

انسان کی سچی عظمت یہی ہے کہ وہ ہمت اور دلیری حاصل کرے۔ اسی سے اس کی عظیم الشان وجلیل القدر ہونے کی بنا پڑےگی۔ ہمت و دلیری ہی انسان کی مصائب کو دور کرتی ہے۔ اور وہ کام کراتی ہے جو ذہانت سے بھی نہیں ہوسکتے استقلال اور دلیری کی جیسی ہر کامیابی کے لئے ضرورت پڑتی ہے ایسی کسی اور لیاقت اور قابلیت کی حاجت نہیں ہوتی۔ دلیری ہی انسان کے کل قواء کا چشمہ اور مسرت کا مخزن ہے۔ وہی اور قوتوں کو متحرک کرتی ہے سعی اور کوشش میں جان ڈالتی ہے دنیا میں ہمت و استقلال کی برابر کوئی نعمت عظمیٰ نہیں ہے اس کے آگے اور سب نعمتیں ہیچ ہیں تھوڑی سی لیاقت والے آدمی بھی اگرچہ دلیر اور مستقل مزاج ہوتے ہیں تو وہ بھی بہت کچھ کرسکتے ہیں۔ دلیری اور ہمت ہی سے انسان جو چاہے کرسکتا ہے اور خود جیسا ہونا چاہے ویسا ہوسکتا ہے۔ ایک بزرگ کی عادت تھی کہ وہ کہا کرتا تھا کہ تم وہی ہوجاؤگے جو ہونا چاہوگے۔ آدمی جس کام میں راست بازی کے ساتھ دلیری و ہمت سے ہاتھ لگائیگا۔ اس میں وہ عنایت الٰہی سے کامیاب ہوگا۔

استقلال بھی عقلمندی ہے۔ آدمی کو چاہیئے کہ وہ کسی کام میں ہمت ہار کے بیدل نہو دلیری کو اپنی نیک چلنی کا ایک جزو اعظم بنائے اور اس کو اپنی خصلت میں داخل کرے عادت پر خصلت موقوف ہوتی ہے۔ اور عادت ارادہ پر منحصر ہے۔ پس اگر ارادہ نے سچی عادت ڈلوادی تو وہ ہماری شفیق خلیق حاکم بنگئی اور ہم اس کی خوشی بہ خوشی رعایا بن گئے۔ اور اگر بری عادت ڈلوادی تو وہ جابر ظالم بادشاہ بن گئی اور ہم اس کے پاجی غلام ہوگئے۔

نہیں کرتے۔ خوشی سے جان دیتے ہیں ایمان اور اعتقاد میں پکے ہوتے ہیں نیک کام کرنے سے کبھی تھکتے نہیں۔ ان کو یقین ہوتا ہے کہ اس میں ہم درماندہ نہ ہوں گے تو ہم کو اپنی ریاضت کا ثمر وقت پر ملے گا۔

دنیاداروں کے لئے یہی ضرور ہے کہ اپنے کاروبار روزگار دنیوی کے چلانے کے لئے خاص قاعدہ اور انتظام کے پابند ہوں۔ کاروبار روزگار اخلاق سے چلتا ہے مزاج میں جس قدر صلاحیت ہوتی ہے اور نفس پر جس قدر اقتدار ہوتا ہے اتنی ہی کاروبار میں کامیابی ہوتی ہے اور ایک دانشمند اپنے اوپر حکومت رکھنے سے اوروں پر حکومت کرتا ہے اپنے نفس پر غالب بنا زندگی کی راہ کو ہموار اور آسان کر دیتا ہے اور بہت سے رستے بتلا دیتا ہے جو بغیر اس کے مسدود رہتے اپنا آپ ادب کرنا بھی کاروبار روزگار میں ضروری ہے۔ جو آدمی اپنی عزت کا آپ پاس کرتا ہے وہ دوسرے کی عزت کا بھی پاس رکھے گا +

یہی حال پولیٹک یعنی معاملات ملکی و سلطنت کا ہے ان میں کامیابی ایسی عزت فہم سے نہیں حاصل ہوتی جیسی کہ مزاج کی صلاحیت سے اور فہانت سے وہ کام نہیں نکلتا جو خصلت سے۔ اگر ایک آدمی اپنے نفس کو مغلوب نہیں کرسکتا تو نہ اس میں حلم و تحمل ہو سکتا ہے۔ نہ وہ کوئی منصوبہ باندھ سکتا ہے نہ اپنے آپے میں رہ سکتا ہے نہ اوروں کا انتظام کرسکتا ہے۔ ایک وزیر اعظم کے روبرو یہ مباحثہ ہوا کہ وزارت کے لئے کس صفت کی ضرورت ہے ایک نے کہا فصاحت کی۔ دوسرے نے کہا کہ علم کی تیسرے نے کہا محنت و مشقت کی۔ وزیر اعظم نے کہا نہیں یہ نہیں اس میں صبر و تحمل کی ضرورت ہے۔ جس سے سچی بہادرانہ خصلت بنتی ہے۔

شدید المزاج کچھ ضرور نہیں کہ بدمزاج ہی ہوا کریں مگر جن کے مزاج میں درشتی و سختی ہوتی ہے ان کے لئے ضرور ہے کہ وہ اپنے نفس کو زیادہ تر منضبط و مغلوب کریں

یہ آدمی کی طبیعت کی وسعت و شرافت پر منحصر ہے کہ جتنی اس کی عمر بڑھتی جائے اتنا ہی وہ اچھا ہوتا چلا جائے۔ اور تجربہ کے سبب سے ترقی کرتا چلا جائے۔ آدمی کی خطائیں اس کو ایسا تباہ نہیں کرتیں جیسے کہ وہ افعال تباہ کرتے ہیں جو خطاؤں کے صادر ہونے کے بعد کئے جاتے ہیں۔ دانشمندوں کے سر پر جو آفتیں اپنے سبب سے پڑتی ہیں ان سے وہ فائدہ اٹھاتے ہیں اور آئندہ ان کو پیش نہیں آنے دیتے۔ مگر بہت سے آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ ان پر تجربہ کا چنداں اثر نہیں ہوتا۔ اور جتنی عمر بڑھتی ہے اتنے ہی وہ شریر۔ بدنفس۔ بدمزاج ہوتے جاتے ہیں تند مزاج و تیز طبع نوجوان و کارگزار بڑے ہوتے ہیں اور ان کی مستعدی بڑی وسعت کے ساتھ اس حالت میں پھیلتی ہے کہ وہ لڑائی جھگڑوں کی ترغیبوں سے علیحدہ رکھے جائیں اور کسی کام میں تنہا لگائے جائیں اور ان کو نیک طور سے کوئی طریقہ کام کرنے کا بتلا دیا جائے تو وہ مستعدی جو خام طور پر اس سے ظاہر ہوتی تھی مفید کام کرنے لگتی ہے۔ تند مزاج اس وقت تو اپنے آپے سے باہر ہوتے ہیں کہ جذبات کا جوش ان کے دل میں اٹھتا ہی اس حال میں وہ کسی کی نہیں سنتے مگر باقی اوقات میں مطیع و منقاد ہوتے ہیں تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے شدید المزاج ایسے گذرے ہیں کہ بڑے عالی ہمت اولوالعزم اپنے ارادوں میں تھے اور مزاج میں نہایت استقلال تھا معاملات فیصلہ کرنے میں بڑے پختہ تھے انھوں نے اپنی قوت محرکہ کو نہایت صحیح اور درست طور پر مغلوب کر کے اپنے بس میں کیا۔ غرض ایسے تند مزاج جوانمردوں نے اپنے نفس کے مغلوب کرنے کی عادت ڈال کر دنیا میں بڑے بڑے کام کئے ہیں انھوں نے اپنی آتش مزاجی کو بالکل سرد کر لیا جتنی غصے کی حرارت ان میں زیادہ تھی اتنا ہی انھوں نے تحمل و صبر کی برودت سے اسے بدل لیا۔

نفس مغلوب کرنے کی برابر نفس کا مارنا ہے جس کو نفس کشی یا کسر نفسی یا بے نفس ہونا

کہتے ہیں اس میں آدمی اپنی تمام شہوات اور خواہشات نفسانی سے پرہیز اور درگزر کرتا ہے۔ اس خصلت کو جیمس اوٹرم نے جنکے نام سے سارا ہندوستان واقف ہے بڑی خوبی کے ساتھ دکھایا کہ ان کو ہمیشہ اپنی ذات کے لئے منفعت اُٹھانے سے انکار رہا۔ ملک سندھ کا فتح کرنا ان کی رای اور مرضی کے خلاف تھا مگر جب وہ اس کے فتح کرنے کے لئے گئے تو بڑی بڑی کارہای نمایاں اُنھوں نے دکھائے اور اپنے فرض کے ادا کرنے میں کبھی لغزش نہیں کی اور جب غنیمت ملک سندھ میں سے بہت سی دولت ان کے حصہ میں آئی تو اُنھوں نے اس کے لینے سے انکار کیا اور یہ فرمایا کہ جیسے میں اس فتح کی پولیسی کو ناپسند کرتا تھا ایسا ہی میں اس کے غنیمت لینے کو ناپسند کرتا ہوں جنرل ہولاک کی کمک کے واسطے وہ ایک لشکر گراں کے ساتھ لکھنؤ کی فتح کے لئے ۱۸۵۷ء غدر میں بھیجے گئے۔ یہ انکا استحقاق تھا کہ وہ میر لشکر ہوتے۔ مگر اُنھوں نے جنرل ہولاک ہی کو سپہ سالار لشکر رہنے دیا اور فتح کی ساری عزت و شوکت انہیں کی ذات سے منسوب کی اور خود اپنے تئیں والنٹر قرار دیا۔ یہ کیسی دریا دلی و سخاوت اور بے نظیر ایثار ہے۔ ایام غدر میں ان کے کارہائے نمایاں مثل اور افسران ذیجاہ کے تھے مگر یہ ایثار انہیں کا حصہ تھا۔ اگر کوئی شخص اپنی زندگی عزت اور اطمینان کے ساتھ بسر کرنی چاہتا ہے تو ضرور ہے کہ وہ ہر ادنے اور اعلے دونو طرح کے کاموں میں نفس کشی اختیار کرے اس کو چاہئے کہ اپنے مزاج کو عقل کا تابع رکھے۔ بدمزاجی شوخی۔ کینہ توزی کے چھوٹے چھوٹے شیطانوں کو اپنے پاس کبھی نہ پھٹکنے دے اگر وہ ایک دفعہ دل میں داخل ہو گئے تو بار بار آنے کا قصد کریں گے اور آخر کو اس میں ایسی جائیں گے کہ پھر نکالے سے بھی نہیں نکلیں گے۔

انسان کو اپنی خوش دلی کے لئے جیسا اپنے اعمال کا بس میں رکھنا ضرور ہے ایسا ہی مقال کا بعض الفاظ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ دل پر بڑی صدمے پہنچاتے ہیں۔ ان سے ایک

آدمی بغیر خنجر ہاتھ میں لئے دوسرے آدمی کے خنجر مار سکتا ہے۔ وہ شمشیر تیز سے زیادہ دل کے ٹکڑے کرتے ہیں ان کی نوکیں وہ تیز ہوتی ہیں کہ دل میں جب چبھ جاتی ہیں تو زندگی بھر نہیں نکلتیں ان میں غارت گری کی ایسی قوت ہے کہ خدا بچائے۔ بعض دفعہ وہ کلمات جو لطیفہ کے طور پر زبان سے نکل جاتے ہیں۔ بھڑ کی طرح ڈنک مارتے ہیں اور ایک فساد عظیم برپا کر دیتے ہیں جس سے ہنسی کی بہنسی ہو جاتی ہے۔

کلام کو اپنے بس میں رکھنے سے بھی خصلت کا اظہار ہوتا ہے متحمل دانشمند تو سخت دل شکن لفظ کہنے سے اپنے تئیں باز رکھتا ہے اور احمق کے خیال میں جو آتا ہے بے تامل کہہ دیتا ہے اور اپنی چھیڑ کے آگے دوست کے دل دکھانے کا کچھ خیال نہیں کرتا ہے۔ حضرت سلیمان کا قول ہے کہ دانشمند کا منہ اس کے دل کے اندر ہوتا ہے اور بیوقوف کا دل منہ میں ہوتا ہے۔ بعض آدمی بیوقوف تو نہیں ہوتے مگر وہ متحمل و صابر ایسے نہیں ہوتے کہ اپنی روک تھام کر سکیں . . . .

اس لئے وہ اپنی باتوں میں ایسے لاابالی ہوتے ہیں جیسے اپنے کاموں میں۔ ان میں ذہانت اشتعال دینے والی ہوتی ہے۔ ان کے خیالات میں نہایت تیزی ہوتی ہے ان کی تقریر دل شگاف و خاطر شکن ہوتی ہے۔ ایک لمحہ کی واہ واہ کے لئے وہ ایسے فقرے طنز آمیز بول جاتے ہیں کہ جن کی آفات انہیں کے سر پر آن کر پڑتی ہیں اور بے انتہا نقصان پہنچاتی ہیں۔ مدبران ملکی بھی بعض اوقات اپنے دشمنوں کے حق میں طنز آمیز کلام سے اپنے تئیں باز نہیں رکھ سکتے۔ . . . انداز گفتگو نے جیسے کہ دوستیوں کا فیصلہ کیا ہے ایسا ہی سلطنتوں کا۔ جو تحریریں ایسی ہیں کہ ان میں بیدار مغزی پائی جاتی ہو مگر سختی و درشتی ہو تو یہی بہتر ہے کہ وہ قلمدان کے اندر پڑی رہیں کیونکہ ضرب المثل ہے کہ قاز کے پر سے جیسی گزند پہنچتی ہے ایسی شیر کے پنجہ سے نہیں۔ بعض باتوں کے کہہ دینے پر بڑے بڑے تجربہ کاروں کو افسوس کرتے ہوئے دیکھا ہے مگر کسی کو زبان بند رکھنے پر

افسوس کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ فیثاغورث کا قول ہے کہ چپ رہو اور بولو تو جب کہ چپ رہنے سے بولنا اچھا ہو اور دانشمندوں کے یہ مقولے ہیں۔ برمحل بولو یا دانائی کے ساتھ چپ رہو۔ خاموش رہنا اس سے بہتر ہے کہ سچ بے لطفی کے ساتھ بولا جاوے یہ ایسا ہی کہ نہایت عمدہ رکابی کو نہایت خراب سرپوش سے ڈھکا جائے۔ اوّل بولو پھر چپ رہو۔ بولنے کے بعد خاموشی دُنیا میں بڑی طاقت رکھتی ہے۔ ایک لفظ برمحل بولنا بڑی طاقت رکھتا ہے۔ متبرک آدمی کے منہ میں زبان سونے کی ہوتی ہے ایسے اوقات و مواقع ومحل آجاتے ہیں کہ وہاں غصہ کا اظہار بجا و درست ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ واجب لازم ہوتا ہے جھوٹ پر۔ خود غرضی پر۔ ظلم وستم پر غصہ ہوتا ہم پر واجب ہے۔ سچا و نیک دل بالطبع کمینگی و رذالت پر خواہ وہ کسی قسم کے ہوں اپنی خفگی ضرور دکھائیگا اور ان کی ایسی صورتوں میں بھی کہ جن میں بولنا لازم نہیں ہے وہ بولے گا۔ جو شخص صواب پسند ہے وہ ضرور خطا و خطاکاری سے بے پروا نہ ہوگا۔ جب کسی خطا پر اس کے دل میں حرارت آئیگی تو اس کے منہ سے گرم الفاظ نکلینگے۔ جن میں دل کا اثر پورا ظاہر ہوگا۔ وہ ہر ایک بری کام کی حقارت کرنی نیکی کے ساتھ سکھائیگا نہ بے باکی و شوخی کے ساتھ۔ جو شخص ایسا مردہ دل ہے کہ غصہ اس کو کسی حال میں آتا ہی نہیں اس سے کسی کام کی توقع نہیں ہوسکتی۔ دنیا میں بد آدمیوں سے زیادہ نیک آدمی ہیں۔ مگر بدآدمیوں کا دست بالا ہوتا ہے اس لئے کہ وہ دلیر و غصے والے زیادہ ہوتے ہیں۔

اکثر تربیت یافتہ۔ تجربہ کار متحمل و بردبار ہوتے ہیں اور جاہل تنگ دل کبھی عفو اور تحمل کرنا نہیں جانتے۔ نیک اشراف اپنی عملی دانائی کے موافق اوروں کی خطاؤں اور نقصوں اور عیبوں سے چشم پوشی اور درگذر کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ آدمی کی خصلت بنانے میں اس کے گرد کے حالات کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ ضعیف و خطاکار طبیعتیں بری ترغیبوں کے مقابلہ کرنے کی قوت کم رکھتی ہیں کوئی خطا ان سے ایسی سرزد نہیں ہوتی جس کا میں خود مرتکب

نہ ہو سکوں فقط خدا کے فضل سے بچا ہوں جیسا ہم اپنی زندگی کو بناتے ہیں ویسا ہی اکثر حصہ اس کا بن جاتا ہے۔

خوش مزاج دنیا کو خوش بناتے ہیں۔ ملول مزاج دنیا کو ملول بناتے ہیں

اکثر ہم دیکھتے ہیں کہ جیسا ہمارا مزاج ہوتا ہے ویسا ہی پر تو اس کا ہمارے ہمسایوں کی طبیعت پر پڑتا ہے۔ اگر ہم جھگڑالو ہیں تو وہ بھی ہمارے ساتھ فساد کی باتیں کرتے ہیں اگر ہم ان کے ساتھ عفو فیاضی نہیں کرتے تو وہ بھی ہمارے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں۔
ایک شخص دعوت کھا کر اپنے گھر جاتا تھا کہ اس نے پولس سے شکایت کی کہ کوئی بدرو میری ساتھ پیچھے پیچھے چلتا ہے تحقیقات سے معلوم ہوا کہ کوئی دوسرا شخص اس کے ساتھ نہیں چلتا تھا وہ اس کا اپنا ہی سایہ تھا۔ پس بعینہ یہی حال انسان کی زندگی کا ہے کہ ہم میں سے ہر شخص ہمارا اپنا ہی پر تو و عکس ہوتا ہے۔
اگر ہم یہ چاہیں کہ اوروں کے ساتھ صلح و انس کے ساتھ رہیں اور وہ ہمارا ادب کریں تو ہم کو اوروں کے تشخص و ذات کا پاس لحاظ کرنا چاہئے۔ جیسے ہر شخص اپنی صورت شکل خط و خال میں خصوصیتیں رکھتا ہے ویسے ہی وہ اپنے اوضاع و اطوار و خصلت میں خصوصیتیں رکھتا ہے پس ہم کو اس کے ساتھ معاملہ کرنے میں وہی برداشت و تحمل و برتاؤ برتنا چاہئے جس کی توقع اس سے ہم کرتے ہیں گو ہم اپنی خصوصیات سے واقف نہ ہوں مگر وہ ہم میں تو ضرور ہیں۔ ایک گانوں میں گھینگا اس کثرت سے لوگوں میں تھا کہ اس کا نہ ہونا بدصورتی میں داخل تھا۔ جب اس گانوں کے پاس انگریزوں کا ایک گروہ گذرا تو گانوں والے چلا چلا کر کہنے لگے کہ دیکھو بے گھینگے کے آدمی جاتے ہیں۔
بہت سے آدمی اس شوق میں بے تاب ہیں کہ ان کو یہ معلوم ہو کہ اور آدمی ان کی نسبت اور ان کی خصوصیات کی نسبت کیا خیال و رائے رکھتے ہیں بعض آدمی نہایت بد طینتی کی جہت پر توجہ کرتے ہیں اور برے نتیجے نکالتے ہیں یہ صورت اکثر وہاں ہوتی ہے کہ تصور میں

جس واقعی خساست و خباثت کو ہم سمجھتے ہیں وہ حقیقت میں ہماری خساست و خباثت کا پرتو یا عکس ہوتا ہے جو بیچینی ہم کو اس حالت سے ہوتی ہے اُس کا سرچشمہ ہمارے اپنے ہی خیال میں ہوتا ہے جب ہمارے آس پاس کے آدمی ہماری نسبت اپنی تنگدلی و بخل کے سبب سے اچھا خیال نہیں کرسکتے تو ہم اُن پر اپنے غصہ کو بھڑکاتے ہیں جس کے سبب سے ہماری باتوں کی اصلاح نہیں ہوتی۔ اس لئے بے ضرورت ہم اپنے تئیں ان کی بدطینتی و کینہ توزی کے معرض میں ڈال دیتے ہیں۔ قاعدہ ہے کہ ہمارے منہ سے جو برائی نکلتی ہے وہ ہمارے سینہ میں داخل ہو جاتی ہے۔

ایک بڑا حکیم اپنے دوست کو بطور نصیحت نامہ لکھتا ہے کہ میں بہت بوڑھا زمانے کے تجربوں سے بہت مستفید ہو چکا ہوں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جب میں نوجوان تھا اور آدمیوں کی نیت سے جو مقصد میں سمجھتا تھا وہ انکا نہ ہوتا تھا۔ اکثر ان کی نیت کو غلط بیان کیا کرتا تھا اس لئے مینے یہ قاعدہ کلیہ ٹھیرایا کہ جب کلمات ایسے بولے جائیں کہ بیزاری اور خفگی پہ دلالت کریں تو میں ان کے سمجھنے میں دیر فہم ہو جاؤں اور جو کلمات دلی مہربانی پر دلالت کریں اُن کے سمجھنے میں تیز فہم ہو جاؤں۔ سچی اور اصل حقیقت کھلے بغیر نہیں رہتی۔ اگر ہمارا گروہ غلط کار ہو تو وہ اپنی غلطی پر آگاہ اس طرح جلد ہو سکتا ہے کہ ہم تحمل و بردباری کے ساتھ سمجھائیں بہ نسبت اُس کی کہ اُس کے ساتھ تشدد اور سختی برتیں اس تمام بیان سے غرض یہ ہی کہ تعصب و طرفداری کے نتائج کے دیکھنے کے اندھا بنیا بن جاؤ اور صلح جوئی و خیرخواہی کے نتائج کے دیکھنے میں بنیا ہو جاؤ۔ جو شخص مصالحت کا پیرو ہوتا ہے وہ بڑا خوش دل رہتا ہے

ایک اور دانشمند اپنے دوست کو یہ نصیحت کرتا ہے کہ وہ ہتھیار جن سے کہ دنیا کی بدطینتی اور خباثت سے لڑائی ہو سکتی ہے اور وہ اوصاف جن سے کہ اوروں سے ہم اور اور ہم سے مصالحت کرسکتے ہیں یہ ہیں۔ عدالت۔ شرافت۔ اوروں کے حال پر توجہ۔ اپنے اوپر . . . . بے اعتباری اور بے انکساری یہ صفات طبائع رذیل میں

نہیں ہوتے بلکہ جو نیک طینت اور صاف باطن ہوتے ہیں اُن میں یہ نیکیاں ہوتی ہیں
اُن کے نزدیک کوئی بات اس سے زیادہ رزالت کی نہیں ہے کہ نالشوں اور فساد عناد میں
زندگی بسر کریں لڑائی جھگڑے ٹنٹے سوالیں ہاشت مشت کرتے پھریں جیسی یہ اور بہت سی نیکیاں
ہم کو راحت پہنچاتی ہیں ایسی ہی وہ ہماری طبیعت میں شرافت و ملائمت وعظمت پیدا
کرتی ہیں ہمکو اپنی نوع کے ساتھ مصالحت کے ساتھ رہنا چاہئے۔ اوروں کی خاطر سے نہیں
بلکہ اپنی خاطر سے اگر ہم یہ خیال بھی کریں کہ ایک بڑا جابر قاہر بادشاہ ہے جو اپنی رعایا کو
اس پر مجبور کرتا ہے کہ وہ جو کچھ اپنی محنت مزدوری سے کمائیں اس کی ایک تہائی سے
زائد اس کے حوالے کریں پھر اُس کے سوا یہ بھی چاہے کہ اُن اسباب کو وہ استعمال کریں
جو ان کو ذلیل و خوار ایسا کردیں کہ انسان سے وحشی حیوان بنادیں اور وہ اُن کے خاندانوں
کے چین اور آرام کو برباد کرنے اور بیماری اور ناوقت موت کا بیج ان میں بوتے
پھر دیکھو کیسی کیسی جلسے بشمار آدمیوں کے ہوتے ہیں جن میں اس شیطانی سلطنت خلاف
فطرت کی رد میں فصاحت و بلاغت سے تقریریں آزادی کی تائید میں ہوتی ہیں
اب سنو کہ مطلق العنان شہوات نفسانی کا جابر و قاہر بادشاہ ہم پر فرمانروائی
کررہا ہے۔ نہ ہتھیاروں کا زور نہ آوازوں کا شور اُس کا مقابلہ کرسکتا ہے آدمی خود
بخود اپنی خوشی سے اس کا غلام بنا جاتا ہے۔

اس جابر و قاہر کی حکومت اِن ۔ اخلاقی وسائل سے مغلوب و محکوم بن سکتی ہے کہ آدمی
اپنی تادیب خود کرے اپنا ادب خود کرے۔ اپنے نفس کو آپ مغلوب کرے اس کے سوا
کوئی اور طریقہ نہیں ہے کہ شہوات نفسانی کی حکومت کے سامنے خواہ اُس کی کوئی صورت
ہو ہم کھڑے رہ سکیں نہ قوانین آئین کی اصلاح نہ گورنمنٹ کی صورت ترقی یافتہ نہ عام
تعلیم اُن اقوام کی خصلت کو مرتفع کرسکتی ہے جنھوں نے اپنے مرضی سے اپنے تئیں ہوائے
نفسانی اور شہوات جسمانی کے حوالہ کردیا ہے۔ ذلیل تعیش کے حوالہ ہونا خوش دلی کا

تنزل کرتا ہے وہ اخلاقی خوشی کو چوس لیتا ہے مستعدی کو غارت کردیتا ہے اقوام اور افراد دونو کی مردانگی کو نامردی اور فربہی کو لاغری بنا دیتا ہے۔

اپنے نفس کے مغلوب کرنے کی دلیری کی بہت سی صورتیں ہیں مگر وہ سب سے زیادہ اپنی اچھی صورت دیانت اور راستی کے ساتھ زندگی بسر کرنے میں دکھاتی ہے جن آدمیوں میں نفس کشی اور پرہیزگاری کی نیکیاں نہیں ہوتیں وہ اپنے اغراض کی خواہشوں کے بندے ہوتے ہیں اور جن کے ساتھ وہ وابستہ ہوتے ہیں ان کے دل بھی انہیں کی مثل ہوتے ہیں جو ورد کرتے ہیں وہ یہ کرتے ہیں اپنی جماعت کے مصنوعی پیمانہ کے موافق وہ اپنی زندگی بسر کرتے ہیں اپنے ہمسایوں کی برابر خرچ رکھتے ہیں اور انجام کار پر نظر نہیں رکھتے۔ یہ جانتے ہیں کہ ہم اپنے مقدور اور وسائل سے بڑھ کر اپنی زندگی بسر کریں ایک دوسری کی سا تھ گھسٹا چلا جاتا ہے اور ایسی اخلاقی دلیری نہیں رکھتا کہ اپنے تئیں ٹھہرائے۔ وہ اعلیٰ درجہ کی زندگی بسر کرنے کی ہوس سے اپنے تئیں باز نہیں رکھ سکتے۔ گو یہ بات ان کو اوروں ہی کے خرچ سے حاصل ہو۔ انجام اس کا یہ ہوتا ہے کہ قرض کا عذاب ان کی جان کے پیچھے پڑتا ہے اور اپنا حلقہ بگوش و غلام بناتا ہے اس طرح اُن کی بڑی اخلاقی پست ہمتی اور نامردی ظاہر ہوتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ خصلت مردانہ و آزادی انمیں نہیں ہے۔ جس کا دل راستی و امانت و دیانت سے معمور ہے وہ ایسے کاموں کے کرنے سے گریز و پرہیز کریگا کہ اپنے تئیں ایسا دکھائے جیسا کہ حقیقت میں نہیں ہے۔ یا ایسا دولت مند جتلائے جیسا کہ دراصل نہیں ہے۔ ایسی زندگی بسر کرنے کی طرز اختیار کرے جو اُسکی مقدور سے باہر ہو۔ وہ تو اپنی زندگی دیانت کے ساتھ اپنی مقدور اور بساط کے موافق بسر کریگا اور بے دیانتی سے اوروں کے خرچ سے زندگی بسر کرنے کا قصد نہیں کریگا۔ جو شخص اپنی زندگی بسر کرنے کی طرز اختیار کرتا ہے کہ اُس میں خرچ آمد سے زیادہ کرتا ہے وہ اپنے ارادہ و نیت میں ایسا بددیانت ہوتا ہے جیسا کہ جیب کترا جو کھلے بازار لوگوں کی

جیب کترتا ہی۔ بہت سے آدمیوں کو یہ اوپر کی بات نہایت انتہا کی معلوم ہوگی مگر اس کا امتحان نہایت درستی کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ غیروں کے خرچ سے زندگی بسر کرنی فعلاً دروغ ایسا ہی ہے جیسا لفظاً جھوٹ بولنا۔ یہ ضرب المثل کہ قرض لینے والے جھوٹ بولنے والے ہوتے ہیں تجربہ سے خوب ثابت ہوتی ہے۔ ساری بداخلاقی کی جڑ ان دو باتوں میں ہی۔ بعض چیزیں جو ہمارے پاس نہ ہوں ان کے لئے ہم بیتاب ہوں دوم ہم اپنے تئیں ایسا دکھلائیں جیسے کہ ہم وراصل نہیں ہیں۔

معزز اشراف اپنے مقدور کے موافق کفایت شعار ہوتے ہیں اور دیانت کے طریقوں پر چلتے ہیں وہ اپنے مقدور سے زیادہ اپنی دولتمندی کو نہیں جتلاتے۔ نہ قرض کا عذاب اپنی جان کے پیچھے لگاتے ہیں وہ آدمی غریب نہیں ہے کہ مقدور کم رکھتا ہو بلکہ وہ جس کی خواہشیں دبی ہوئی ہوں۔ ایسی ہی وہ آدمی دولت مند ہے جس کے پاس دولت اتنی ہو کہ وہ اس کی سب احتیاجوں کو رفع کر کے بچتی ہو۔ جب سقراط نے ایتھنز میں دیکھا کہ بہت سی دولت اور جواہرات اور بیش بہا اسباب بڑی دھوم دھام سے جاتے ہیں تو اس نے کہا کہ آج میں نے دیکھا کہ کتنی ساری چیزیں ہیں کہ مجھ کو ان کی خواہش نہیں۔ بعض شخص اپنے ایسے بلند خیالوں میں شغل رکھتے ہیں کہ ان کو دولت کی پروا نہیں ہوتی مگر جو شخص وہ خوشیاں حاصل کرنی چاہتا ہے جو دولت سے مول لی جا سکتی ہیں اس کو چاہیے کہ وہ دیانت اور ایمان داری سے دولت پیدا کرے نہ یہ کہ اوروں کی کمائی ہوئی دولت پر ہتھا مارے کہ اوروں سے قرض لے جس کے ادا کرنے کی کوئی سبیل اس پاس نہ ہو۔ ایک شخص کو قرض لینے کی عادت تھی۔ جب اس سے ایک دوست نے پوچھا کہ تم کتنے کی شراب پیتے ہو تو اس نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں لیکن بہی میں لکھا ہوگا۔ یہ کتاب میں لکھا جانا ہی غضب ہے اس سے وہ لوگ برباد ہو جاتے ہیں جو ایسے ضعیف القلب ہوتے ہیں کہ اپنے دل کو خواہشوں سے روک نہیں سکتے۔ جب کسی چیز کی

خریدنے کی خواہش ہوئی۔ گو اسکی قیمت بالفعل پاس نہو مگر اس کو خرید لیتے ہیں اور کتاب میں لکھ دیتے ہیں جس سے آخر کو حیرانی جان پر آتی ہے۔

دو طرح کے آدمی ہوتے ہیں ایک وہ جو اپنے روپیہ کو ہاتھ میں نہیں رکھتے۔ دوسرے وہ جو اپنے ہاتھ کو اوروں کے روپیہ میں ڈالنے سے نہیں روکتے۔ اول قسم کے آدمی ہمیشہ روپیہ کے محتاج رہتے ہیں اس لئے کہ جو چیز ان کو اول پسند آتی ہے ان کے لینے میں روپیہ خرچ کر ڈالتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ روپیہ سے فراغت پائی۔ دوسری قسم کے آدمیوں کے پاس جب اپنا روپیہ خرچ ہو چکتا ہے تو وہ اوروں سے جو اوروں کو قرض دیتے ہیں قرض لیتے ہیں اور آخر کو یہ قرض لینے کی ہنرمندی ان کو غارت و تباہ کر دیتی ہے۔

باب ہفتم

فرض۔ راستی

میں نے سو کر خواب میں دیکھا کہ زندگی حسن ہے مگر جاگ کر معلوم ہوا کہ وہ اداء فرض ہی فرض بھی ایک عجیب و غریب خیال ہے کہ نہ وہ چاپلوسی و خوشامد کے شوق سے نہ کسی دھمکی کے خوف سے اپنا کام کرتا ہے۔ بلکہ فقط ایک قانون روحانی کی وجہ سے۔ وہ ہمارے لئے ادب و تعظیم کو مول لیتا ہے۔ اس کے آگے تمام ہوا و نفسانی گونگی ہیں گو مخفی اس سے سرکشی کرتے ہیں۔

جو شخص خلاق کے بازار میں اپنے ساکھ کا بگڑ جانا اور آخر کو دوالہ نکل جانا نہیں چاہتا۔ اس کو چاہیئے کہ اپنے فرض کو یعنی جو شے اس کے ذمہ واجب الادا ہے ادا کرے۔ معاملات زندگی میں فرض ایک معاہدہ ہے جس کا پورا ہونا اور ایک قرض ہے جسکا ادا ہونا آدمی کی خود اپنی کوشش و سعی پر اور بالاستقلال کام کرنے پر منحصر ہے

غرض حق واجب الادا کا نام فرض ہے۔ فرض انسان کے دم کے ساتھ لگا رہتا ہے۔ گھر سے اُس کی ابتداء ہوتی ہے۔ مربیوں کے حقوق بچوں کے ذمے اور بچوں کے حقوق مربیوں کے ذمے آقا اور ملازم کے حقوق ایک دوسرے کے ذمے ہوتے ہیں۔ گھر سے باہر دوستوں کے ہمسایوں کے حاکم و محکوم کے کارفرما و کارکنوں کے حقوق تمام ہر مرد اور عورت کے ذمے ہوتے ہیں۔ پولوس مقدس کا قول ہے کہ سب کے حقوق ادا کرو۔ جس کو خراج دینا چاہئے اُس کو خراج دو جسکو محصول دینا چاہیے اُس کو محصول دو۔ جس سے خوف کرنا چاہیئے اُس سے خوف کرو۔ جس کی عزت کرنی چاہیے اسکی عزت کرو۔ کسی آدمی پر منت نہ رکھو۔ مگر آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرو۔ اس لئے کہ جو دوسرے کے ساتھ محبت کرتا ہے وہ شرع کی پابندی پوری کرتا ہے۔ جب سے آدمی اس دنیا میں آتا ہے اور جب تک کہ اس سے باہر جاتا ہے حقوق واجب الادا اُس کے گلے کے ہار رہتے ہیں اپنے سے بڑوں کے اپنے سے چھوٹوں کے اپنے برابر والوں کے حقوق اُس کے ذمے واجب الادا ہوتے ہیں غرض جہاں کہیں قوت کام کرنے کے لئے یا ہدایت کرنے کے واسطے ہوگی وہاں اس کے ساتھ فرض بھی ہوگا۔ ہم اسی لئے خزانچی مقرر کئے گئے ہیں کہ جو وسائل ہمارے حوالہ کئے جائیں۔ ان کو اپنے اور اوروں کی بھلائی میں کام میں لائیں۔

اداء فرض انسان کو اعلٰے حالت میں تھامنے کا قانون ہے۔ وہی اس کی خصلت کا تاج ہے۔ بغیر اُس کے آدمی کے پاؤں ڈگمگاتے اور لڑکھڑاتے ہیں اور ذرا سی بُری ترغیب اور مخالفت کے جھونکے میں وہ اُڑ جاتا ہے برخلاف اُس کے جس کے دل میں وہ موجود ہے اگر وہ بودا ہو تو مضبوط ہوتا ہے۔ اگر نامرد ہو تو دلیر ہوتا ہے اداء فرض ہی کے سبب سے اخلاق کی کل عمارت پیوستہ و چسپیدہ ہو کر تھمی رہتی ہے بغیر اُس کے ساری

قوت۔ نیکی۔ عقل۔ راستی۔ خوش دلی۔ محبت میں ذرا پائداری نہیں باقی رہتی ہے۔ ہماری ساری ہستی کی رشتہ بندی ہمارے ہی اندر شکستہ ہو جاتی ہی اور ہم کو ایسی ویران کھنڈروں میں بٹھا دیتی ہی کہ اپنی تباہی کو ہم خود دیکھ کر حیران ہوتے ہیں۔

ادائے فرض کی بنیاد عدالت پر رکھی گئی ہے اور عدالت جو محبت کے سبب سے پیدا ہوتی ہے وہ نیکی کی معراج کمال ہے۔ ادائے فرض خود فہمیدگی نہیں ہے بلکہ ایک اصول ہے جو ساری زندگی پر حاوی ہی۔ اس کا ظہور چال چلن میں اور ان افعال میں ہوتا ہی جو آدمی کونشنس اور آزادانہ ارادہ سے کرتا ہے۔ اگر آدمی ادائے فرائض کے معنے خوب استحکام کے ساتھ سمجھتا ہی اور اپنے کام کا طریقہ پاک صاف رکھتا ہے اور اس کے ارادہ کی کونشنس بھی تائید کرتا ہی تو ان سب باتوں سے آدمی میں یہ قابلیت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ اپنی راہ پر بہادرانہ قدم رکھتا ہے اور مشکلات اور موانع کا مقابلہ کرتا ہوا اپنے مقاصد کو پورا سر انجام دیتا ہی اگر مایوسی اور ناکامی بھی ہوتی ہے تو دل کو اطمینان اس سبب سے ہوتا ہے کہ وہ ادائے فرض کے معاملہ میں ہوئی ہے۔ اے نوجوان تو غریب و مفلس رہ۔ گو تیرے آس پاس کے آدمی دغابازی اور بیوفائی سے دولتمند ہو رہے ہوں تو اپنی امیدوں کی مایوسیوں پر صبر کر۔ گو اور خوشامد سے اپنی امیدوں میں پورے کامیاب ہو رہی ہوں تو اس دست شفقت سے ہاتھ اٹھا۔ جسکے لئے اور قدمبوسی اور زمیں دوزی کر رہی ہیں تو نیکی کو اپنا شعار و دثار بنا۔ روزانہ روزی اور ایک دوست کی تلاش کر۔ پس اس طرح اگر تو بڈھا ہووے اور تیرا دامن عزت پاک صاف کسی داغ سے آلودہ نہ ہو تو خدا کا شکر بھیج اور دُنیا سے رخصت ہو۔ چستی کے معنے یہ ہیں کہ آدمی مستعدی سے کام کرے۔ زندگی ایک رزم ہے جسمیں بہادرانہ لڑنا پڑتا ہے۔ جو بہادر سچا استقلال رکھتے ہیں وہ اپنی جگہ سے نہیں ہٹتے گو جان جائے تو جائے۔ جو اخلاق کے اعلیٰ درجہ کے اصول کو اختیار کرتے ہیں وہ اپنے فرض کے ادا کرنے میں ساری چیزوں کی خواہ ان کو وہ کیسی ہی

عزیز ہوں یہاں تک کہ جان تک کی کچھ پروا نہیں کرتے۔ فرض کو وہ ہاتھ سے نہیں دیتے سر کٹے تو کٹے وہ بڑی خوبی و نیکی کے ساتھ بہادری دکھاتے ہیں۔ اپنے ارادوں کو مستحکم رکھتے ہیں اپنے ادائے فرض کی راہ میں کبھی لغزش نہیں کرتے۔ وہ اپنے ملک کی خدمت اپنا فرض سمجھ کر کرتے ہیں کچھ جاہ و منصب کی طمع سے بجا لاتے نہیں ایسے ہی آدمی سچے معزز جلیل القدر ہوتے ہیں اور اپنی نسلوں کے لئے فخر و عزت چھوڑ جاتے ہیں۔ ارادہ کی قوت خواہ ضعیف ہو یا قوی ہو ایک عطیہ الٰہی ہے بس اسے معطل و بیکار رکھ کر فنا کرنا چاہئے نہ ذلیل و رذیل مقاصد میں استعمال کرکے ناپاک و پلید کرنا چاہے۔ یہ جان لینا چاہئے کہ آدمی کی عزت و عظمت اس میں نہیں ہے کہ اپنی خوشی اپنی شہرت اپنے عروج کی جستجو کرے اور اپنی جان کو بچا لے اور اپنے لئے شان و شوکت حاصل کر لے بلکہ اس میں ہے کہ اپنے فرض کو ادا کرے ادائے فرائض کے موانع عظیم . . . . ارادہ کی پستی و تذبذب ہوتے ہیں ایک طرف کوشش اور نیک و بد کا علم ہوتا ہے۔ دوسری طرف کاہلی۔ خود غرضی۔ عشرت پسندی۔ ہوائے نفسانی ہوتی ہیں جو ارادہ کہ پست ہوتا ہے اور تادیب یافتہ نہیں ہوتا وہ ان دونوں کے اثروں کے درمیان آویزاں رہتا ہے۔ مگر آخر کو پلڑا اسی طرف جھکتا ہے جس طرف ارادہ کام کرتا ہے اگر ارادے نے مجہول پن اختیار کیا تو خود غرضی یا ہوائے نفسانی غالب ہوتی ہے اور انسانیت کو وہ کھوتی ہے۔ خصوصیات ذاتی کو مٹاتی ہے۔ خصلت کو نیچے گراتی ہے اور لذائذ جسمانی کا مجہول غلام بناتی ہے۔ تادیب اخلاقی کے لئے اور خصلت کی بہتر صورت کے منکشف ہونے کے واسطے قطعی و اصلی ضرورت اس کی ہے کہ آدمی اپنے ارادہ کو بلند کرکے کوشش کے احکام کا ماتحت بنائے اور اس سے رذالت طبعی کا خوب مقابلہ کرے نیک اعمالی کی عادت ڈالنے کے لئے بڑے میدانوں کے مقابلہ کے لئے۔ شہوات جسمانی سے لڑنے کے لئے اور اندرونی خود غرضی کے مٹانے کے لئے ایک مدت دراز تک چاہئے کہ آدمی اپنی تادیب کئے جائے مگر آدمی جب ادائے فرض کے ادب کو ایک دفعہ سیکھ جاتا ہے تو اس کی عادت میں . . .

وہ جگہ پکڑ جاتا ہے اور پہلے کی بہ نسبت آسان ہو جاتا ہے۔
شجاع نیک مرد وہ ہے جسنے اپنے آزاد ارادہ کو مستقل طور پر ہر کام میں لاکر اپنی ایسی تادیب کی ہو کہ جس سے نکوکاری اسکی عادت میں داخل ہوگئی ہو۔ ایسے ہی بد آدمی وہ ہے کہ جس نے اپنے آزاد ارادہ کو بیکار رکھ کر اپنی باگ شہوات نفسانی اور لذات جسمانی کے حوالہ کر دی ہو جس سے برائی اس کی عادت میں داخل ہوگئی ہو جس میں آخر کو وہ ایسا جکڑ بند ہوگا جیسا کہ آہنی زنجیروں میں۔
ہر متنفس اپنے مقاصد کو زیر دست اپنے آزاد ارادہ سے کر سکتا ہے۔ اگر وہ سیدھا کھڑا ہونا چاہتا ہے تو اپنی سعی اور ہمت سے کھڑا ہو سکتا ہے اوروں کی مدد کے سہارے سے وہ سیدھا کھڑا نہیں رہ سکتا۔ آدمی اپنا اور اپنے افعال کا مالک ہی وہ جھوٹ سے بچکر سچا۔ شہوت پرستی سے گریز کر کے متقی پرہیزگار۔ ستم گاری سے کنارہ کش ہو کر رحیم و نیک نیت ہو سکتا ہے۔ یہ ساری باتیں خاص اس کی اپنی کوششوں پر موقوف ہیں اور اس کی اپنی تادیب کے اندر داخل ہیں۔ ہر آدمی کو اختیار ہے کہ وہ پاک نیک نہاد آزاد بنے یا ناپاک ذلیل خوار غلام۔
ہمارا سیدھا سادھا فرض یہ ہے کہ جو کام کریں نیک ہو۔ دنیا میں سب سے بڑھکر نعمت و برکت آزادی ہی اس کے آگے ساری نعمتیں و برکتیں ہیچ اور پوچ معلوم ہوتی ہیں اگر آزادی ہمارے پاس ہو تو پھر کسی اور نعمت کے ہونے کی ضرورت نہیں اور اگر وہ نہ ہو تو پھر کسی نعمت کا ہمارے پاس ٹھہرنا ممکن نہیں۔
آدمی کو جاننا چاہئیے کہ وہاں خوش دلی نہیں ہی جہاں وہ اندھا بن کے ڈھونڈتا ہے۔ نہ وہ زورمندی و تنومندی میں ہے نہ حکومت میں ہی نہ ان سب باتوں کے ملا کر ہے۔ بلکہ وہ ہمارے اندر ہے۔ ہماری سچی آزادی میں نہ ان رذیل خوف کے نہ ہونے میں یا اس کے زائل کرنے میں بلکہ اپنے نفس کے کامل انتظام و انضباط پر

قناعت و اطمینان میں ہی یہاں تک کہ افلاس جلا وطنی - بیماری موت میں
مہذب ملکوں اور قوموں میں اداء فرض کی برابر کوئی عزت انسان کے لئے
نہیں سمجھی جاتی - یہ سارا عروج و اقبال اُن کا اس سبب سے ہے کہ ان میں
ہر شخص یہ جانتا ہے کہ میرا فرض کیا ہے اور وہ کیونکر میں ادا کر سکتا ہوں
بڑی تعلیم ان کے یہاں یہی ہے کہ سب اپنے فرض کو ادا کرنا جانیں عورتیں
کس سب طرح سے گنواریاں ہیں نہ ان کو کپڑا پہننا آتا ہے - نہ ان کو بات
کرنے کا سلیقہ ہے - نہ وہ بلبل اور کوے میں تمیز کر سکیں مگر ان کو اپنے بچوں کو
یہ سکھانا آتا ہے کہ وہ اپنے فرض کو ادا کرنا جانیں - جرنیل نیلسن نے جنگ
ٹریفلگراف میں پھریرے پر یہ لکھا تھا کہ نہ شان و شکوہ نہ فتح نہ عزت نہ ملک
بلکہ صرف فرض - اپنے ماتحتوں کو یہ سمجھایا تھا کہ تمہاری بڑی عالی ہمتی یہی ہے
کہ تم اپنے فرائض کے ادا کرنے میں پیش قدمی کرو - اپنی باری کے منتظر نہ رہو
کہ جب آئیگی تو کام کرینگے - بلکہ ہر کام کے لئے تیار رہو - افسر تمہارے ایسے
بے خبر نہیں ہیں کہ فرض ادا کرنے کا بوجھ تمہارے سر پر ایسا رکھ دیں جس کو
تم اٹھانا نہ چاہتے ہو - یہ فرض پرستی انگریزوں کی قوم پر ختم ہے جس قوم
میں اداء فرض کا عزم زندہ ہے اُس کو آیندہ کسی جوکھوں کا خوف و خطر نہیں اچھی
خصلت کی راستی اور اداء فرض دونو متحد ہیں جو شخص اپنے فرض کو ادا کرتا ہے
وہ اپنے افعال اور مقال میں راستی کو سب پر مقدم رکھے گا - ٹھیک وقت پر
درست طور سے سچ بات کہے گا اور سچا کام کریگا - شرافت کے ساتھ کامیابی
سچ ہی سے حاصل ہوتی ہے - بعض آدمی راست گفتاری کی ایسی مدح کرتے
ہیں اور آتش میں ایسے سخت ہوتے ہیں کہ وہ چوری کرنے کو جھوٹ بولنے سے
اچھا جانتے ہیں سچے آدمی کبھی ایسا اقرار نہیں کرتے جسکے پورا کرنے کا ارادہ

نہ ہو ایسا وعدہ نہیں کرتے جسکے ایفاء کو اپنے اختیار سے باہر جانتے ہوں اور جس کام کو جانتے ہیں کہ وہ ہمارے اختیار میں ہے۔ اُسی پورا کرتے ہیں تمدن انسانی کے لئے سچ کی بڑی ضرورت ہے۔ اگر وہ نہ ہو تو پھر سارا انتظام گیتی درہم برہم اور ابتر ہے نہ کسی گھر میں نہ کسی قوم میں جھوٹ سے انتظام رہ سکتا ہے۔ کسی عاقل سے ایک شخص نے پوچھا تھا کہ شیاطین بھی جھوٹ بولتے ہیں تو اُس نے جواب دیا کہ نہیں اگر وہ جھوٹ بولتے تو جہنم نہ غارت ہو جاتا۔ کل تعلقات زندگی میں سچ کو قربان ہونا نہ چاہئے اور کسی حال میں اُس کی گردن پر چھری پھیرنی جائز نہیں شاید کل رذائل میں سب سے زیادہ ذلیل و رذیل جھوٹ ہے۔ اکثر صورتوں میں وہ اخلاقی نامردی سے پیدا ہوتا ہے اور بعض صورتوں میں بدخوئی اور شرارت سے۔ بعض آدمی جھوٹ بولنے کو ایسی خفیف سی بات جانتے ہیں کہ اپنے نوکروں کو سکھا پڑھا دیتے ہیں کہ وہ ان کے لئے جھوٹ بولیں جب وہ اس طرح پٹی پڑھ کے جھوٹ بولنے لگتے ہیں تو ان کو اس پر کچھ تعجب بھی نہیں ہوتا۔

سچے آدمی کا بڑا ہتھیار اُس کا سچا خیال۔ اور اُس کا بڑا ہنر اس کا سیدھا سادہ سچ ہوتا ہے۔ جھوٹ کے بہت سے روپ ہیں ایک روپ اُس کا سفارت کے قانون میں ہوتا ہے بقول شخصی سفیر کے معنے یہ ہیں کہ ایک دیانت مند آدمی باہر جاکر اپنے ملک کے فائدہ کے واسطے جھوٹ بولے۔ دوسرا روپ اس کا مصلحت کے لئے مشہور ہے۔ دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز تیسرا روپ اخلاق کے برتاؤ میں۔ غرض وہ ہر قسم کے آدمیوں میں کسی نہ کسی بھیس میں موجود رہتا ہے۔ کبھی وہ اپنے تئیں دو رخی کو دو معنی گول مول مبہم باتوں میں دکھاتا ہے۔ بات کو ایسی اخلاقی ہیر پھیر سے کہتا ہے کہ

ہر ایک دوسرا آدمی اس کے معنے جھوٹے سمجھتا ہے اور اگر وہ اس کی شکایت کرے تو پھر یہ اس کے سچے معنے بیان کرنے لگتا ہے اس کو سچ کے گرد پھرنا کہتے ہیں۔

بعض آدمی ایسے بدطینت تنگ دل کور باطن ہوتے ہیں کہ وہ اپنے ایسے ہنر پر فخر کیا کرتے ہیں کہ ہم کو ایسی گول مول دو رخی مبہم باتیں بنانی آتی ہیں کہ ان کو جس معنے میں چاہیں ڈھال لیں وہ سانپ کی دانائی کے ساتھ سچ سے پرے سرکتے ہیں اور اخلاق کے چور دروازہ سے باہر نکلتے ہیں تاکہ لوگوں پر ان کی اصلی رائیں کھلیں اور ان کے اظہار کے نتائج سے وہ محفوظ رہیں اس بنا پر جو آئین دستور و نظام مقرر کئے جاتے ہیں وہ آخر کو جھوٹے اور بے مغز ثابت ہو جاتے ہیں جھوٹ کو خواہ کیسا ہی لباس پہنا کے لاؤ مگر وہ اس پر سے اتر جاتا ہے اور اصل حال کھل جاتا ہے جو جھوٹ صاف صاف بغیر ایچ پیچ کے بولا جاتا ہے اس میں جرأت اور شرارت زیادہ ہوتی ہے ع چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد + مگر وہ ایسا ذلیل حقارت کے قابل نہیں ہوتا جیسا کہ ان بناوٹ کی گول مول مبہم باتوں کا جھوٹ ہوتا ہے +

ان صورتوں کے سوا اور بہت سی صورتیں ہیں کہ جن میں جھوٹ ہوتا ہے تجاہل عارفانہ۔ مبالغہ۔ اخفا و تلبیس دوسروں کی رایوں کے ساتھ اتفاق کرنا مکر کے ساتھ۔ نفاق۔ ایسے عہد و پیمان کرنے جن کے ایفا کی نیت نہ ہو ایسے مقام پر سچ نہ بولنا جہاں اس کا بولنا فرض ہو۔ اس لیاقت و قابلیت کے دعوی کرنے جو در اصل نہ ہوں زمانہ سازی کرنا یعنے سب آدمیوں کے لئے سب کچھ اپنے تئیں بنانا ایک بات کہنی دوسری بات کرنی۔ ایسے آدمی یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اوروں کو دھوکا دیتے ہیں مگر وہ خود دھوکا کھاتے ہیں وہ زمانہ ساز ہوتے ہیں وہ اپنا اعتبار کھوتے ہیں اور آخر کار ناکام رہتے ہیں گو وہ مکار نہ ہوں۔

جو سچا آدمی ہوتا ہے اوّل وہ یہ فیصلہ کرتا ہے کہ کون سی بات سچ ہے اور کون سی جھوٹ۔ جب سچ اُس کو معلوم ہو جاتا ہے تو وہ اسکی پیروی کرتا ہے خواہ کیسی ہی مشکلات و مصائب پیش آئیں اس کی میزان راستی کو ذرہ برابر دروغ مصلحت آمیز اور میلان طبیعت نہیں جھکا سکتے۔

باب ہشتم

(۱) بہشت کوئی جگہ نہیں ہے وہ آدمی کا مزاج ہے۔

(۲) خود قوت میں وہ زور نہیں ہے جو نرم مزاجی میں ہے۔

مزاج۔

کہتے ہیں کہ آدمی کو اپنے کاروبار زندگی میں جیسی ذہانت و فراست سے کامیابی حاصل ہوتی ہے بعینہ ایسے مزاج سے۔ خواہ یہ ہو یا نہ ہو۔ مگر یہ امر تحقیق ہے کہ مزاج کے استقلال۔ صبر و تحمل سے اور اپنے آس پاس کے آدمیوں کے لئے فکرمند ہونے سے اور ان پر شفقت و لطف و کرم کرنے سے آدمی کو زندگی میں خوش دلی حاصل ہوتی ہے۔ افلاطون کا یہ قول نہایت سچا ہے کہ اوروں کی خیرخواہی میں اپنی خیرخواہی ہوتی ہے۔ بعض طبیعتیں ایسی خوش دلی کے لئے موضوع ہوتی ہیں کہ وہ ہر ایک چیز میں خیر اندیش ہوتی ہیں خواہ ان پر کیسی ہی بلا نازل ہو وہ اس سے بھی اپنے دل کو تسکین و تسلی دیتے ہیں آسمان خواہ کیسا ہی سیاہ ہو رہا ہو۔ مگر وہ اس میں بھی کہیں نہ کہیں سفید دھاریوں کو دیکھ لیتے ہیں اگر آفتاب ان کو نظر نہ آئے تو اُس خیال سے اپنی خاطر جمع کر لیتے ہیں کہ وہ موجود ضرور ہے مگر اس نے کسی نیک و دانائی کے مقصد کے سبب سے اپنے چہرہ پر نقاب ڈال لیا ہے کہ ہم کو نظر نہیں آتا۔

ایسے نیک و خوش طبع قابل رشک ہیں۔ ان کی آنکھوں میں ایک نور ہوتا ہے۔
اس نور کو چاہو جو کچھ کہو عیش و سرور۔ مذہبی مسرت۔ فلسفہ و حکمت۔ ہمیشہ
ان کے دل کے گرد آفتاب چمکتا رہتا ہے جس چیز کو ان کا دل دیکھتا ہے اس پہ
اپنے رنگوں کا رنگ چڑھا دیتا ہے۔ جب ان کے سر پر بار گراں آن پڑتا ہے
تو وہ اُس کی خوشی خوشی برداشت کرتے ہیں۔ غمگین نہیں ہوتے۔ چیں بجبیں ہوتے
نہیں۔ بے فائدہ واویلا و شکایت میں اپنے مستعدی و سرگرمی کو ضائع نہیں کرتے
مردانہ وار آگے بڑھنے کے لئے محنت مشقت کرتے ہیں اور راستہ میں جو پھول
اُن کو ملتے ہیں اُن سے اپنا دامن پُر کرتے ہیں تم ذرا بھی اس امر کا خیال نہ کرنا
کہ اوپر جن نیک مزاجوں کا ذکر ہم نے کیا ہے وہ بھولے بھالے سادہ لوح ہوتے ہیں
جو غور و تامل کرنے کی قابلیت نہیں رکھتے۔ وہی زیرک طبع و دانا دل ہوتے ہیں
جو بہت خوش رہتے ہیں بہت محنت کرتے ہیں سعادتمند و معتمد ہوتے ہیں +
وہی دانشمند بلند نظر ہوتا ہے۔ جو کالی گھٹائیں سورج کی روشنی کو اپنی تیز نظری سے
دیکھ لیتا ہے جو بلا اُس کے آگے فی الحال آتی ہے اس میں اپنی دوراندیشی سے
بھلائی دیکھ لیتا ہے علالت میں جان لیتا ہے کہ طبیعت کو صحت بحال کر رہی ہے
مشکلات و آفات میں گرفتار ہونے سے وہ اپنی اصلاح اور تادیب کر لیتا ہے
رنج و بلا میں مبتلا ہونے سے وہ علم عملی دانائی ہمت و جرأت جمع کر لیتا ہے
اگرچہ خوش مزاجی زیادہ تر آدمی کی پیدائشی ہوتی ہے مگر اور عادات کی طرح
اس کی تربیت و تعلیم ہو سکتی ہے ہم اپنی زندگی کو بہتر اس طرح کر سکتے ہیں کہ
اُس سے خوشی حاصل کریں اور بدتر اس طرح کر سکتے ہیں کہ اس سے رنجیدہ ہوں
ہمیشہ زندگی کے دو رخ ہوتے ہیں۔ ایک روشن دوسرا تاریک۔ اب یہ ہمارے
ارادہ پر موقوف ہے کہ جس رخ کو چاہیں دیکھیں بس اپنے ارادہ کو رخ روشن کے

کی طرف متوجہ کریں۔ اور اسے دیکھنے کی عادت پیدا کریں۔ تو ہم اپنی خوشگوار
زندگی بنالیں گے اور اس سے خوش دل رہیں گے اور اگر رخ تاریک کے دیکھنے کی عادت
ڈالیں گے تو زندگی تلخ ہو جائیگی اور اس سے ہم رنجیدہ رہیں گے۔ جب ہم کالی گھٹا
کو دیکھتے ہوں تو اس میں سفید دھاریوں کو بھی دیکھنا چاہئے۔ یہ خوش مزاجی
ہماری آنکھوں کا نور ہے جو ہماری زندگی کے سب رخوں پر روشنی۔ خوبصورتی۔
مسرت پیدا کرتا ہے وہ سردی پر چمکتا ہے اور اس کو گرم کرتا ہے۔ مصیبتوں پر
پڑتا ہے ان کو تسکین دیتا ہے۔ جہالت پر چمکتا ہے۔ اس کو علم سے منور کرتا ہے
غم پر پڑتا ہے اسے خوش کرتا ہے وہی تو عقل کو منور کرتا ہے۔ اور خوش بیانت
کو روشن کرتا ہے۔ بغیر اس کے زندگی تاریک معلوم ہوتی ہے پھولوں کی شگفتگی
بے حظ۔ زمین۔ آسمان کے عجائبات دکھائی نہیں دیتے۔ ساری خلقت لق و
دق ویران بے جان مردہ تاریک نظر آتی ہے۔

خوش مزاجی خصلت کی بڑی پشت و پناہ ہے اور خوش زندگانی کا مخزن ہے
اس سوال کا جواب کہ انسان بری ترغیبوں سے کس طرح بچ سکتا ہے؟ یہی ہے
کہ خوش مزاجی سے۔ وہی خوش مزاجی خیر خواہی و نیکی کے نشو و نما کے لئے نہایت
عمدہ سرزمین ملتی ہے۔ دل کو روشن کرتی ہے۔ روح کو لچکدار بناتی ہے۔ وہ
خیرات کی مصاحب۔ صبر کی دایہ۔ دانائی کی ماں ہے۔ وہ اخلاق اور عقل کو
بڑی تقویت دیتی ہے۔ بیماروں کو تندرست کرتی ہے۔ حضرت سلیمان کا قول
ہے کہ دل کا خوش ہونا دوا کی طرح صحت دیتا ہے۔ جوان یا بوڑھے کو جب
غمگین خیالات کا مالیخولیا ہو جائے تو سب سے عمدہ دوا اس کی خوش طبعی ہے
جسمیں کوئی گناہ نہ ہو اور دلیری ہے جو معزز و عاقلانہ ہو۔

خوش مزاجی دل کی فصل بہار اور روح کے مسرور کرنے کے لئے نغمہ بے آواز

کہلاتے ہیں وہ راحت کی ساتھ مساوات کا دم بھرتی ہے ایسی طبیعت آرام پاکر اپنی گئی ہوئی قوت پھر حاصل کرکے قوی ہو جاتی ہے اور بدمزاجی سے وہ ضعیف و ناتواں ہو جاتی ہے۔

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے والاخرد دانش منش و روشن ضمیر ایسے گذرے ہیں کہ انہوں نے اپنی زندگی کا لطف فقط اپنی قناعت و خوش مزاجی سے اٹھایا۔ دولت۔ حکومت۔ امارت۔ شہرت سے انھوں نے شوق نہیں رکھا۔ انکے سارے کام کہے دیتے ہیں کہ کیا کیا حظ زندگانی انھوں نے اٹھائے ہیں اور کیسی قابلیت طبیعت میں خوش رہنے کی رکھتے تھے۔

بعض عاقل کہتے ہیں کہ عمر بڑھنے سے آدمی کا مزاج اچھا ہوتا جاتا ہے اور طبیعت میں ملائمت آتی جاتی ہے۔ بعض اس کے خلاف کہتے ہیں کہ عمر کا بڑھنا کبھی دل کو نیک نہیں بناتا۔ بلکہ اس میں سختی و درشتی پیدا کر دیتا ہے۔ دونوں کا کہنا اس طرح سے سچ معلوم ہوتا ہے کہ خوش مزاج نیک دل ہوتا ہے وہ تو تجربہ کاری اور تادیب اور کسر نفسی سے عمر کے ساتھ اچھا ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس کے خلاف جو بدمزاج ہوتا ہے تجربے کا اثر اس پر کچھ ہوتا نہیں وہ عمر کے ساتھ برا ہوتا چلا جاتا ہے۔

اصل خوش مزاجی کی بنیاد محبت۔ امید۔ صبر پر رکھی گئی ہے۔ اب ہر ایک کا بیان جدا جدا کرتے ہیں۔ ایک آدمی کی محبت دوسرے آدمی میں محبت کو اکساتی ہی اور الفت پیدا کرتی ہے۔ محبت کے سبب سے ہم اوروں کی نسبت خیالات نیک کرنے لگتے ہیں اور انکی طرف حسن ظن رکھتے ہیں محبت میں شرافت۔ صداقت اور روح کے ساتھ خیر خواہی و نیک اندیشی ہوتی ہے ہمیشہ اس کی نگاہ نیکی کی طرف ہوتی ہے۔ وہ اپنا رخ روشن طرف رکھتی ہے اور خوش دلی کی طرف اسکا ہمیشہ منہہ ہوتا ہے وہ گھاس میں ہرا پن کی شان اور پھولوں پر بھی آفتاب کی چمک دیکھتی ہے۔ مسرت ناک خیالات کی تائید

کرتی ہی اور خوشی کی ہوا میں رہتی ہو۔ وہ بڑی بیش بہا ہوتی ہی مگر مفت ہاتھ لگتی ہے جس پاس ہوتی ہی اُسے بہت خوش رکھتی ہی اور اوروں کے سینوں میں جاکر بہت سی خوش دلی پیدا کرتی ہو۔ اُس کے غموں میں بھی شادی ہوتی ہے۔ اس کے آنسوؤں میں بھی ایک لطف ہوتا ہے۔

یہ ایک اصول ہی کہ آدمی پاس سرمایہ مسرت اتنا ہی بڑھتا ہی جتنا وہ اوروں میں اس کو خرچ کرتا ہے یعنی وہ اتنا ہی خوش رہتا ہی جتنا اوروں کو خوش کرتا ہی اس کی مہربانی اوروں میں مہربانی پیدا کرتی ہے۔ اس کی خوش دلی اوروں کے ساتھ خیر خواہی و نیک سگالی کرنے سے بڑھتی ہی۔ شیریں کلامی میں وہی خرچ ہوتا ہی جو تلخ کلامی میں۔ مہر آمیز خصال سے مہر آمیز اعمال پیدا ہوتے ہیں فقط مخاطب ہی میں نہیں بلکہ متکلم میں بھی۔ وہ بھی اتفاقیہ نہیں بلکہ عادتاً یہ تمدن انسانی کا ایک اصول ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص جن کے ساتھ خیر خواہی کرے ان کو کچھ فائدہ نہ پہنچے مگر خود اسکو فائدہ پہنچ جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ مشفقانہ اور محسنانہ کاموں کا عوضانہ اُلٹا ملے یعنے جن کے ساتھ احسان اور محبت کریں وہ احسان نہ مانیں اور پاجی پن کریں مگر ان کے احسان ماننے سے احسان کرنے والے کے دل میں جو اپنے پسندیدہ کام کرنے سے خوش دلی ہوتی ہے اس میں کچھ خلل نہیں پڑتا یہی بڑا معاوضہ ہے۔ آدمی کو چاہیئے کہ وہ اپنے گرد خوش اخلاقی اور مہربانی کے بیج پھیلائے۔ جن میں بعض دلوں کی اچھی سرزمینوں میں پڑینگے وہ ان میں اوروں کے ساتھ بھلائی کرنے کے پودا لگائینگے اور یہ ساری پود خوش دلی کے پھل لائے گی ضرور ہے کہ ساری نیکیوں سے ایک دفعہ شادمانی ملے گو دو دفعہ کمتر ملتی ہو۔ ایک لڑکی سے سب آدمی محبت کرتے تھے اُس لڑکی سے ایک شخص نے پوچھا کہ کس سبب سے سب تجھ سے محبت کرتے ہیں اُس نے کہا اس لئے کہ میں سب سے

محبت کرتی ہوں بس یہی ساری دُنیا کا لیکھا ہے کہ علی العموم انسان کو خوش دلی اتنی ہی ہوتی ہے جتنی اوروں کے ساتھ اس سے اولاد فرنکو اس کے ساتھ اگر دُنیا میں بڑی کامیابیاں حاصل کی جائیں اور ان میں بہی خواہی اور خیر خواہی ہر انسان کے شامل نہ ہو تو اس سے بہت ہی کم خوش دلی حاصل ہو گی۔ یہ شفقت ایک بڑی قوت دُنیا میں ہے وہ حکومت سے دو چند اقتدار آدمیوں کے دلوں پر رکھتی ہے۔ جو کام شفقت سے نکل سکتے ہیں وہ حکومت سے نہیں نکلتے ایک گنواری ضرب المثل ہے کہ بہت بھیڑیں شہد سے پکڑی جاتی ہیں سرکہ سے نہیں ایک شفقت کا کام کرنا درحقیقت ایک حکومت کا کام کرنا اور محبت کا خزانہ جمع کرنا ہے۔ شفقت آمیز کام کرنے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہم لوگوں کو بخشش دیا کریں۔ بلکہ وہ نرم دلی اور کشادہ دلی کا کام ہے یہ ہم سکتا ہے کہ ہتھیلی سے روپیہ کو نکال کر آدمی کسی شخص کو دیدے۔ مگر شفقت جو دل سے تعلق رکھتی ہے کچھ اس کے ساتھ نہ رکھے۔ روپیہ کے دینے میں جو شفقت ظاہر ہوتی ہے وہ بہت قدر و منزلت کے قابل نہیں ہوتی۔ اُس سے منفعت اور قباحت دونو برابر ظہور میں آتی ہیں مگر جو شفقت سچی ہمدردی کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور سوچ بچار کر امداد میں کام آتی ہے۔ اُس میں سراسر لطف آمیز منفعت ہی ہوتی ہے وہ عملی نیک خواہی اور نسل آدم کی برتری اور خوشدلی کے لئے سعی کرتی ہے۔ جن خوش مزاجوں کی طبیعت میں اُلفت و موانست ہوتی ہے وہی دُنیا میں بڑی بڑی کام کرنے والے ہوتے ہیں۔ خود غرض تنگ تو مجھول ہوتے ہیں وہ سوا اپنی ذات کے کسی اور سے محبت نہیں رکھتے۔ خود بینی تنگ دلی اپنا خود غرضی۔ یہ سب انسان کی جان کے لئے عذاب ہیں۔ خود بینی کے ساتھ دلوں کی بہت قربت رکھتی ہے۔ خود پرست اپنی ہی ذراسی ذات کو اپنا معبود بناتا ہے

وہ اپنی ہی خیال میں ایسا لگا رہتا ہے کہ دوسرے کے خیال کے لئے اس کو فرصت ہی نہیں ہوتی وہ اپنی ہی ذات کے مطالعہ اور تصور میں غرق رہتا ہے۔
ہر بات میں اپنا ہی ذکر کرتا ہی مگر شعر نہیں سمجھتا ؎

تو کز محنتِ دیگراں بے غمی ؛ نشاید کہ نامت نہند آدمی ؛

سب سے بدتر وہ مزاج ہیں جو ہمیشہ اپنی قسمت کا رونا رویا کرتے ہیں اور اپنے نصیبے کی شکایت کیا کرتے ہیں جیسے یرقان والے کو ساری چیزیں اپنے گرد زرد نظر آتی ہیں ایسی ہی وہ دُنیا کی ساری چیزوں کو بے جوڑ و بے ڈھنگ دیکھتے ہیں ۔ ہر چیز کو بُرا اور سراسر خطا جانتے ہیں اور کسی بات کو صواب نہیں سمجھتے۔ یہ ساری باتیں انکی روحانی پریشانی پیدا کرتی ہیں۔ وہ مجلس انسانی کے اچھے رکن نہیں ہوتے ایسے .. ذات سے کسی کی امداد نہیں ہوتی۔

بعض آدمی ایسے خوش مزاج ہوتے ہیں کہ وہ اپنی بیماریوں کو بھی اپنا رفیق جانتے ہیں وہ ان کا ذکر بھی اس طرح کیا کرتے ہیں جیسے کوئی اپنے مال و دولت کا بیان کرتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ درد سر۔ درد شکم۔ ہمارے پُرانے رفیق ہیں وہ ہماری جان کے ساتھ لگے ہوئے ہیں اور ہماری جان کے ساتھ جائیں گے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی طبیعت میں پرلے درجہ کا رفق ہے کہ ان کو اپنے مرضوں کی جدائی بھی ناگوار ہے۔

آدمی کو چاہیئے کہ وہ خفیف خفیف تکلیفات کو کبھی اپنے پاس نہ آنے دے اگر یہ نہ کریگا تو وہی ملکر تکلیفات عظیم بن جائیگی۔ دُنیا میں انسان کو جیسی خیالی رنج حیران و پریشان کرتے ہیں ایسے اصلی رنج نہیں کرتے اور یہ خیالی رنج اکثر چھوٹے چھوٹے رنج اور غم ہوتے ہیں۔ بڑے رنجوں کے ساتھ چھوٹے رنج غائب ہو جاتے ہیں۔ ہم ایک رنج کو اپنے سینہ میں پال لیتے ہیں اور اُس کی

اولاد کو پیار کرتے ہیں یہ رنج اکثر ہمارے خیال کا بچہ ہوتا ہے اس شوخ
بچہ کے ساتھ ہم ایسے مصروف ہوتے ہیں کہ بہت سی خوشیوں کو جنکو حاصل
کر سکتے تھے بھول جاتے ہیں۔ ہم خوش مزاجی کا دروازہ بند کر کے رنج کی تاریکی
کو اپنے گرد پھیلا لیتے ہیں یہ عادت ہماری زندگی میں ایک زنگ پیدا کر دیتی ہے۔ ہم
تنک مزاج۔ شاکی۔ بدرو۔ کٹر ہو جاتے ہیں۔ اوروں کی نسبت رائے درشت
رکھتے ہیں۔ اپنے ساتھ اوروں کو ملنے جلنے کے قابل نہیں سمجھتے۔ اپنے سینہ کو
رنج کا مخزن بنا لیتے ہیں جس سے آپ بھی آزردہ ہوتے ہیں اور اوروں کو
بھی آزردہ کرتے ہیں۔

بے چینی۔ فکر مندی۔ طبیعت کی بے اطمینانی جو ہمیشہ تردد کے استقبال کے لئے
آدھی دور جاتی ہیں۔ یہ سب تمام خوشیوں اور دل کے چین آرام کی قاتل
ہیں اکثر ہم دیکھتے ہیں کہ عورت و مرد اپنے گرد ایسے کانٹے بچھاتے ہیں کہ
کوئی آن پاس جبتک نہیں پہنچ سکتا کہ ان کانٹوں سے زخمی نہ ہو۔ مزاج
کے ذرا قابو میں نہ رکھنے سے سوسائٹی میں بہت سے رنج دالم خطرناک پیدا
ہو جاتے ہیں خوشی کے بدلے رنج ہو جاتا ہے۔ زندگی کا کانٹا ایسا سفر
ہو جاتا ہے کہ ننگے پاؤں کانٹوں میں چلنا پڑتا ہے جیسے کہ چھوٹے کیڑے جو
نظر بھی نہیں آتے کاٹ کر دکھ پہنچاتے ہیں یا ایک بال بڑی کل کو ٹھیرا دیتا ہے
اسی طرح بعض دفعہ چھوٹی چھوٹی تکلیفیں رنج پہنچاتی ہیں۔ تسکین و تسلی کا بڑا
گر یہی ہے کہ ہم خفیف رنجوں سے اپنے تئیں آزردہ نہ کریں اور اندر ہی اندر
چھوٹی چھوٹی نیکیوں کی خوشیاں منائیں وہی بڑھ کر بڑی ہو جائیں گی انکا
حال ان پھولوں کا سا ہوتا ہے کہ رنگ کی شوخی و چمک دمک نہیں رکھتے مگر اپنی خوشبو
دور دور پھیلاتے ہیں انسان کا دل ایسا بنایا گیا ہے کہ وہ سختی سے برسر

مقابلہ پیش آتا ہے۔ اور ملائمت کو اپنے تئیں حوالہ کرتا ہے۔ جیسی بھڑکتی ہوئی
آگ کو پانی بجھا دیتا ہے ایسے ہی غصہ کو ایک ملائم لفظ فرو کر دیتا ہے لطف و
کرم تو ہر کدورت کو پاک صاف کر دیتا ہے کسی سے سچی بات کو خوش اخلاقی
سے کہنا اس کے منھ پر گل افشانی کرنی ہے۔ ہم اس دشمن کا کیسے مقابلہ
کر سکتے ہیں جسکے ہتھیار جو ہر موثر ہوں۔

انسان کی خوش دلی اور کامیابی کی شرائط عظیم میں سے ایک صبر ہے وہ
خوش مزاجی کی ہمراہ رہتا ہے۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ خلق میری خدمت
کرے اس کو صبر کرنا ضرور ہے۔ صبر ساری چیزوں کو مغلوب کر لیتا ہے
اب سب سے آخر امید ہے جو سب کے پاس رہتی ہے۔ جن کے پاس کچھ بھی نہیں ہوتا
اُن کے پاس بھی امید ہوتی ہے۔ غریبوں کا بڑا آسرا امید ہی پر ہوتا
ہے۔ امید ہی سے بڑے بڑے کاموں کا ارادہ بھی ہوتا ہے۔

تاریخ میں لکھا ہی کہ جب سکندر اعظم مقدونیہ کے تخت پر بیٹھا تو اُس نے اپنی
موروثی دولت کا بڑا حصہ اپنے دوستوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک دوست نے اس سے پوچھا
کہ تم نے سب کچھ دیدیا اپنے لئے کیا رکھا تو اس نے جواب دیا کہ ایک سب سے زیادہ
مالیت کی چیز میں نے اپنے پاس رکھی ہے۔ وہ کیا ہے؟ امید۔

حافظہ سے بھی بہت خوشیاں ہوتی ہیں مگر امید کی خوشیوں کے آگے وہ
سب بے لطف ہیں اس لئے کہ انسان کی سعی و کوشش کی مربی امید ہوتی ہے
ہمارے ہر عطیہ میں جو بخیب لااصل ہو امید ہی کا دوامی تنفس نفس ہم پونکتا ہے۔
غرض امید ہی ایک اخلاقی کل ہی کہ دنیا کو متحرک کرتی ہوئی اور اُس سے کام لیتی
ہے۔ کوئی چیز ہمارے سامنے قائم نہیں رہتی سوا امید عظیم کے۔ اگر امید نہ ہو
تو پھر زمانہ استقبال کہاں رہتا ہے؟ دوزخ میں۔ زمانہ حال ہمارے علم

ہیں ہوتا ہے نہ زمانہ ماضی ہمارے حافظہ میں غلبہ رکھتا ہے۔ ان دونو زمانوں میں لو
کوئی امید کا موقع نہیں۔ اس لئے آیندہ زمانہ میں سارے کاموں میں امید ہی امید ہی
ہم نے اوپر بیان کیا تھا کہ خوش مزاجی کی بنیاد شفقت وصبر و امید پر رکھی جاتی ہے
انکا حال ہم نے جدا جدا بیان کر دیا۔ اب اگر تاریخ اور بڑے بڑے آدمیوں کی سوانح
عمری کو پڑھو تو معلوم ہوگا کہ بڑے بڑے حکما، فضلا، علما، مدبران ملکی واہل ہنر و
صاحب فن گذرے ہیں کہ انھوں نے خوش مزاجی کی عادت ڈالنے کے لئے اپنی خود دعوی
کرکے ان باتوں کی عادت ڈالی ہے کہ کسی اشتعال سے اپنے اس غضب کو بھڑکاتے ہیں
کسی کی گالیاں دینے اور برا کہنے سے وہ اس کے انتقام کے درپے نہیں ہوتے۔
تحمل و برداشت کرتے ہیں وہ ان باتوں سے بچتے ہیں کہ جن سے جان ضیق عذاب و با
میں آئے۔ اپنے کام اس طرح کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ ان کو شہرت کی
پروا ہے نہ دولت کی خواہش نہ حکومت و جاہ کی چاہ ہے بلکہ ان کو صرف یہ
خیال ہے کہ اپنی زندگی خوش مزاجی کے ساتھ بسر کریں خواہ کیسی مصیبت و آفت میں
گرفتار ہو جائیں بیمار ہو جائیں۔ قرضدار ہو جائیں اندھے لنگڑے بہرے ہو جائیں
غرض ساری چیزیں ان کی چھن جائیں مگر وہ اپنی خوش مزاجی کو پاس رکھتے ہیں ہاتھ سے
نہیں چھوڑتے۔ خوش مزاج ظریف بہت سے آدمیوں کو دلوں کو خوش کرتا ہے خوش
مزاج اپنے آثار و امثال و نمونے ایسے چھوڑ جاتے ہیں کہ جن پر ان کا اثر پڑتا ہے وہ
بھی خوش مزاج ہو جاتے ہیں +

باب نہم

آداب و اطوار

صاف باطن کی ہے جب قدر کہ ظاہر ہو درست۔

طور جس کی جمع اطوار ہے وہ ہماری خصلتوں کی ظاہر کی بڑی خوبیوں میں سے

اکیا کا نام ہے۔ کاموں کو اچھے ڈھنگ سے کرنے کا نام اطوار ہے وہ زندگی کے ادنیٰ ادنیٰ جزوی کاموں کو رونق دیدیتے ہیں ور ان کے سرانجام دینے میں مدد کرتے ہیں اور ان کو پسندیدہ اور مسرت ناک بنا دیتے ہیں وہ ہماری خصلتوں کے ظاہری اوصاف عظیم میں سے ایک کا نام ہی جس سے ہمارے افعال میں زیب و زینت آجاتی ہے۔ اطوار کو سبک و خفیف سمجھنا اور بیکار آمد و ضروری نہ جاننا غلطی ہے اطوار ہمارے کاموں کو آسان بنا دیتے ہیں اور معاشرت میں لطف و ملائمت پیدا کر دیتے ہیں نیکی بھی اگر مکروہ طور سے کی جائے تو وہ لوگوں کو ناراض او خفا کر دیتی ہے دنیا میں اطوار ہی پر آدمی کی قدر و منزلت بہت کچھ منحصر ہے اوروں پہ حکومت کرنے میں ان کی ایسی ضرورت ہوتی ہے جیسی کہ اور بڑے بڑے اوصاف عالی و عمیق کی کامیابی کی معاون عظیم نیک و پسندیدہ اطواری ہوتی ہے اسکے بغیر بہت آدمی کام اور اپنے مقصد سے محروم رہتے ہیں اس لئے کہ جو نیک اطوار ہوگا وہ خوش اخلاقی لطف اور مدارا کے ساتھ لوگوں کے ساتھ پیش آئیگا جس سے ان کے دل میں اس کی جگہ ہوگی اور اس کی طرف نیک خیالات پیدا ہوں گے۔

نیک اطواری اِس کا نام ہے کہ آدمی اوروں کے ساتھ بہ رفق و مدارا و خندہ روئی پیش آئے۔ اس سے وہ اوروں کو عزیز ہو جاتا ہے اور اُن کے دل میں گھر بنا لیتا ہے برخلاف اُسکے بداطواری ہے کہ آدمی ترش روئی و تندخوئی و بداخلاقی کے ساتھ لوگوں سے پیش آتا ہے جس سے کہ اوروں کے دل میں اسے کراہیت پیدا ہوتی ہے اور کوئی اُس کا شفیق حال نہیں ہوتا۔

ایک ضرب المثل مشہور ہے کہ آدمی کو آدمی اطوار بناتے ہیں مگر سچ یہ ہے کہ اطوار کو آدمی بناتا ہے یہ اُس کو اختیار ہے کہ چاہے اکھڑ۔ تندخو۔ ترش رو بنے چاہے نیک دل صاف باطن خندہ پیشانی بنے۔ سچی اشراف کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنی ملائم مزاجی

اور خوش اخلاقی تواضع و مدارا کو دکھائے جس سے وہ نفع رسان خلائق ہوا وہ خود پسندیدہ خلائق بنے + خوش اطواری و آداب شناسی یہ ہے کہ نہ وہ کسی اپنے سے چھوٹے آدمی کی حقارت کرے۔ اور نہ کسی اپنے سے بڑے آدمی کی خوشامد کرے عزبا و مساکین کے ساتھ بہ لطف و کرم پیش آئے اوقات فرصت کو غربا کی دلداری میں ایسی خوش اطواری کے ساتھ صرف کرے کہ ان کے دل میں ادب محبت پیدا ہوں نہ یہ زیادہ جاننے پہچاننے سے اس کی عزت و آبرو غربا کی نزدیک کم ہو جائے۔

اطوار سے آدمی کا خصلت کا حال ایک خاص حد تک کھلتا ہے وہ انسان کے باطن کے آئینہ ہوتے ہیں جس سے یہ باتیں نظر آتے ہیں۔ مذاق۔ قلب کی کیفیت مزاج۔ صحبت جس میں وہ رہتا ہے۔ ایک اطوار و آداب وہ ہوتے ہیں جو محض اتفاق سے مقرر ہوتے ہیں وہ کچھ وقعت نہیں رکھتے مگر ایک اطوار قدرتی ہوتے ہیں جو قدرت سے عطا ہوتے ہیں اور خود آموزی سے انکی ترقی کی جاتی ہے البتہ وہ بڑی عظمت و شان رکھتے ہیں۔

خود فہمیدگی سے خوبی اطوار پیدا ہوتی ہے اس سے تربیت یافتہ دل کو بڑی مسرت حاصل ہوتی ہے۔ ذکاوت اور علم کی طرح خود فہمیدگی بھی آدمی کے لئے ضرور ہے وہ آدمی کے مذاق اور خصلت کی بڑی رہبر ہے۔ ہمدردی اور دوسرے دلوں کے قفل کھولنے کے لئے سونے کی کنجی ہے۔ وہ انسانیت کا تاج عزت ہے وہی خوش خلاقی تواضع مدارا کرنا سکھاتی ہے۔ وہی بات کی تہ پر پہنچاتی ہے اور عقل کو کشادہ کرتی ہے۔

ظاہری اخلاق کے قواعد مصنوعی بہت کم فائدہ دیتے ہیں ظاہری اخلاق جسکا نام ہمنے رکھ چھوڑا ہے وہ حقیقت میں بداخلاقی اور سچ ہے بالکل خالی ہی وہ فقط اعضا کی چند حرکات اور چند زبانی باتوں کے بنانے کا نام ہے۔ ظاہری اخلاق جو نہایت

عمدہ طور سے برتا جائے وہ نیک اطواری کی تکمیل ہوتی ہے۔

سچی خوش خلاقی وشفقت مہربانی کا نام نیک اطواری ہے اور خوش خلاقی وہ ہنر ہے کہ جس سے کہ ہم اس ادب وعزت کو جو دوسرے کی نسبت ہمارے دل میں ہوتا ہے ظاہری علامات میں دکھاتے ہیں ایک شخص دوسرے کے ساتھ اصلی خوش اخلاقی نہیں ظاہری خوش اخلاقی برت سکتا ہے بغیر اس کے کہ اُسکے دل میں کچھ عزت اسکی ہو چال چلن کی خوبصورتی کا نام بالکل درست خوش اطواری ہے۔ اچھی صورت سے اچھا چال چلن زیادہ اچھا ہوتا ہے۔ اس سے وہ خوشیاں حاصل ہوتی ہیں جو بیکر تصویر سے نہیں حاصل ہوتیں وہ عمدہ صنعتوں میں سب سے زیادہ عمدہ صنعت ہوتی ہے سچی خوش خلاقی دل کی سچائی سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ دل سے ہونی چاہئے ورنہ اسکا اثر دیرپا نہ ہوگا۔ ملمع کا کام سچی کام کی برابری نہیں کرسکتا۔ قدرتی خصلت کو جب دکھانا چاہیے کہ اس کی کجی ونا ہمواری دور ہو جائے۔ اگرچہ خوش خلاقی اپنی اعلیٰ درجہ کی صورت میں مثل پانی کے ہوتی ہے جسکی خوبی یہ ہے کہ پاک وصاف ہو کچھ اس میں ملاؤ نہ ہو نہ کوئی مزہ ہو مگر انسان کی ذہانت ایسی ہوتی ہے کہ وہ اپنے اطوار کے بہت سے عیبوں پر پردہ ڈال دیتی ہے اور ان کے لئے عذرات گھڑ دیتی ہے۔ خوش اخلاقی اس کا نام ہے کہ آدمی کا مزاج ایسا ہو کہ وہ ان باتوں کی تائید کرے جن سے کہ اور لوگ خوش ہوتے ہوں اور ان باتوں سے پرہیز کرے کہ جن سے اوروں کو رنج پہنچتا ہو۔ خوش اخلاقی اوروں کے دلوں سے متعلق ہوتی ہے اگر کوئی شخص کسی شخص سے اپنا ادب چاہے تو پہلے خود اس کا ادب کرے۔ اُس کی رائیں اور خیالات گو اپنی رایوں اور خیالات سے مخالف ہوں۔ مگر اس کا ادب اور لحاظ رکھے جو نیک اطوار ہوتے ہیں وہ اوروں کی باتوں کو کان لگا کے خوب سنتے ہیں اور اُن کو کورنش اور تسلیم بجا لاتے ہیں یوں انکے دل میں اپنی عزت پیدا کرتے

لیتا - وہ متحمل اور بردبار ہوتے ہیں اور کسی کی نسبت سخت رائے نہیں رکھتے -
جو شخص اوروں کی نسبت سخت رائے رکھتا ہے وہ اوروں کو اپنی نسبت سخت
رائے رکھنے کی تحریک کرتا ہے - ناشائستہ اشتعال دینے والا آدمی اپنے ایک مسخرہ
پن کی بات کے لئے دوست کو کھو بیٹھے گا یہ پرلے درجہ کی بیوقوفی ہے کہ ایک لمحہ کی
خوشی کے لئے دوسرے آدمی کے دل میں اپنی ذلت و حقارت کو جمائے -
کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ دوسرے شخص کے ساتھ ناشائستگی و
بداخلاقی سے کوئی کام یا کلام کرے - ذی ہوش خوش اخلاق اپنے تئیں
کبھی یہ نہیں جتلاتا کہ میں اپنے ہمسایہ سے دولت و عقل میں زیادہ ہوں اور
اس سے بہتر حالت رکھتا ہوں - نہ وہ اپنے جاہ و منصب پر نہ شرافت
نسب پر نہ اپنے ملک پر فخر و ناز کرتا ہے اور نہ اُن کو بنظر حقارت دیکھتا ہے
جو ایسی حالت میں نہیں پیدا ہوئے کہ اُن کو یہ نعمتیں ملتیں نہ وہ اپنے بہادرانہ
کاموں کی نہ اپنے پیشے اور ہنر کی ڈینگیں مارتا ہے غرض جو کلام کرتا ہے اور جو
کام کرتا ہے اُس میں اعتدال کو مقدم سمجھتا ہے تکلیف و تصنع اُس میں کچھ
نہیں کرتا - وہ اپنی سچی خصلت کو کاموں کرنے میں دکھاتا ہے شیخی و نمود
کرنے میں نہیں تھوڑا کہتا ہے اور کام زیادہ کرتا ہے - جنکے اطوار میں خود
غرضی سختی اوروں کو اشتعال دینا ہوتا ہے وہ اوروں پر خیال نہیں رکھتے
کہ اُن کے دلوں پر کیا گذرتی ہوگی - جن چھوٹی چھوٹی باتوں سے وہ لوگ
خوش ہوتے یا رنجیدہ ان پر وہ متوجہ ہوں نہ ان کا خیال کریں یہ بات
ان میں کچھ کینہ و بغض سے نہیں پیدا ہوتی بلکہ اُن کی طبیعت میں ہمدردی
اور لطافت نہیں ہوتی - اشراف بے نفس ہوتے ہیں - اجلاف اس کے
برخلاف ہوتے ہیں - سوسائٹی میں جو شخص اپنے نفس کو کسی قدر نہ تھامے نہیں

کر سکتا۔ وہ اس میں بیٹھ نہیں سکتا ۔ کوئی شخص امن سے مل جل کر خوش وخرم نہیں ہوتا بلکہ وہ اوروں کی تکلیف پہنچانے اور دق کرنے کا مخزن بنجاتا ہے اپنے نفس کے ضابطہ نہونے کے سبب بہت سے آدمیوں کو ساری عمر ان مشکلات سے لڑنا پڑتا ہے جنکو خود انھوں نے اپنے لئے پیدا کیا ہے اور ان میں فتحیاب ہونا ناممکن ہے اور اس سے ادنی آدمی فقط اپنے صبر۔ عدالت اور نفس کے رکھنے سے کامیاب ہوجاتے ہیں آدمی بہت طرح کی بداطواری سے اوروں کی بے ادبی کیا کرتے ہیں مثلاً کوئی شخص دربار میں جاتا ہے اور جو لباس دربار کے شان کے شایان ہے نہیں پہنتا میلا کچیلا ایسا رہتا ہے کہ گھن آتی ہے۔ باتیں ایسی کرتا ہے کہ اوروں کو اشتعال طبع ہوتا ہے ان سب باتوں سے وہ اوروں کی خدمت میں بی ادبی وگستاخی کرتا ہے۔ بدسلیقہ بھلے آدمی اپنی مکروہ صورت دکھاکر اوروں کو تکلیف پہنچاتے ہیں بے ریا سچے آدمی اپنی خوش اطواری میں تکلف اور تصنع نہیں کرتے۔ ان کی یہ بے تکلفی اوروں کے دلوں کو تسخیر کرلیتی ہی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اطوار میں بھی خصلت کی سی قوت محرکہ ہے علی العموم یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اعلیٰ درجہ کے آدمیوں اور اشراف کے ساتھ خوش اطوار ہونا مخصوص ہے اس سبب سے کہ ان کی ابتداء عمر سے خوش اخلاقی سکھانے کے سارے سامان ان کے گرد جمع ہوتے ہیں جو ادنیٰ درجہ کے آدمیوں کو میسر نہیں اس لئے ان کے اوضاع واطوار گنواری رہتے ہیں۔ مگر کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ غریب آدمی آپس میں وہی نیک اطواری نہ برتیں جو تونگر اور اہل ثروت آپس میں برتتے ہیں۔

آدمی کی تھیلی میں خواہ کتنی ہی دولت کم ہو وہ خوش اطوار ہوسکتا ہے خوش اطواری کا میدان وسیع ہے جسمیں کچھ خرچ نہیں ہوتا۔ وہ ساری چیزوں سے

زیادہ و ارزاں ہے۔

خوش طواری کا حال ایسا ہے۔ جیساکہ صناعت کی چیزوں کا کہ وہ نظر کو بہت اچھی معلوم ہوتی ہیں اور دل کو خوش کرتی ہیں۔ مگر ہم خوش طواری کا خیال ایک اور طرح سے بھی سکتے ہیں کہ وہ فقط لباسی نیکی اور نیک چلنی کی ظاہری علامت ہے۔ آدمی اس لباس کو بغیر اس کے کہ دل میں اُس کے نیکی ہو پہن سکتا ہے اور ظاہر میں اُس کو کھال کی طرح دکھا سکتا ہے جو زیادہ دیر پا نہیں ہوتی۔ ظاہر میں ایک شخص بڑا خوش خلق معلوم ہوتا ہو کہ اُس میں سوائے اعضا کے چند حرکات موزوں کے اور طاقت لسانی کے کچھ اور نہ ہو تعظیم سرو قد دیتا ہو۔ سلام جھک کر کرتا ہو۔ اور آؤ بھگت کی باتیں بہت بناتا ہو۔ مگر دل کی نیکی سے معرا ہو۔ اس کے برخلاف بھی صورتیں ہوسکتی ہیں کہ آدمی سخی فیاض دریا دل ہو گو ظاہری اخلاق اس میں کچھ بھی نہ ہو۔ اُس کا حال ایسا ہو جیساکہ اس کھروہ پوست کا جھلکے اندر مغز شیریں بھرا ہو۔ بہت سے آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کا ظاہر درشت ہوتا ہے مگر نرم دل اُنکا شفقت اور الفت سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ ایک کند ذہن ظاہر گنوار معلوم ہوتا ہے مگر اُس کا دل سچا شفیق ملائم ہوتا ہے۔

سب سے اچھا اور سب سے بھلا مدرسہ آدمی کے لئے گھر ہوتا ہے جسکی معلمہ عورت ہوتی ہے۔ مگر اطوار کی تعلیم گھر اسی طرح کرتا ہی جس طرح خصلت کی۔ ان گھروں ہی کے مجموعہ کے اطوار کا عکس کمیونٹی کسو سائٹی کے اطوار کو پیدا کرتے ہیں۔ جو گھروں کے اطوار سے نہ کم ہوتے ہیں نہ زیادہ ہوتے ہیں مگر یہ بھی ہوتا ہے کہ آدمی کو گھر برا ملے اور اسکے نقصان اُٹھانے پڑیں مگر وہ خود آموزی سے اپنے اطوار و عقل کو درست کرلے اور اچھی مثالوں کے ساتھ مل جل کر اپنے چال و چلن کو اوروں کے ساتھ بہ نرمی پسندیدہ و ستودہ بنالے۔ آدمیوں کا حال بعینہ ایسا ہوتا ہے جیسے کہ بے پالش کئے ہوئے جواہر کا کہ وہ آپس میں مل کر ایک دوسرے کو رگڑتے ہیں اور اس رگڑ سے وہ اپنی اصلی

جوبن وچمک دمک کو دکھا دیتے ہیں بعض ایک ہی طرف سے رگڑے جاتے ہیں تو اس طرف کی چمک ان کی اندرونی صفت کو بتلا دیتی ہے۔ بس اسی طرح آدمی آپس میں ملنے جلنے سے اور ستودہ خصالوں کے ساتھ ہم نشینی سے اپنے کسی رخ کو روشن کر لیتے ہیں جس سے ان کے اصلی جوہر کھل جاتے ہیں۔

منصوبہ معلم اطوار ہے۔ وہ ذہانت یا علم سے زیادہ مشکل کشا ہے۔ ذہانت ایک قوت ہے منصوبہ ہنر ہے۔ ذہانت وزن ہے۔ منصوبہ صدمہ ہے۔ ذہانت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کیا کام کرنا چاہیے۔ منصوبہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کیونکر کرنا چاہیے ذہانت سے آدمی قابل ادب ہوتا ہے منصوبہ سے اس کا ادب ہونے لگتا ہے ذہانت دولت ہے منصوبہ زر نقد ہے۔

بہت سے آدمی بے تمیز اور بے ادب اس سبب سے معلوم ہوتے ہیں کہ وہ ادب کرنا جانتے ہیں جب وہ کسی سے بے ادبانہ باتیں کرتے ہیں تو کچھ ان کے دل میں نفسانیت نہیں ہوتی ہے بلکہ اس کا سبب لاعلمی ہوتی ہے۔ بعض آدمی کٹر مغرور بیہودہ بے سبب معلوم ہوتے ہیں مگر یہ ساری باتیں فقط انہیں اس سبب سے معلوم ہوتی ہیں کہ وہ ناآشنا مزاج ہوتے ہیں یہ خصلت ناآشنا مزاجی کی انگریزوں میں بہت ہوتی ہے انکے عوام الناس میں سے جب کوئی سفر کرتا ہے تو اس اپنی ناآشنا مزاجی کو ساتھ لے جاتا ہے۔ اس ناآشنا مزاجی کے سبب سے وہ سخت مزاج بیہودہ اور بے درد بظاہر معلوم ہوتا ہے وہ اپنی اس ناآشنا مزاجی کو کسی طرح چھپا نہیں سکتا۔

جب دو ناآشنا مزاج آپس میں ملتے ہیں تو وہ گائے کے گردے معلوم ہوتے ہیں وہ ایک ہی کمرے میں ایک دوسرے کی طرف پیٹھ کرکے بیٹھتے ہیں جب وہ سفر کرتے ہیں تو گاڑی کے مقابل کونوں میں بیٹھتے ہیں۔ جب کوئی ناآشنا مزاج ریل گاڑی میں سوار ہوتا ہے تو گاڑیوں کی قطار کے برابر خالی کمرہ کی تلاش میں پھرتا ہے

اور جب کسی خالی کمرہ میں بیٹھ جاتا ہے تو پھر دوسرے آدمی کا آنا اس کو سخت ناگوار گذرتا ہے۔ جب وہ کھانا کھانے کے کمرے میں جاتا ہے تو خالی میز کی تلاش کرتا ہے جس پر تنہا بیٹھ کر کھانا کھائے۔ غرض وہ ناآشنا مزاج یگانوں اور بیگانوں دونوں میں ہوتا ہے۔ یہ ناآشنا مزاجی عیب میں داخل نہیں ہی اسی خصلت کی بدولت انگلستان کو بہت سے فائدے حاصل ہوئے ہیں۔ انگریز اپنی گھر سے بڑی محبت رکھتا ہے اور گھر فقط بیوی بچوں کو وہ سمجھتا ہے پھر خواہ کہیں ہو۔ پہاڑ کی چوٹی پر سنسان ویران جنگل میں صحرا میں ہو اس کو کچھ پروا نہیں ہوتی + اس ناآشنا مزاجی کے سبب سے انگریز اپنی ذات پر بھروسا کرتا ہی اپنے تئیں آپ نبہاتا ہے آزاد رہتا ہے۔ سوسائٹی سے وہ بالطبع خوش نہیں تنہائی میں اکیلا بیٹھا ہوا مطالعہ کرتا ہے۔ ایجاد میں مصروف ہوتا ہے محنت کے کام سے خوش ہوتا ہے۔ عمدہ کاریگر وصناع بنتا ہے۔ تنہائی اس لئے پسند ہوتی ہے کہ سمندر میں ماہی گیر ہونے کو ملاح بننے کو محقق بننے کو تیار رہتے ہیں +

انگریزوں کی طبیعت صحبت ومجلس پسند نہیں ہوتی اس لئے وہ آداب مجلس سے خوب آشنا نہیں ہوتے تکلف وتصنع کو جانتے نہیں وہ دوسرے ملک میں اچھی طرح بسنے والے۔ ملاح۔ کاریگر وصناع اچھے ہوتے ہیں۔ مگر گانے والے۔ ناچنے والے وضع دار۔ طرح دار۔ اچھے نہیں ہوتے۔ نہ ان کو اچھا لباس پہننا آتا ہے۔ نہ لکھنا نہ بولنا اچھا جانتے ہیں جو کچھ کام کرتے ہیں وہ سیدی سادی طرح سے جس میں کوئی تکلف نہیں ہوتا۔ فرانس کے پایہ تخت پیرس میں مویشی کی نمائش تھی۔ وہاں اور سب قومیں اپنی مویشیوں کو بڑے تکلف سے لے گئیں مگر انگریزوں نے کچھ تکلف انہیں نہیں کیا اور جب انعام تقسیم ہوا تو اور قوموں کے انعام پانے والے بن ٹھن کر گئے مگر انگریز اپنی سادی پوشاک میں جو پہنے ہوئے تھے۔ جب لوگوں نے

اینکی طرف انگلی اٹھائی تو انھوں نے کہا کہ ہم اپنے تئیں دکھانے نہیں آئے ہیں بلکہ اپنی مویشی کو دکھانے کے لئے لائے ہیں جو ساری قوموں کی مویشیوں سے بہتر ہیں +

مگر اب انگلستان میں بھی ایک گروہ ایسا پیدا ہو گیا ہے کہ اس نے بہت کچھ تکلفات کو پھیلایا ہے اور فائن ارٹ کو رواج دیا ہے - حسانت کو معلم بنایا ہے اور ان آئیتوں کی تفسیر سے کہ خدا حسانت ہی ہے - سچ حسانت ہی ہے بہت کچھ تائید مذہبی بھی ان فائن ارٹ کی ترویج کے لئے حاصل کی ہے - اور یہ یقین کیا جاتا ہے کہ ارٹ کے مطالعہ سے آدمیوں کی مذاق کی ترقی ہو جائے گی اور خوبصورت خوبصورت اشیا کے ملاحظہ سے طبیعت میں نفاست و لطافت آجائے گی اور لذائذ جسمانی سے طبیعت اُچاٹ ہو کر لذائذ روحانی کی طرف متوجہ ہو گی - جس سے خصلت میں رفعت و نفاست آجائیگی -

گو اس قسم کی تعلیم سے طبیعت میں کسی قدر لطافت نفاست آجائے مگر اس سے کچھ اور زیادہ توقع نہیں ہو سکتی - آرائش زیبائش زندگی کو زیب و زینت دیدیتی ہے اس لئے سیکھنے کے لائق ہے - موسیقی - مصوری - رقاصی - فائن ارٹ خوشے کے جیسے ہیں اگرچہ وہ لذائذ جسمانی سے خالی ہوتے ہیں مگر لذائذ حسی سے پر ہوتے ہیں جو ہوس کو بھڑکاتے ہیں - حسن - صورت - رنگ - آواز - وضع طرح کا مذاق ضرور نہیں کہ دل کی تربیت و تعلیم کرے اور اس سے خصلت کی صفتوں کا انکشاف ہو - بیشک آرٹ کی اچھے کاموں کے دیکھنے سے مذاق کی ترقی ہوتی ہے اور ستائش کرنے کو دل چاہتا ہے مگر آدمی کے سامنے ایک نیک کام کرنے سے جو اس کے دل پر اثر ہوتا ہے اور اس سے جو شوق اتباع پیدا ہوتا ہے وہ نہ ان تصویروں سے ہوتا ہے جو اکیروں میں بھری ہوئی ہوں اور نہ ان ہیکلوں اور بتوں سے ہوتا ہے جو سیلون میں رکھی ہوں - اسواسطے کہ دل دماغ روح آدمی کو بڑا بناتے ہیں

نہ مذاق اور آرٹ ۔
یہ امر مشتبہ ہے کہ آرٹ کی تعلیم سے جو عیش و عشرت کا سامان مہیا کرتی ہی انسان نے
ایسی ترقی کی ہی جیسا کہ اکثر کا خیال ہی۔ غالب یہ ہے کہ حقیقت میں اس سے بجائے
قوت کے ضعف پیدا ہوتا ہے وہ حواس کے لئے بڑی تحریص پیدا کرتی ہیں۔ ہمیشہ
قوموں کے زوال کے وقت آرٹ کی رونق ہوئی ہے۔ آرٹ کی عوض میں دولت
دی جاتی ہی جو عیش و عشرت کی وزارت کرتی ہے۔ روم و یونان میں یونانیوں
اور رومیوں کے تنزل کے ساتھ آرٹ کی ترقی شروع ہوئی ہے ۔
اطوار کا سنورنا ۔ چال چلن کا خوش وضع ہونا۔ طرز و روش کا نفیس ہونا اور
اور تمام آرٹ انسان کی زندگی کو مسرور اور حسین بناتے ہیں اور یہ سب تعلیم کے لائق
ہیں مگر اس کے ساتھ شرط یہ ہے کہ وہ محکم و مستقل فضائل۔ عفت۔ صاف باطنی
سچائی کے مبادلہ میں نہوں۔ آنکھوں سے زیادہ دل میں چشمہ حسانت ہونا چاہئے۔
اگر آرٹ سے اخلاق نہ سنورتے ہوں اور اعمال نیک نہ ہوتے ہوں تو اس سے
کچھ فائدہ نہیں ظاہری اخلاق کسی کام کا نہیں اگر اُس کے ساتھ باطنی اخلاق
نہو۔ بغیر سنورنا گو خوش نما اور دلچسپ ہوتا ہے مگر وہ کھال ہی پر ختم ہو جاتا
ہے دل اس کے اندر ہوتا ہی نہیں آرٹ بے گناہ مسرت کا چشمہ ہے اور اعلےٰ
درجہ کی تربیت کا ایک آلہ ہے مگر اس سے مقاصد اعلیٰ تعلیم کے نہ حاصل ہوں تو وہ
صرف حواس کی ہوس ہے۔ جب ارٹ فقط حواس کی ہوس ناکی ہو تو وہ بجائے
زور آور اور نیک اخلاق بنانے کے کم زور اور بد اخلاق بنائیگی ۔   آرائش
و زیبائش سے   سچی بہادری   اور ظاہری نفاست سے پاک باطنی
بہت زیادہ قدر و منزلت رکھتی ہیں اور جسم۔ و ماغ۔ دل کی پاکیزگی و برگزیدگی سے
فائن آرٹ زیادہ اچھی   ہوتے ہیں + ۔

غرض آدمی کو چاہیے کہ وہ جب اپنی ظاہری آرائش و زیبائش میں مصروف ہو تو وہ یہ خوب اپنے دل میں سمجھ لے کہ مجھے اس اعلیٰ مقصد کی طرف متوجہ ہونا چاہیے جو ارٹ سے بڑا۔ دولت سے بڑا۔ حکومت سے بڑا عقلمندی سے بڑا۔ ذہانت سے بڑا ہے۔ یہ اعلیٰ مقصد کیا ہے؟ خصلت کی نیکی و پاکیزگی۔ دنیا میں آرائش نفاست ارٹ۔ قوموں کو سلامت نہیں رکھ سکتے اور سرافراز نہیں کر سکتے۔ جبتک اس کے ساتھ خالص نیک خصلتی کی بنیاد نہ قائم کی جائے۔

باب دہم

ہم نشینی بہ از کتاب مخواہ ÷ + که مصاحب بود گہ و بیگاہ ÷
ایں چنیں ہمدمے لطیف کہ دید + گہ نہ رنجید و ہم نہ رنجانید

کتابوں کی مصاحبت۔

آدمی کا حال جیسا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کن آدمیوں کی صحبت میں اٹھتا بیٹھتا ہے ایسا ہی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کن کتابوں کو پڑھتا ہے اس لئے کہ آدمی پر جیسا اثر آدمیوں کی صحبت کا ہوتا ہے۔ ایسا ہی کتابوں کی صحبت کا۔ آدمی کو چاہیے کہ نیک صحبت میں بیٹھے خواہ وہ آدمیوں کی ہو یا کتابوں کی۔ ایک اچھی دوست کی برابر۔ ایک اچھی کتاب ہوتی ہے۔ وہ کبھی بدلتی نہیں ہمیشہ ایک حال اُس کا رہتا ہے۔ جیسا آج ہے ویسا ہی ہمیشہ تھا اور آیندہ رہیگا وہ ایک دوست مرنج و مرنجان ہے دل کو بڑا خوش کرتی ہے مصیبت زدگی اور تنگدستی میں ہم سے وہ اپنا منہ نہیں پھیرتی۔ ہمیشہ ایک ہی سی شفقت رکھتی ہے۔ نوعمری میں دل کو بھلاتی ہے اور تعلیم و نصیحت کرتی ہے۔ بڑھی عمر میں تسکین تسلی تشفی دیتی ہے جیسے دو آدمی ایک تیسرے آدمی کی ستائش کرنے میں متفق

ہوں تو اُن میں درستی معلوم ہوتی ہے۔ ایسے ہی جب آدمی ایک ہی کتاب کو عزیز رکھیں
تو اُن میں ایک ارتباط و اتفاق معلوم ہوتا ہے۔ ایک پرانی ضرب المثل چلی آتی ہے کہ
پیارے دوست کا کُتا بھی پیارا ہوتا ہے لیلی پیاری تو لیلی کا کُتا بھی پیارا۔
کتاب تو بڑی پکی اور سخت بندش اتحاد کی ہے۔ جب آدمی ایک مصنف کو دوست
رکھیں تو اس کے طفیل سے ہم درد ہم خیال ہم کیفیت ہو جاتے ہیں وہ سب اسی
مصنف کے ساتھ رہتے ہیں اور مصنف ان کے ساتھ رہتا ہے۔ کتابیں دل کے
ساتھ لپٹ جاتی ہیں اشعار کے اشعر ہمارے خون کے ساتھ سارے بدن
میں دوڑتے پھرتے ہیں نوعمری میں ان کو پڑھتے ہیں پیری میں یاد رکھتے
ہیں وظیفہ کی طرح پڑھتے ہیں کتابوں میں اوروں کی جو سرگذشت پڑھتی ہیں وہ
ایسی ہمارے دل کو معلوم ہوتی ہے کہ گویا ہمارے ہی سر پر گذرتی ہے انسان
وحشی پنے کے زمانہ سے نکلنے کے بعد جو کچھ اوپر کے زمانہ میں ہوا ہے وہ کتابوں
ہی کی بدولت ہوا ہے ہم کتابوں ہی کی ہوا کا سانس لیتے ہیں وہ ہر جگہ
بہ افراط سستی اور اچھی مل سکتی ہیں ہماری زندگی کے لئے اچھی کتاب عمدہ
ظرف ہی جس میں خیالات جنکی قابلیت اس زندگی میں ہوتی ہے پُر ہوتے ہیں اور آدمی کی
زندگی کا عالم زیادہ تر خیالات ہی کا عالم ہوتا ہے۔ اچھی کتابیں عمدہ الفاظ
اور بیش بہا خیالات کے خزانے ہوتے ہیں جو ہم یاد کیا کرتے ہیں اور پرورش
کرکے ان کو اپنا یار اور تسلی دینے والا بناتے ہیں ارباب خیال جن کے دم
کی ساتھ خیال لگے رہتے ہیں وہ کبھی تنہا نہیں ہوتے ہیں ایک سچا نیک
خیال بری ترغیبوں اور بد تحریصوں کے وقت میں فضل الٰہی کا فرشتہ بن کر
روح کو اُن سے بچاتا ہے۔ اور نیک امثال کا القا نیک الفاظ میں کرتا ہے
افعال کے نیتجوں کو الفاظ ہی بویا کرتے ہیں ۔

کتابوں میں ایک جوہر بقا بھی ہے۔ انسان نے جتنی چیزیں اپنی سعی و کوشش سے پیدا کی ہیں ان میں کتابیں سب سے زیادہ دیرپا ہیں معابد و عمارات یہ سب فرسودہ ہو کر کھنڈر ہو جاتے ہیں ہیاکل بت۔ پیکر۔ تصویر۔ یہ سب بگڑ جاتے ہیں مگر کتابیں باقی رہتی ہیں ہر تر اور اعلیٰ خیالات کے ساتھ زمانہ کی قید کا حساب کچھ نہیں رہتا۔ وہ آج ایسی ہی تازہ بتازہ نو بہ نو ہوتی ہیں جیسے اس وقت تھے کہ خیال کرنیوالوں کے دلوں میں گذرے تھے۔ جن پر زمانے دراز گذر گئے۔ اس وقت میں جو کچھ کہا گیا اور خیال کیا گیا تھا اس کو وہ اب سطر و صفحوں میں طلاقت کے ساتھ بول رہا ہے ہاں وقت کا اثر صرف اتنا ہوا ہے کہ جو کچھ اس کا خراب حصہ تھا اس کو چھان بین خوب کرکے خس خاشاک سے پاک صاف کر دیا ہے۔ علم ادب میں کوئی چیز زیادہ دنوں تک زندہ نہیں رہ سکتی جبتک وہ دراصل اچھی نہ ہو۔

کتابیں ہم کو اعلیٰ درجہ کی سوسائٹی میں داخل کرتی ہیں دنیا میں جتنے عالی خیال صاحب کمال گذرے ہیں ان کے حضور میں ہم کو کھڑا کرتی ہیں ہم اسکو سنتے ہیں جو کچھ انھوں نے کہا اور اس کو دیکھتے ہیں جو کچھ انھوں نے کیا۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ زندہ ہیں اور ہم ان کے خیالات میں شریک ہیں۔ ہم ان کے ساتھ ہمدردی کرتے ہیں ان کے ساتھ خوشیاں مناتے ہیں رنج اٹھاتے ہیں ان کے تجربوں کو اپنا تجربہ بناتے ہیں۔

مقدس بزرگ نیک مرد کبھی نہیں مرتے۔ ان کی روح کتابوں میں مجسم ہو کر دنیا میں باہر پھرتی ہے۔ کتاب ایک زندہ آزاد ہے اس کی فراست ہم سے باتیں کرتی ہے۔ اس طرح پہلے بزرگوں کا اثر کتابوں کی بدولت ہم پر چلا آتا ہے وہ مر گئے۔ مگر خاک کے ڈھیروں میں

بادشاہ بنے عصا ہاتھ میں لئے ہماری روحوں پر حکومت کرتے ہیں آدمی کو چاہئے کہ وہ خراب کتابوں کو کبھی نہ پڑھے۔ پر لیس کے ملنڈ کو اس سے بچتا ہے ان تین قاعدوں کا پابند ہے۔ اول علوم وفنون کی جدید کتابیں اور علم ادب کی قدیم کتابیں پڑھے۔ دوم مشہور اور نامور کتابیں پڑھے سوم وہ کتابیں پڑھے جو اپنی پسند کی ہوں۔

بڑے بڑے مصنفوں کا جسم خاک میں مل گیا ہے مگر ان کا دماغ ابھی ویسا ہی زندہ ہے جیسا کہ تصنیفات کے وقت تھا۔ ایک غریب سا غریب آدمی مصنفوں کے اعلیٰ درجہ کی روحوں کے مجلس میں بے روک ٹوک شریک ہو سکتا ہے۔ ان کی کتاب کا پڑھنا اس مجلس میں شریک ہونا ہے ان ہی کی کتابوں سے ہم اپنا دل بہلاتے ہیں و تعلیم پاتے ہیں رنج و شادی اقبال و ادبار کی حالتوں میں ایک طرف رجوع کرتے ہیں۔

آدمی دنیا کی کل چیزوں میں سے آدمی کو زیادہ عزیز رکھتا ہے (کل شیٔ یمیل الیٰ جنسہ) اور چیزوں کی نسبت ان باتوں کی طرف آدمی کا دل زیادہ کھچتا ہے جیسے کہ انسان کی زندگی کے متعلقات۔ اس کے تجربے۔ اس کی خوشیاں اس کے مصائب۔ اس کی مہمات ہیں۔ ہر ایک انسان اور آدمیوں سے کم وبیش سروکار اس طرح کا رکھتا ہے کہ وہ سب ہم خلقت ہیں اور ایک خاندان عظیم الشان کے ارکان ہیں آدمی جتنا زیادہ تربیت و تعلیم یافتہ ہوگا۔ اتنا اس کے ہمدردی کا دائرہ فراخ ہوگا جو ان سب باتوں کے اوپر اثر کریگا جو بہبودی خلائق سے متعلق ہیں۔

انسان آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مودت و اتحاد صدہا طرح سے ظاہر کرتے ہیں ایک دوسرے کی تصویر بناتے ہیں بت اور مورتیں اٹھتی ہیں اور

حالات ایک دوسرے کے بیان کرتے ہیں۔ سب سے زیادہ دلچسپی انکی سوانح عمری کے بیان کرنے میں ہوتی ہے۔
اس سوانح عمری سے جو انسان کو خوشی حاصل ہوتی ہے وہ بیان میں نہیں آ سکتی۔ یہ امر واقعی انسان کے مدنی الطبع ہونے کا تیقن بر خلاف ان تمام دلائل کے جو اس کی ضد میں کہے جائیں دلاتا ہے آدمی کی برابر کسی اور چیز کی نہ تصویر و ہیکل کوئی بنا سکتا ہے نہ اس کا تصور کر سکتا ہے۔ اسکی تاریخ میں وہ سحر بیانی کرتا ہے۔ بائی اوگریفی ایک انگریزی لفظ ہے جس سے مراد اس کتاب سے ہوتی ہے جسمیں کسی خاص شخص کی سوانح عمری لکھی جائیں ہم اس کا ترجمہ سوانح عمری کرتے ہیں۔ اس قسم کی کتابوں میں انسان اپنا دل بہت لگاتا ہے قصص و افسانے کیا ہوتے ہیں یہ چھوٹی چھوٹی سوانحہ عمری خاص آدمیوں کی۔ ان کے پڑھنے والے کثرت سے ہوتے ہیں ڈرما (اسٹاگ) کیا ہوتے ہیں؟ سوانحہ عمری کے نقل جسکے دیکھنے کے لئے ہزاروں آدمی جمع ہوتے ہیں بس یہ چھوٹی چھوٹی سوانحہ عمری ایسی دل آویز و دلربا ہوں تو سچی سوانحہ عمری کیوں نہ دلکش ہونگی جن میں سچی تصویر حالات کی کھنچی ہوئی ہوتی ہے ہر شخص دوسرے شخص کی سوانحہ عمری سے کچھ نہ کچھ سیکھ سکتا ہے اسمیں سارے سانحات اس شخص کی زندگی کے ہوتے ہیں جو ہماری طرح سے پیدا ہوا ہے اسکی ذرا ذرا سی باتیں بھی ہم کو دلچسپ معلوم ہوتی ہیں۔
یوں تو سب سوانحہ عمری سے فائدہ پہنچتا ہے مگر خاص کر برگزیدگان الٰہی کی سوانحہ عمری سے زیادہ فائدہ حاصل ہوتا ہے وہ ہمارے دلوں پر اثر کرتی ہے ہماری ڈھارس بندھاتی ہی ہمارے سامنے نیک نمونے و مثالیں پیش کرتی ہی۔ جن بزرگوں نے اپنے فرائض کو اولوالعزمی کے ساتھ ادا کیا ہے انکا اثر کبھی دنیا سے بالکل نہیں

مٹتا ہے۔ کوئی موسم ایسا نہیں ہوتا کہ ان کی نیک زندگی دنیا میں کوئی اثر اپنا نہ دکھائے ——— جو قائل ہوتے ہیں وہ اپنے سب ہمسایوں کی اور اتفاقی ہمراہیوں کی خصلت عادت کامیابی ناکامی۔ تجربہ کاری و دشواری سے واقف ہونا چاہتے ہیں پس جب اونے آدمیوں کی زندگی سے عاقل کچھ سیکھتے ہوں تو ان کی سوانحِ عمری سے کیوں نہ بہت کچھ سیکھینگے جنھوں نے اپنا سکہ دنیا کی تاریخ پر جمایا ہے اور ہماری لئے شائستگی و تہذیب کا ورثہ چھوڑ گئے ہیں ایسے آدمیوں کے حالات سے جتنی باتیں متعلق ہوتی ہیں جیسی کہ ان کی عادات۔ ان کے اوضاع و اطوار ان کی معاشرت کا طریقہ۔ انکی ذاتی باتیں ان کی گفتگو ان کے اقوال۔ ان کی نیکیاں ان کی بزرگی۔ یہ سب بڑے دل چسپ معلوم ہوتی ہیں۔ وہ ہم کو تعلیم و تربیت و نصیحت کرتی ہیں ہمت بندھواتی ہیں۔ جرأت و دلیری دلاتی ہیں اپنے نمونے و مثالیں دکھاتی ہیں سوانحِ عمری کا بڑا سبق یہ ہے کہ وہ آدمی کو بتلاتے ہیں کہ وہ کہاں تک بہتر ہو سکتا ہے اور کہاں تک بہتر کام کر سکتا ہے کسی شخص کی عمدہ حیات کا حال اچھی طرح لکھا جاتا ہے تو وہ اوروں پر الہام کا سا اثر کرتا ہے۔ وہ بتلاتا ہے کہ آدمی کی حیات کن کن چیزوں سے مرکب ہے۔ وہ ہماری روح کو تر و تازہ کرتا ہے۔ ہماری امیدوں کو سہارا دیتا ہے وہ ہمکو ایک نئی قوت اور دلیری دیتا ہے اور اعتبار اپنی ذات پر اور اوروں پر پیدا کرتا ہے۔ وہ ہمارے شوق اور بڑی تمناؤں کو اکساتا ہے کام کرنے کے لئے بیدار و ہوشیار کرتا ہے اور ان کے ساتھ کام کرنے میں شریک ہونے کی تحریک کرتا ہے۔ ایسے آدمیوں کی سوانحِ عمری کے مطالعہ میں مصروف رہنا اور ان کی مثالوں کا دل میں القا کرنا ایسا ہے جیسا کہ آدمیوں کی ساتھ بیٹھنا اور نیک صحبت میں شریک ہونا ہوتا ہے تمام سوانحِ عمری کی کتابوں کی سرتاج کلام آلہی کی کتابیں ہوتی ہیں انکو کتابوں کی کتاب کہنا چاہیئے۔ انکے ہر حصہ میں انبیا۔ سلاطین۔ و بزرگان دین۔ اور اور اعلیٰ درجہ کی آدمیوں کی سوانحِ عمری

اسکا بیان ہوتا ہے جو بچوں کی تعلیم اور نوجوان کی رہنما اور بوڑھوں کی ملازمت ہوتی ہیں
بہت سی مثالیں ان میں ایسی ہوتی ہیں کہ جن سے بہت سے آدمی مستفید ہوکر بیچی قوت
اعلی درجہ کی دانائی نصائح و پند و حکمت حاصل کرتے ہیں ان کی آواز کان میں ایسی آگ کا
کام کرتی ہیں جو کبھی بھولے نہیں انہیں سے قوموں کے دل و دماغ کا بڑا حصہ بنتا ہے وہ مقدس
باتیں سکھاتی ہیں کہ جن میں نہ شبہ اور نہ مباحثہ خلل ڈال سکتا ہے ۔
نیک بزرگ آدمیوں کی حیات کی سرگذشتوں نے جو انسان کی خصلت کو مرتفع کرتی
ہیں اثر کیا ہے اس کا تخمینہ جتنا کیجیے تھوڑا ہے اس کا اصل سے زیادہ تخمینہ کرنا دشوار ہے
عمدہ سوانح عمری کی کتاب کا مطالعہ حقیقت میں اس ہی نوع انسان کے ساتھ متحد ہوتا ہے
جو نہایت عمدہ و برتر حالت میں ہے یہ ناممکن ہے کہ سوانحہ عمری ان نیک آدمیوں کی
جو انبیاء سے کم درجہ رکھتے ہیں مطالعہ کرے اور ان کے ساتھ وہ ان باتوں میں
قربت نہ حاصل کرے جو انھوں نے سوچی اور کی ہیں اور ان کی بلند مرتبگی اور روشن
ضمیری میں شریک نہ ہو۔ گو یہ قربت و شرکت اس کو خود نہ معلوم ہو۔ ایماندار راست و ہم
اپنی زندگی کے فرائض گزار غربا کے بھی سوانحہ عمری کے پڑھنے سے پڑھنے والوں پر ایسا
اثر ہوتا ہے کہ جس سے اُن کی خصلت میں برتری آجاتی ہی۔
سوانحہ عمری کے مطالعہ میں تاریخ کا بھی مطالعہ اچھی طرح ہوجاتا ہے مجموعہ انسانیت یہ
خاص آدمیوں کی حکومت و اثر کا نام تاریخ ہے بس تاریخ بھی سوانحہ عمری ہوتی
ہے کل تاریخ کیا ہی؟ خیالات کی کتاب درآس کمال مستعدی کا نوشتہ جو آدمیوں کی
انتہا کی آرزوں اور شوقوں میں پھیلی ہوئی ہیں ۔
تاریخ کے صفحوں میں ہم اصول کے بیان سے زیادہ آدمیوں کا ذکر دیکھتے ہیں تاریخ
میں ہم ان آدمیوں کے گھیرے میں گھر جاتے ہیں جنکو مرے ہوئے مدتیں گذریں مگر اُن کی
باتیں اور کام ابتک زندہ ہیں اُن ہی کی آوازوں کا کان میں ڈالنا اور ان ہی کے

کاموں کا دیکھنا ہی تاریخ میں بڑی دلچسپی رکھتا ہے۔ افسوس کہ ہماری زبان میں سوانحہ عمری بہت کم ایسی تصنیف ہوئی ہیں کہ جن سے وہ فائدہ حاصل ہو جو ہونا چاہیئے میں نے صرف تین کتابیں دیکھی ہیں جن پر تعریف سوانحہ عمری کی صادق آسکتی ہے یعنی مولوی الطاف حسین صاحب کی حیات سعدی اور مولوی شبلی صاحب کی سیرۃ النعمان والمامون ہیں۔ انصاف حقیقت میں یہ تینوں کتابیں اپنی قسم کی کتابوں میں بے نظیر ہیں ہمارے علم ادب کے لیئے ایسی کتابوں کی ضرورت ہے۔ ان میں سعدی۔ امام ابو حنیفہ و مامون رشید کی حیات کی پوری تصویر کھینچی ہے۔ اور یہ تصویر بھی فقط صورت کی نہیں بلکہ ہر عضو کی خواہ وہ دل کا ہو یا دماغ کا ہو یا ہاتھ پاؤں کا۔

جس شخص کی سوانحہ عمری ہم لکھیں ہمیں اسکی خصلت کا۔ اس کے ذاتی عیبوں کا۔ صورت کا۔ عادت کا۔ اور خصوصیات کا بیان اس خوبی کے ساتھ لکھیں کہ پڑھنے والوں کی آنکھوں کے سامنے سارے اصلی حالات اس کے پھرنے لگیں سوانحہ عمری جو اکثر لکھی جاتی ہیں ان میں کوئی نہ کوئی عیب ہوتا ہے زیادہ تر یہ عیب ہوتا ہے کہ ان میں بڑے آدمیوں کے عیوب پر ایسا پردہ ڈالدیا جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بشریت میں اور آدمیوں کے ساتھ شریک نہیں تھے۔ انکی تعریف ایسی ہوتی ہے کہ وہ دور سے دیوتا معلوم ہوتے ہیں مگر پاس جا کر دیکھنے سے وہ ہم جیسے ہی خطاکار آدمی ہوتے ہیں بڑے آدمیوں کے عیوب کے بیان کرنے سے فائدہ پہنچتا ہے جب ان کی خصلت کا روشن حصہ ہی عیاں کیا جائے یعنی ان کی خوبیاں ہی خوبیاں بیان ہوں تو اس سے ہم کو یہ بڑی مایوسی ہوتی ہے کہ ہم ان کا اتباع کسی طرح بھی نہیں کر سکتے۔

ہمیشہ ضرور نہیں ہے کہ کسی کی مہمات عظیم الشان کے بیان کرنے سے اس کی نیکیاں و برائیاں ظاہر ہو سکیں بلکہ بعض اوقات نہایت خفیف باتوں سے مثلاً اس کے

ایک فقرہ سے یا ایک ظرافت کے بات سے اُس کی خصلت کا حال وہ معلوم تا ہے کہ اُس کی ان لڑائیوں سے نہیں معلوم ہوتا کہ جن میں لاکھوں آدمی اس لئے قتل کئے اور بڑے بڑے شہر فتح کئے جو مصور کامل ہوتے ہیں وہ اس کا بڑا اہتمام کرتے ہیں کہ تصویر میں چہرہ کے خط و خال نہایت صحت سے بنائے جائیں اور آنکھیں ایسی بنائی جائیں کہ اُن سے اس کی خصلت دکھائی دے اور باقی اعضا کی طرف وہ چنداں متوجہ نہیں ہوتے اسی طرح جو سوانحہ عمری لکھنی چاہتے ہیں وہ آدمیوں کی روحانی علامات باطنی آثار کو اس خوبی سے بیان کرتے ہیں کہ جن سے اصل حقیقت کھلجائے اور جو انکی لڑائیوں کے اور واقعات عظیم کے حالات ہوتے ہیں انکو وہ اوروں کے لکھنے کے لئے چھوڑ دیتے ہیں سوانحہ عمری لکھنے کی بڑی خوبی یہ ہے کہ مصنف خصلت کی تصویر بعینہ اتارے جیسے مصور اپنی تصویر میں سایہ و روشنی اس طرح بناتا ہے کہ نقل مطابق اصل معلوم ہوتی ہے اسی طرح خصلت کے بیان میں سایہ و روشنی بنائی جاتی ہیں کہ خصلت کی برائیوں بھلائیوں میں کوئی مبالغہ نہ ہوئے کم و کاست بیان ہوں خواہ کیسی ہی دلچسپ عبارت ہو مگر اس میں لطف نہیں رہتا اگر خصلت کی سایہ و روشنی اسمیں ٹھیک ٹھیک نہ بیان ہوں اور وہ صرف ستائش نامہ ہو۔ اس مصنف کی تصنیف پڑھنے میں زیادہ مزہ آتا ہے جسکی نسبت یہ باتیں معلوم ہوں کہ اُس کے حالات کیا ہیں اُس کا تجربہ کیا تھا مزاج و طبیعت کی کیا کیفیت تھی اُس کے قول و فعل میں موافقت تھی اُسکے خیال اور اعمال عمدہ تھے۔ سوانحہ عمری کے لکھنے میں کچھ ضرور نہیں ہے کہ مصنف کو ذاتی واقفیت اُس شخص کے حال سے ہو جس کی زندگی کے حالات وہ لکھتا ہے بلکہ اس کے سبب سے یہ مشکل پیش آتی ہے کہ جب اپنی ذاتی واقفیت کے سبب سے کسی کے عیبوں پر علم ہوتا ہے تو اسکے شائع کرنے میں اس کی حیات میں مروت کے سبب سے تامل ہوتا ہے اور انکے

مرنے بعد بھی نہیں چاہتا ہے کہ ایسی بھوبل پر چلئے جسکے اندر ابھی آگ بجھی نہ ہو
اسی وجہ سے مشاہیر کی خصلت کا بیان اُن کے قریبی عزیزوں سے بھی دریافت
کرکے ایسا نہیں لکھا جا سکتا کہ جسپر الزام نہ چڑھتی ہوئی ہو - آدمی جو خود اپنی سوانح
عمری لکھتے ہیں خواہ وہ کیسی ہی دلچسپ دل آویز ہوں مگر اُن کے صحیح ہونیکا
یقین نہیں ہوتا - انسان سے یہ توقع مشکل سے ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے
خیال کو صحیح صحیح بیان کرے اور جو کچھ وہ اپنی نسبت جانتا ہے اُس کو
بے کم و کاست لکھ جائے گو بعض صورتیں اس کی مستثنیٰ ہوں کہ کسی نے اپنا حال سچ
سچ لکھ دیا ہو مگر مشکل ہے کہ کوئی آدمی اپنی باطنی خیانتوں اور مکاریوں اور
خود غرضیوں کو صاف صاف لکھدے ایک ضرب المثل ہے کہ اگر اعلیٰ درجہ کے
آدمیوں کی پیشانی پر اُن کے عیب لکھ دئے جائیں تو وہ اُس کو ٹوپی کے تلے
ڈھانک لیں گے کوئی آدمی دنیا میں عیب سے خالی نہیں ہوتا - ہر ایک کے اندر ایک وحشی
حیوان گھسا بیٹھا ہے بہت ہی کم آدمی ایسے ہونگے جو یہ کہہ سکیں کہ وہ وحشی
حیوان ہمارے اندر ہے اور ہم اُس کو سنبھالے اور روکے رہتے ہیں اگر کوئی آدمی
اپنی برائیوں کو بیان بھی کرتا ہے تو اُس کے ایک بڑے حصے کو نگل جاتا ہے یا
اُن کے ساتھ عذرات ایسے گھڑتا ہے کہ جن سے برائیوں سے کچھ برأت ہو جاتی ہے ناممکن ہے
کہ کوئی شخص اپنی سوسائٹی کے اندر اپنے دل کی مخفی باتوں کا اعلان کردے اور
اپنی خصلت کی تفصیل اپنے علم کے موافق کردے وہ اپنی برائیوں اور نقصوں کو
اپنے کسی بڑے دوست کے سامنے بھی نہیں بیان کریگا غرض جو سوانح عمری
آدمی اپنی آپ لکھتا ہے اسمیں وہ اپنی حقیقت حال کو نہیں لکھتا ہے بلکہ جیسا کہ وہ اپنے
تئیں جانتا ہے کہ میں ہوں ویسا بیان کرتا ہے - اس کا حال بعینہٖ ایسا ہوتا
ہے جیسا کہ ایک رُخی تصویر کا کہ گو وہ بالکل صحیح کھینچی ہوئی ہو مگر کون جانتا ہے

کہ جو رخ اسکا نظر نہیں آتا - اسمیں گال پہ چھپا ہوا ہوگا اگر یہہ دونو رخ پیش نظر ہوتے تو صورت کچھ اور ہی نظر آتی

قصّوں میں دلچسپی فقط اس سبب سے ہوتی ہے کہ انکا رکن اعظم سوانحہ عمری ہوتا ہے ان میں خصائل کے وہ کمالات بیان ہوتے ہیں کہ جن تک انسان کی رسائی کبھی نہیں ہوتی قصوں کی بہ نسبت سوانحہ عمری کے بڑی کثرت ہے اسکا سبب یہ ہے کہ قصّہ نگاری میں تو فقط ذہانت کی اعانت کی ضرورت ہے اس میں خصائل کا بیان بے تکلف ذہن گھڑتا چلا جاتا ہے اور سوانحہ عمری میں تو تحقیق حالات کی مشکلات اٹھانی پڑتی ہیں واقعات تلاش کر کے یکجا جمع کرنے ہوتے ہیں پھر ان میں انتخاب کرنا ہوتا ہے کوئی چھوڑا جاتا ہے کوئی بالاجمال بیان کیا جاتا ہے غرض اُس کے ساتھ سوائے ذہانت کے اور بہت سے بکھیڑے ہوتے ہیں تحقیقات حالات میں یہ ایک اور دشواری ہوتی ہے کہ ایسے آدمی بہت تھوڑے ملتے ہیں جو کسی کے حالات بتلانے کی لیاقت رکھیں اگر ایک شخص کے سو دوست ہوں تو انمیں ایک ہی مشکل سے ایسا ہوتا ہے جو اس کا حال صحیح بتلائے - مصوری اور سوانحہ عمری کے مصنف میں مماثلت بڑی ہے ایک میں رنگوں کے اندر صورت دکھائی جاتی ہے دوسرے میں لفظوں کے اندر سیرت بتلائی جاتی ہے جیسی ان تصویروں کی کثرت ہوتی ہے کہ جن میں گوشت پوست استخوان کی صورت ہوتی ہے اور ان کے خریدار بھی بہت ہوتے ہیں -
اور ان تصویروں کی قلت ہوتی ہے کہ جن میں چہرے کے خط و خال باطن کا حال اور انکی کیفیات کو بتلائیں اور چہرہ زندہ معلوم ہو اور ان کے خریدار بھی کم ہوتے ہیں بس ایسے ہی قصّوں کے خریداروں کی کثرت ہے اور سوانحہ عمری اور ان کے خواستگاروں کی قلت ہے کتابیں بوڑھوں کی تو بڑی یار نیک شعار ہوتی ہیں مگر نوعمروں کے لئے وہ الہام کم نہیں ہوتیں نوعمری میں جو اول کتاب آدمی پڑھتا ہے اُس کا اثر سب سے زیادہ ہوتا ہے

اس عمر کی پڑھی ہوئی کتابوں کا اثر آخر عمر تک رہتا ہے۔

ایک نئی کتاب کا پڑھنا بالکل ایسا ہوتا ہے جیسے کہ کسی اپنے نئے دوست سے محبت کرنی جو ہم سے عقل میں زیادہ ہو۔ کتابوں کا مطالعہ بعض اوقات ہماری خصلت کو ایسا بدل دیتا ہے کہ یہ معلوم ہوتا ہے ہم نے نیا جنم لیا ہے۔

انسان کے مہذب و شائستہ و نیک اخلاق بنانے میں جو کتابوں نے اپنا اثر کیا ہے وہ ایسا عیاں ہے کہ حاجت بیان نہیں بنی آدم کے علم کا خزانہ کتابوں ہی میں جمع ہے اس لئے علوم و فنون۔ فلسفہ۔ و مذہب اخلاق میں جو محنتیں اور رہنمائی کی گئیں ہیں انکا ذکر اور خیالات و منصوبے باندھنے کا بیان اور کامیابیوں اور ناکامیوں کا حال یہ سب باتیں کتابوں میں موجود ہیں۔ ہر زمانہ میں کتابیں بڑی قوت محرکہ رہی ہیں بڑے بڑے تغیرات اور انقلاب انھوں نے پیدا کئے ہیں ایک بڑی کتاب ایک بڑی لڑائی سے زیادہ کام کرتی ہے۔ بعض دفعہ قصوں افسانوں کی کتابوں نے اپنے بڑے کرشمے کام دکھائے ہیں۔

بہادروں کی نسبت شاعروں کو زیادہ بقا ہوتی ہے ان کے خیالات اور کام ہمیشہ زندہ رہتے ہیں خیال کو خیال کے ساتھ جو اتحاد کامل ہوتا ہے وہ کام کے ساتھ نہیں ہوتا۔ ان کے اندر تو ایسی سلسلہ بندی ہوتی ہے جیسی کہ شعلہ کے اندر شعلہ کی کہ ایک کے اندر دوسرا روشن ہوتا ہے۔ ان شاعروں کے ساتھ ہم اس طرح رہتے ہیں جیسے ان کے ساتھ زندگی میں رہتے۔ ان کو کتابوں کو ہاتھ میں لیتے ہیں آنکھوں پر رکھتے ہیں، ہونٹوں پر چھاتے ہیں زمین پر آثار قدیمہ میں سے سواء ان کے کوئی اور ایسا نہیں ہوتا کہ جس کو سب کی آنکھیں دیکھ لیں مصنف مرتے نہیں زندہ رہتے ہیں وہ اپنی تصنیف میں چلتے پھرتے اور سانس لیتے ہیں وہ یوں زندہ رہتے ہیں اور جہاں کشا عالمگیر خاک میں ملتی ہیں غرض دنیا میں جو الفاظ کو بقا ہے وہ کسی اور کو نہیں۔

باب یازدہم
تزوج و تاہل

(۱) مردوں میں محبت عورتوں کی الفت سے پیدا ہوتی ہے انکی صحبت سے نہیں
(۲) مرد میں فراست اور عورت میں عصمت ہونی چاہیئے ۔
(۳) اگر خدا کی یہ مرضی ہوتی کہ مرد کی سردار عورت بنے تو وہ اس کو مرد کے سر سے پیدا کرتا اور اگر اُس کی یہ مرضی ہوتی کہ وہ اس کی لونڈی بنے تو اس کے پاؤں سے پیدا کرتا۔ مگر اسکی مرضی تو یہ تھی کہ وہ دونو برابر کے آپس میں مصاحب بنیں اس لئے عورت کو مرد کی پسلی سے پیدا کیا۔

ہر عمر میں مرد اور عورت کی مصاحبت سے عورت اور مرد کی خصلت پر بڑا قوی اثر ہوتا ہے ہمنے اوپر بیان کیا ہے کہ بچوں کی خصلت بنانے میں ماؤں کا اثر کیا ہوتا ہے بچے جیسے کہ کرہ ہوا میں سانس لے کر جیتے ہیں ایسی ہی ماؤں کے کرہ اخلاق میں وہ پرورش پاتے ہیں ایک سے جسمانی پرورش ہوتی ہے ۔ دوسرے سے روحانی۔ آدمی کی ابتداء پیدائش میں عورتیں قدرتی پرورش کرنے والی ہوتی ہیں اور جب اس کو کچھ شعور ہوتا ہے تو وہ اس کی ناصح بنتی ہیں اور جب کچھ اور عمر میں بڑھتا ہے تو وہ اُس کی رہنما اور صلاح کار ہوتی ہیں اور جب جوان ہوتا ہے تو وہ اس کی معتمد مصاحب بنتی ہیں غرض مردوں کے ساتھ عورتوں کے بہت سے رشتے ماں بہن محبوبہ زوجہ ہونے کے ہوتے ہیں بہر حال مرد کے نیک یا بد ہونے میں عورتوں کا اثر کم و بیش ہوتا ہے ۔

خدا نے خود عورت مرد کے لئے مناسب کام اور ان کی معاشرت کی خدمات اور فرائض ایسے جدا جدا مقرر کئے ہیں کہ ایک کا کام دوسرا نہیں کرسکتا ۔ ایک کے

کام دھندے دوسرے کے کام دھندوں سے علیحدہ ہیں گو ان دونوں میں گہری رشتہ مندیاں ہوتی ہیں مگر عورت اپنے کام میں لگی رہتی ہے اور مرد اپنے کام میں مصروف رہتا ہے نسل انسانی کی ترقی کے واسطے عورت۔ مرد۔ دونو کا ہونا ضروری ہے گو عورت مرد دونو برابر کے مصاحب بنائے گئے ہیں مگر اُن کے قوا برابر نہیں ہوتے۔ مرد زیادہ قوی۔ طاقتور۔ رگ وپٹھوں میں زیادہ مضبوط۔ اعضا میں سخت ہوتا ہے عورت۔ نازک ضعیف القویٰ ضعیف الدماغ سریع الاعتقاد ہوتی ہے اُس کے دل و دماغ پر ادنیٰ باتیں اثر کر جاتی ہیں۔ گو سر کی حکومت مرد میں زیادہ ہوتی ہے۔ مگر عورت میں دل کے اوصاف زیادہ ہوتی ہیں۔ اسلیئے دونو مرد و عورت زندگانی کی خدمات کی بجا آوری میں یکساں رہتے ہیں عورت کو مرد کے کاموں کا حوالہ کرنا ایسا ہی نازیبا ہے۔ جیسا کہ مرد کو عورتوں کا کام سپرد کرنا ناسزا ہے۔ بعض مرد مثل عورتوں کی ہوتے ہیں اور بعض عورتیں مثل مرد کے ہوتی ہیں مگر یہ مستثنیٰ صورتیں ہیں جس سے قاعدہ ثابت ہوتا ہے کوئی قاعدہ جبتک نہیں ثابت ہوتا کہ اس کی مستثنیٰ صورتیں نہیں۔

مرد میں وہ صفات زیادہ ہوتی ہیں کہ سر سے تعلق رکھتی ہیں اور عورت میں وہ اوصاف زیادہ ہوتے ہیں کہ دل سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے مرد کے دل کی اس کے دماغ کی سی اور عورت کے دماغ کی اس کے دل کی سی تربیت و اصلاح ضرور ہونی چاہیے مہذب و شائستہ سوسائٹی میں مرد جسکا دل اچھا نہ ہو ایسا ہی سمجھا جاتا ہے جیسی کہ عورت جسکا دماغ اچھا نہ ہو یعنے احمق ہو۔ عورت مرد کے اخلاق عقل دونو کی درست ہونے چاہئیں مرد جسمیں ہمدردی نہ ہو اور وہ اوروں کا خیال نہ رکھے تو وہ ذلیل کمینہ مکروہ۔ خود غرض سمجھا جائیگا۔ اور عورت جسمیں عقل و شعور نہ ہو وہ خواہ کیسی ہی حسین ہو خوش لباس گڑیا سے زیادہ نہیں سمجھی جائیگی ؞

عورت کی۔ مرد کی اصلی شان یہ ہے کہ وہ عاقل اور بہادر ہو۔ اور عورت کی سچی شان یہ ہے کہ وہ نازک۔ ملائم۔ ڈرپوک ہو۔ عورت مرد کی اطاعت ہی سے بہت پیاری اور عزیز ہوتی ہے۔ عورت میں نزاکت۔ طاقت سے زیادہ اور بھولا پن سیانے پن سے زیادہ تو انسان غرور سے زیادہ پیدا کرنی چاہیئے جیسے لڑکے کی تعلیم اس لئے کیجاتی ہے کہ وہ دنیا میں اپنی قوت بازو سے اپنا گذارہ اچھی طرح کرسکے ایسی ہی لڑکی کی تعلیم اس لئے ہونی چاہیئے کہ وہ مرد کے طفیل سے اپنا گذارہ نیک طور پر کرسکے یعنے مرد کو اچھی طرح کمانا اور عورت کو اچھے طور سے خرچ کرنا آنا چاہیئے۔

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ عورت کی اعلیٰ درجہ کی صفات اُس محبت میں کھلتی ہے کہ وہ اوروں کے ساتھ رشتہ مندی کے سبب سے کرتی ہے قدرت نے اُسے بنی آدم کی دودھ پلانیوالی بنایا وہ ان بے کس بے بس بچوں کی خورش و پرورش کی مہتمم ہے کہ جن کو ہم عزیز رکھتے ہیں گھر میں اُسی کے ذہن سے مناسب حال صفائی۔ پاکیزگی۔ رضا خوشی پیدا ہوتی ہیں کہ جو خصلت کو نہایت عمدہ صورت میں تربیت و نشو و نما دیتی ہیں۔ رافت ملائمت صبر نفس کشی۔ عورت کی جبلت میں داخل ہیں اس لئے آنکھیں مہر و محبت و امید و بہرہ کی روشنی ہر جگہ پھیلاتے ہیں وہ سرد کو گرم۔ مصیبت کو راحت۔ رنج کو خوشی بنا دیتی ہے بے نصیبوں کی مدد کے واسطے عورت فرشتہ بن جاتی ہے ضعیفوں کو قوی بناتی ہے پا افتادہ کی دستگیری کرتی ہے مصیبت زدوں کو تسلی دیتی ہے۔ کہا کرتے ہیں کہ جب کوئی انسان دکھ درد میں مبتلا ہوتا ہے تو وہ اپنی آہوں سے عورت کو اپنے پاس بلا لیتا ہے عورت کو تاب نہیں ہوتی کہ وہ کسی کو کراہتی دیکھے اور اس پاس سے چلی جائے +

عورت کی صفات مخصوصہ شفقت اور محبت میں ظاہر ہوتی ہیں مگر اُس کے لئے یہ بھی ضرور ہے کہ وہ اپنے نفس کو مغلوب کرکے اپنی ذات پر بھروسہ کرنے اور اپنی تعلیم و تربیت خود کرکے اپنی خصلت کو قوی اور منکشف کرے جس سے اسکو مسرت و استغنا

حاصل ہو۔ عورت ہو یا مرد ہو۔ اس کی خوش دلی عورت کی تکمیل پر منحصر ہوتی ہے۔
جب عورت اپنی قوائے عقلیہ کی کماحقہ تربیت کرکے استغنا پیدا کریگی اور اسکے ساتھ دل اور کوشش کی تادیب کو شامل کریگی تو وہ اپنی زندگی میں نہایت خرم و شاد رہیگی اور اپنی ذات سے اوروں کو فائدہ پہنچائیگی۔ اور عقلی نعمتیں تقسیم کریگی۔ معاشرت اعلیٰ درجہ کی نفاست کے لئے ضرور ہے کہ عورت مرد دونو تعلیم و تربیت میں ہم قدم اور اتبا نہ ہوں۔ ایک نہیں پاکیزہ زوجہ کا شوہر لطیف و پاکیزہ ہو۔
عورت مرد دونو کے واسطے قانون اخلاق ایک ہی ہے وہ لوگ نیکی کی بنیاد کو ہلاتے ہیں جو یہ خیال کرتے ہیں کہ بسبب اختلاف تذکیر و تانیث عورت مرد کے اخلاق میں ایسا اختلاف ہو گیا ہے کہ مرد کو ایک کام کرنا جائز ہے اور عورت کو وہی کام کرنا ایسا ناجائز ہے کہ اسکو عمر بھر کلنک کا ٹیکا اس پر لگتا ہے معاشرت کی نفاست کے واسطے عورت مرد دونو کا پاک باطن و رہنا پارسا ہونا لازم ہے۔ دونو کو چاہیئے کہ وہ بد افعالی کو ایسا زہر سمجھ کر اس سے پرہیز کریں کہ اگر وہ ایک دفعہ بدن میں چلا جائیگا تو پھر عمر بھر بالکل نہیں جائیگا۔ کچھ نہ کچھ باقی رہیگا۔ اور خوش دلی کو عقلاً تلخ کریگا۔ ان کو چاہیئے کہ کبھی وہ کام نہ کریں جس سے کہ دل پر خصلت پر کوشش پر صدمہ پہنچے۔ کہتے ہیں کہ جبتک محبت کے سبب سے عورت مرد میں یگانگی نہ پیدا ہو ان کی تکمیل زندگانی کے تجربوں میں نہ ہوگی۔ عورت مرد محبت سے جبتک آشنا نہ ہوں۔ نہ عورت عورت ہی نہ مرد مرد ہی۔ انمیں ایک دوسرے کا تکملہ ہے یعنی مرد کی تکمیل کے لئے عورت کی اور عورت کے تکمیل کیلئے مرد کی ضرورت ہی۔ افلاطون کا یہ خیال تھا کہ محبوب میں محب اپنی تشابہ کو تلاش کرتا ہی۔ عورت مرد کی یگانگی میں ہر ایک کی آدھی محبت دوسرے میں منتقل ہو جاتی ہی۔ مگر یہ فلسفہ غلط معلوم ہوتا ہے یگانگی جیسی کہ مشابہ ہونے میں پیدا ہوتی ہے ایسی ہی غیر متشابہ ہونے میں ❊

سچی یگانگی کے لئے نیک دل و نیک دماغ ہونا ضرور ہے۔ اس کی بنا باہم محبت و مدد کرنے پر رکھی جاتی ہے آدمی ایسی چیز سے سچی مستقل محبت کریگا جسکی وہ قدر و منزلت و ادب و تعریف کرتا ہی۔ کسی خراب چیز سے وہ مودت نہیں کریگا خصلت کی ان صفات پر جو آدمی کی زندگی بر گھر میں اور جمہور میں حکومت کرتی ہیں + سچی یگانگی موقوف ہے +
زوجہ و شوہر کی یگانگی میں ادب قدر و منزلت کے سوا اور باتیں بھی ہوتی ہیں جو نہ مردوں کے باہمی یگانگی میں ہوں نہ عورتوں کی یگانگی میں مردوں کے اندر محبت کی باتوں میں ایک خلیج حائل ہوتی ہی جسپر عبور نہیں ہوسکتا۔ بھائی کی بھائی کامل طور پر دستگیری نہیں کرسکتا اس لئے اس سے وہ پوری امداد اور دل کی تقویت نہیں حاصل ہوسکتی جو عورت سے خواہ وہ ماں ہو بہن ہو۔ بیوی ہو۔
خوشی و ہمدردی و تعلقات انسانی کے نئے عالم میں آدمی محبت کے دروازہ سے داخل ہوتا ہے۔ یہ نیا عالم اس کا گھر ہوتا ہے جس کو خود اس نے بنایا ہے اور اس کے لڑکپن کے عالم سے بالکل مختلف ہوتا ہے جس میں ہر روز نئے نئے تجربے ہوتے ہیں اور اپنی نئی نئی خوشیاں ہوتی ہیں اور آزمائشوں و امتحانوں اور رنجوں کے نئے عالم میں بھی وہ داخل ہوتا ہی جس سے اس کی تادیب تعلیم و تربیت نہایت اچھی ہوتی ہی۔ تاہل کی زندگی تردد و تفکر کے کانٹوں سے بھری ہوتی ہے مگر یہ سارے کانٹے پھل لاتے ہیں جنکے بغیر سوکھ ہی نہیں جاتے۔ ایک خاص زمانہ تک اگر گھر بچوں سے پر نہ ہو تو پھر وہ حماقتوں اور شرارتوں سے پر ہوتا ہے اگر مجرد آدمی کاروبار میں بالکل لگا رہی تو اس کی خصلت میں تنگ حوصلگی اور درشتی آجاتی ہی۔ وہ صرف اپنی ذات کے کاموں میں مصروف رہتا ہے اور اپنے حصول منفعت کے فکر میں اور اوروں کی چالاکیوں کی روک تھام کے سوچ بچار میں لگا رہتا ہے اس لئے اس کی خصلت میں خبث و تنافرت و خشکی ان داخل ہوجاتا ہی گو اس کی خبر بھی اس کو نہیں ہوتی ان برے اثروں کا دافع و مصلح

تاہل خوبیاں پیدا کرتا ہے جو آدمی کے دل کو روزانہ فائدو کے خیال کی تکلیف سے نکال کر گھر کی آسائش گاہ میں لا کر آرام دیکر تر و تازہ کرتا ہے۔ یہ تاہل تو آدمی کو معدن حسین میں بٹھاتا ہے مگر کاروبار کے انحکار دل کے گرد خرابی کو لاتے ہیں۔ اگر کسی شخص کا دماغ کاروبار اور بڑی بڑی ارادوں میں مصروف ہو مگر دل میں محبت و ہمدردی اوروں کے ساتھ نہ ہو تو گو وہ بظاہر دنیا میں کامیاب معلوم ہو۔ مگر دراصل وہ ناکام و محروم ہے۔

اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ روز بروز دولت و مال میں جاہ و منصب میں اپنی پیشہ کے اندر شہرت و ناموری میں بڑھتا جاتا ہے مگر اس کے گھر میں بدنظمی ہی اور آپس میں محبت نہیں وہ گھر والے اس کو برا کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں تو اس کو ہرگز خوش اقبال اور کامیاب مت سمجھو کسی پاس خواہ دولت کتنی ہی ہو اگر وہ اس کے جمع کرنے کا مرکز گھر کو نہیں بناتا تو وہ اچھا آدمی نہیں ہوتا۔ آدمی اپنی شعاعیں خواہ کتنی ہی اطراف پھیلائے۔ مگر اس کا نقطۂ آتشی جسپر شعاعیں سب مجتمع ہوتی ہیں گھر ہی کو بنانے جو نیک آدمی کے دل کے گرد ہمیشہ بسا رہتا ہے +

ہمیشہ آدمی کی خصلت کا اصلی حال کسی جگہ سوائے گھر کے نہیں کھلتا۔ اسکی عملی دانش جمہوری کاموں سے زیادہ ان قواعد سے معلوم ہوتی ہے جو وہ اپنے گھر میں بناتا ہے گو اسکا دماغ کاروبار میں بالکل مصروف ہو مگر دل اسکا بالکل گھر میں ہونا چاہئے گھر میں خصلت کے ان صفات کے جوہر کھلتے ہیں راستی۔ محبت۔ ہمدردی۔ اوروں کا خیال۔ صاف دلی۔ مردانگی۔ اگر امور خانگی میں محبت کو سب باتوں پر غلبہ نہ ہو تو پھر گھر میں حکومت شخصی قابل برداشت نہیں ہوتی۔ بغیر عدالت کے نہ محبت ہو سکتی ہی نہ عتبار ہو سکتا ہی نہ ادب۔ جنپر گھر کے تمام قواعد منحصر ہیں۔

نیک خوش حال گھر میں یہ اوصاف ہوتے ہیں کہ نہ کوئی جھنجلاتا ہی نہ کوئی غصہ کی بات زبان پر لاتا ہی نہ کوئی سست خالی بیٹھتا ہے نہ کوئی بدمزاجی کرتا ہے ہر یک اپنے فرض کے

ادا کرنے میں تندہی کرتا ہی۔ گھر کا سرپرست ایسی دانشمندی و ملائمت سے اس میں
حکومت کرتا ہی کہ سارے گھر کے آدمی اسکے حکم میں چلتے ہیں اور محبت وا دا فرض سے سارا
گھر بھر ارکھتا ہے چھوٹی چھوٹی محبت کی باتوں کے سا بقے اپنے گھر میں کیا کرتا ہے۔
اہل و عیال میں زندگی بسر کرنے سے جس شخص کی چاہتوں میں توانائی آئیگی تو وہ
اپنی ہمدردی و شفقت کو ایک تنگ احاطہ میں مقید نہیں کریگا۔ اس کو کنبہ میں وسعت
دیگا اور اس کنبے کے ذریعہ سے دنیا میں پھیلائیگا۔ محبت ایک آتش ہی جو پہلے سینے کے
کونے میں اپنے تئیں سلگاتی ہے اور دوسرے کے سینہ کی چنگاری کو اپنے میں ملاکر
ایسی بھڑکتی ہے کہ عورتوں اور مردوں کے ازدحام کو گرم و روشن کرتی ہی اور ایک عالم
کے دلوں کو منور کرتی ہے اور کل عالم و مخلوق کو اپنے تیز شعلوں سے روشن کر دیتی ہے
گھر ہی کی رجمنٹ دل کو قواعد داں و مستقل بناتی ہی۔ گھر عورت کی سلطنت ریاست اور
اسکی ساری دنیا ہوتی ہے جسمیں وہ محبت الفت ملائمت کی قوت سے حکومت کرتی ہی بلند
ہمت بیوی کے ساتھ یگانگی کرنے کی برابر کوئی چیز مرد کی طبیعت کے فسادوں اور اضطرابوں کو
دور کرنیوالی نہیں اس سے خاوند کو آرام ملتا ہے خوش دلی و رضامندی حاصل ہوتی ہی دماغ کو
آرام روح کو راحت ملتی ہی۔ بیوی عمدہ صلاح کار مشیر ہوتی ہی اس کی صوابدید سے
خاوند اپنی تہا رائے کی خطاؤں سے محفوظ و مصئون رہتا ہے سچی بیوی مشکلات اور نا امیدی کے
وقت میں خاوند کے لئے عصا ہوتی ہی وہ اس کو کسی مصیبت آفت بد اقبالی ادبار کے
زمانہ میں ہمدردی و دل سوزی کرنے سے باز نہیں رہتی جوانی میں وہ آرام جان ہوتی
ہے اور بڑی عمر میں جب وہ خیالی فرضی چاہتوں سے نکل کر اصلی حالتوں میں رہنے لگتا
ہے۔ وہ وفادار ساتھی ہوتی ہے +
کیا خوش نصیب خاوند ہے کہ جس کے سارے فکر و تردد گھر میں قدم رکھتی ہی بیوی کے سبب سے
دور ہو جاتے میں مرد کی کوئی خوش نصیبی اسکی برابر نہیں کہ اس کو خدا پرست نیک بیوی ملجائے جسکے

ساتھ خیر و عافیت سے وہ زندگی بسر کرتے ایک خدا پرست کا قول ہے کہ کوئی شخص سوئیں اٹھنے سے اور جوانی میں شادی کرنے سے نہیں پستاتا ہے۔

سچی راحت و خوشدلی اس مرد کو حاصل ہوتی ہے کہ جسکی بیوی اسکے ظاہر و باطن کی یار و یاور ہو یہ کچھ ضرور نہیں کہ بیوی مرد کی نقل ہو جیسی عورت یہ نہیں چاہتی کہ میرا شوہر زنانہ مزاج ہو ایسی ہی مرد کو چاہئیے کہ وہ یہ نہ چاہے کہ میری بیوی مردانہ طبع ہو۔ عورت کی صفات پسندیدہ عقل کے اعتبار سے نہیں ہوتیں بلکہ اس کی محبت کے لحاظ سے وہ علم سے اپنے خاوند کا دل نہیں خوش کرتی جیسے کہ اپنی ہمدردی اور دلسوزی و محبت سے مردوں کو نیک دل عورتوں سے زیادہ عالی دماغ عورتیں عزیز نہیں ہوتیں جو صفتیں مردوں میں ہوتی ہیں اس سے تو مردوں کا جی بھرا ہوا ہوتا ہی اس لئے وہ عورتیں ان اوصاف سے مختلف اوصاف دیکھکر محظوظ ہوتے ہیں اور ان کی تعریف کرتے ہیں۔

ایک عاقل کہتا ہے کہ اگر کوئی تجھ سے پوچھے کہ خدا تعالیٰ کی لطف و کرم انسان پر سب سے زیادہ کونسا کیا ہے؟ تو میں یہ کہوں کہ خدا کا بڑا افضل و کرم یہ ہی کہ اس نے عورت مرد کی روحوں کو مختلف کمال خوبی کے ساتھ ایسا بنایا ہے کہ جس کے سبب سے وہ باہم ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح رہتی ہیں کہ باہم انمیں فریفتگی ہوتی ہے اور ایک دوسرے کو وہ آرام دیتی ہیں کہ جس سے زیادہ انسان کے خیال میں بھی نہیں آتا گو ان کی خصلتوں میں یہ اختلاف ہو مگر ان کی دلوں اور رایوں میں موافقت ہونی چاہئیے۔ اگر مرد کو عورت کے ساتھ محبت اسکے فہم کے سبب سے نہیں ہوتی مگر اس کے فہم کی تربیت تعلیم و درستی و اصلاح کرنی ضرور ہے عوام میں یہ ایک غلطی پھیلی ہوئی ہی کہ وہ نہیں جانتے ہیں کہ عورتوں کو علم و ادب سکھانا روزانہ کاروبار خانگی کے لائق نہیں رکھتا۔ مگر مردوں کے لئے یہ صورت نہیں ہی۔ یہ بات ہرگز سچ نہیں ہے جسکا جی چاہی دیکھ لے کہ کیسی کیسی تعلیم و تربیت یافتہ عورتیں اپنے تئیں کاروبار خانگی میں وقف کر دیتی ہیں اور سب وقت اسی میں توجہ کرتی ہیں علم ادب ان کو

معزز اور با وقعت بنا دیتا ہے۔ مگر ان کو اپنے علم کو ہوشیاری سے کام میں لانا چاہئے
اچھی بیویوں میں یہ صفات ہوتی ہیں کہ وہ گھر کو بالکل راحت و آرام کی جگہہ بنا دیتی ہیں
حتی المقدور خاوند کو امور خانگی سے ایسا فارغ البال کر دیتی ہی کہ اس کو ذرا فکر و تردد
اس میں کرنا نہیں پڑتا حتی الامکان وہ اس کو قرضدار نہیں ہونے دیتی اپنی سج بنا
سنوارتی اس طرح ہے کہ خاوند کی نظروں میں بھلی لگتی ہی اور اس کے مذاق کو محفوظ کرتی
ہی۔ ہر انسان کی طبیعت میں مذاق کو بڑا دخل ہی اور محبت مذاق میں جدائی مشکل سے
ہوتی ہی۔۔۔ جس گھر میں محبت نہیں وہاں نہ روح کو راحت ہی نہ دماغ کو آرام ہے
محبت کے سبب سے دل و دماغ کو تو چین و آرام حاصل ہوتے ہیں خاوند کو بیوی کی خوبصورتی
بھڑک و چمک و پرجوش طبیعت پر اتنا خیال نہ رکھنا چاہئے جتنا کہ اس کی خوش فہمی
خوش مزاجی و تیز ہوشی پر۔ واشفاقانہ نرم مزاجی پر۔

بہت سے آدمی نکاح کر کے اس سبب سے مایوس ہوتے ہیں کہ ان کو بہت ساری توقعیں نکاح سے
ہوتی ہیں مگر ان سے زیادہ وہ لوگ پچھتاتے ہیں جو اپنی بیویوں کی خوش مزاجی۔ الفت۔ تحمل
معمولی عقل کو اپنے ساتھ شریک نہیں کرتے۔ وہ ایک خیالی حالت ایسی بناتے ہیں جس کا
تجربہ آسمان کے نیچے نہیں ہوسکتا۔ جب اصل زندگی کے ترددات و تفکرات ان کے روبرو
آتے ہیں تو وہ ایسے چونکتے ہیں جیسی کہ کوئی خواب سے بیدار ہوتا ہے وہ یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ ہمنے
جن بیویوں کو پسند کیا ہے وہ اپنی ستودہ خصائل میں درجہ کمال کو پہنچی ہوئی ہیں
مگر تجربہ سے یہ معلوم ہوا کہ وہ ضعیف و ناقص ہیں وہ یہ جان لیں کہ انسان کی
طبیعت کے نقص بہ نسبت آدمی کے کمال کے زیادہ تر اوروں کے تحمل اور ہمدردی کے
مستحق ہوتے ہیں اور جنکی طبیعت میں تحمل ہوتا ہے اور عقل و محبت ہوتی ہے وہ ان کی
ساتھ زیادہ اتحاد کرتے ہیں۔

تاہل کی زندگی کا سب سے عمدہ قاعدہ تحمل و درگذر کرنا ہے گورنمنٹ کی طرح تاہل بھی ایک

سلسلہ رضامندیوں کا ہوتا ہے اسمیں چاہیئے کہ وہ بے رکے روکے تحمل و صبر کرے ایک دوسرے کے قصوروں خطاؤں کے دیکھنے میں اندھا نہ بنے مگر اسکی برداشت اور ان سے درگذر نیک مزاجی سے کرے تاہل کل صفتوں میں خوش مزاجی بڑے کام آتی ہی بعض امیں مغلوب تا ہی جس سے صبر پیدا ہوتا ہے اور صبر سے تحمل اور درگذر کرنا پیدا ہوتے ہیں۔ آدمی سنتا ہے مگر سخت جواب نہیں دیتا ہے اس کو غصہ آتا ہے مگر جبتک اسکا اثر نہیں جاتا ہی اس کو ضبط کئے رہتا ہے تاہل پر یہ مثل خوب صادق آتی ہی کہ نرم جواب غصہ کو اتار دیتا ہے۔ ایک شاعر نے نیک بیویوں کے اوصاف کو اس طرح سے حصوں میں تقسیم کیا ہی چار حصے تو خوش مزاجی کے لئے مقرر کئے۔ اور دو حصے شعور و فہم کے واسطے ایک حصہ ظرافت و ذکاوت کے واسطے ایک حصہ خوبصورتی کیلئے اور باقی دو حصے اور ایسی صفات کے لئے۔ جیسے کہ دولتمندی۔ رشتہ۔ قرابت۔ تعلیم۔ جو معمولی نہ ہو۔ بلکہ اعلی درجہ کی شرافت نسب وغیرہ مگر ان صفات میں کوئی ایک صفت بھی ایسی نہیں ہے کہ وہ ایک پورے حصہ کا مستحق ہو۔ بلکہ ہر ایک ایک کسر کا استحقاق رکھتی ہی۔

کہتے ہیں کہ لڑکیوں کو جالیاں کاڑھنی خوب آتی ہیں مگر ان کو پنجرے بنانے اچھے نہیں آتے اس لئے کہ مرد گو پرندوں کی طرح آسانی سے پکڑے جاتے ہیں مگر مقید مشکل سے رہتے ہیں جس خاوند کی بیوی کو اپنا گھر ستھرا اور روشن رکھنا نہیں آتا کہ جسمیں خاوند باہر سے تھکا تھکایا آئے اور آرام نہ پائے اور خوش نہ ہو تو وہ گھر ایسے خدا اس عذاب سے بچائے۔

اکثر دانشمند کسی عورت سے فقط خوبصورتی دیکھکے نکاح نہیں کرتے۔ گو حسن ابتدا میں جان فزا اور دلکش ہوتا ہے مگر اس سے اکثر کوئی نتیجہ عظیم نہیں پیدا ہوتا۔ اس سے یہ سمجھنا چاہیئے کہ حسن کی کم قدری ہوتی ہے۔ اس لئے کہ حسن تو وہ چیز ہے کہ اگر اور چیزیں برابر ہوں تو فقط چہرہ کی حسانت و وجاہت اور کچھ نہیں تو صحت جسمانی کو ظاہر دکھاتی ہیں کسی ایسی حسین عورت سے نکاح کرنا جسکے حسن صورت کو حسن سیرت نے آراستہ نہ کیا ہو

بڑی غلطی فاحش قابل افسوس ہے۔ جیسے کہ ایک خوش فضا میدان کو روز دیکھنے سے ایک
مساوات پڑجاتی ہی۔ ایسے ہی حسین بیوی کو جس میں حسن سیرت نہ ہو ہر روز دیکھنے سے ایک
مساوات ہو جاتی ہے حسن ظاہری دیر پا نہیں ہوتا آج جو حسین ہی کل وہ کریہ ہے
مگر حسن سیرت اگر ایسی ویسی صورت کی عورت میں بھی ہو تو وہ اپنے جوہر ذاتی ہمیشہ ایسی دکھائیگا
کہ جس پر دل فریفتہ ہو حسن سیرت کی خوبی عمر کے ساتھ بڑھتی ہی اور روز بروز پختہ ہوتی ہے
میاں بیوی کو نکاح سے ایک برس بعد ایک دوسرے کی خوش مزاجی کا ذرا خیال نہیں ہوتا
خواہ وہ کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی ہو۔ خاوند کا عبوس اور ترش پیشانی کا ہونا بیوی
کی حالت پر رحم دلاتا ہے اور خندہ رو کشادہ پیشانی ہونا عزیز اقربا بیوی کی خوش دلی
ظاہر کرتا ہے۔

باب دوازدہم

تجربہ

صرف تجربہ ہی کی مدرسہ میں کاردانی و معاملہ فہمی یعنی عملی دانش کا درس آتا ہے۔
امر و نواہی و پند و نصائح جہاں تک وہ چلتے ہیں فائدہ مند ہوتے ہیں مگر جب تک
اصلی زندگی کے کاموں میں اُن کا تجربہ نہ کیا جائے تو وہ صرف نظری رہتے ہیں عملی نہیں
ہو سکتے ہستی انسان کی سخت واقعات نفس الامری سے سامنا کیا جاتا ہے کہ خصلت
میں وہ درستی و راستی پیدا ہو جو کسی طرح پڑھنے سے اور تعلیم سے نہیں حاصل ہو سکتی بلکہ وہ
اس طرح حاصل ہو سکتی ہی کہ علی العموم عورتوں اور مردوں کی عقل فطرتی سے جو نہایت
وسعت رکھتی ہے میل ملاؤ اور لگاؤ رکھا جائے۔ خصلت وقعت اور قیمت
جب پاتی ہی کہ زندگی کے روزانہ کاموں میں اور تحریصوں اور ترغیبوں اور امتحانوں کے
عالم میں ہم اپنے قدموں پر مضبوط کھڑے رہیں اور لغزش نہ کریں اور زندگی کے۔۔

گھس بیٹیوں کو سہتے رہیں گوشہ میں تنہا نشینی کی نیکیاں کسی شمار میں نہیں آتیں
تنہا نشینی کی خوشیاں ایسی ہوتی ہیں جیسی کہ اور خودغرضیوں کی خوشیاں ہوتی
ہیں خلوت نشینی سے معلوم ہوتا ہے کہ خلوت نشین اور آدمیوں کو حقیر جانتا ہے
اکثر خلوت نشینی کے معنے کاہلی نامردی اور خود پرستی کے ہوتے ہیں مردانہ محنت مشقت اور
[illegible] کے فرض کا خاصہ حصہ ہر ایک انسان کے ذمہ ہے کہ جس کو وہ چھوڑ نہیں سکتا
[illegible] اپنا اور اپنے گرد و [illegible] نقصان نہ کرے +

[illegible] کو داناؤں [illegible] جانتا ہے کہ معاملات و کاروبار دنیاوی
میں وہ شریک ہوتا ہے ہمارے فرض کا بڑا احاطہ یہی ہے کہ ہم کاردان اور
معاملہ فہم بنیں اور اپنے [illegible] سیر، جفاکشی، تحمل کی تعلیم کریں جس سے کہ ہماری
خصلات کا ڈھانچہ ہے اور [illegible] میں پختگی اور سنجیدگی پیدا ہو مشکلوں و امتحانوں و
تجربہ اصول تہذیبوں کا مقابلہ کرنے پر کل آئندہ زیست کا رنگ ڈھنگ موقوف
ہے اور ہم جو بڑی بڑی تکلیفیں جھیلتے ہیں اور آفتیں اٹھاتے ہیں اُن سے اپنی تادیب
زیادہ علم عملی حاصل کرتے ہیں جسکو کبھی صرف گوشہ نشینی و مطالعہ سے نہیں حاصل کر سکتے ہیں +
آدمی جبتک اوروں سے ملتا جلتا نہیں وہ اپنے تئیں نہیں پہچانتا کہ میں کیا ہوں
اوروں کے ساتھ ملاپ جلاپ رکھنے ہی سے آدمی اپنی لیاقتوں کا تخمینہ کر سکتا
ہے جو شخص کسی صحبت میں نہیں بیٹھتا اور تنہا رہتا ہے وہ بہرحال اپنے حال
سے جاہل رہتا ہے اور خود بین مغرور و متکبر ہوتا ہے یہ ایک ایسی سچی بات ہے
کہ کسی طرح رد نہیں ہو سکتی ہے [illegible] کو صحیح طور سے سمجھتے ہیں انھوں نے کوئی بڑی ڈھنگ اپنے
نہیں کمائی اور جو غلط سمجھے ہیں انھوں نے کبھی اچھے ڈھنگ نہیں دکھائے [illegible] آدمی
ایسے ہوتے ہیں [illegible] اپنی لیاقت کے تخمینہ کرنے کے لئے جھوٹ بہت [illegible]
ہو جاتے ہیں مگر [illegible] کا حساب نہیں کرتے ـ

جو شخص دنیا میں کچھ ہونا اور کوئی کام کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے ضرور ہے کہ وہ خالص اپنی ذات کا علم بمقدار مناسب حاصل کریں وہ اپنے ذاتی یقینیات کے لئے یہ ضرور ہے جیسا آدمی کو یہ جاننا ضرور ہی کہ میں کونسا کام کرسکتا ہوں ایسا ہی یہ جاننا ضرور ہے کہ میں کونسا کام نہیں کرسکتا ہوں کوئی شخص بغیر ان دونو باتوں کے جانے کے کوئی بڑا کام سرانجام نہیں دے سکتا اور نہ اطمینان قلب حاصل کرسکتا ہے جو شخص تجربہ کاری سے اپنے تئیں فائدہ پہنچانا چاہتا ہے وہ اوروں سے امداد طلب کرنے میں ننگ و عار نہیں کرسکتا ہے جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ میں بڑا عاقل ہوں اور اوروں سے سیکھنے کا محتاج نہیں ہوں تو وہ کسی کار عظیم کے کرنے میں یا کار نمایاں کے کرنے میں کامیاب نہیں ہوگا۔ ہمکو ہمیشہ اپنا دل و دماغ اوروں سے سیکھنے کے لئے کشادہ رکھنا چاہئے۔ اور جو لوگ کہ تجربہ و دانش میں ہم سے فوقیت رکھتے ہیں اُن سے سیکھنے میں شرمانا نہیں چاہئے۔

جو شخص تجربہ کاری سے دانشمند ہوتا ہے وہ ان چیزوں کے نیک و بد کے صحیح جانچنے میں کوشش کرتا ہی جو اسکے مشاہدہ میں آتی ہیں اور جن سے کہ اسکو روزانہ کام پڑتا ہے معمولی تجربہ کاری کی ترقی جو سمجھ کے ساتھ کی جاتی ہے اسکا نتیجہ ہی ہماری عقل معمولی ہوتی ہی اس کے حاصل کرنے میں ایسی بڑی لیاقت کی ضرورت نہیں ہے جیسی کہ صبر و صوابدید و ہوشمندی کے حاصل کرنے کے لئے سب سے زیادہ عاقل وہی آدمی دیکھنے میں آتے ہیں جو دنیا کے کاروبار میں تجربہ کار اور ہوشیار ہوتے ہیں وہ جن باتوں کو جانتے اور دیکھتے ہیں ان سے استدلال کرتے ہیں مگر ہی کی طرح وہ جالا نہیں تیار کرتے کہ باتوں میں چنیں و چناں کیا کریں کہ یوں ہونی چاہئے۔

انسان کی ساری زندگی تجربہ کاری کا مدرسہ عظیم ہی جسمیں عورت و مرد دونو

درس پالتے ہیں مدرسہ میں یہ ضرور ہوتا ہے کہ بہت سی سبق جو ہم پڑھتے ہیں وہ سمجھ میں نہیں آتے — اور اُن کو استاد کے اعتماد پر مان لیتے ہیں ایسی ہی اس مدرسہ میں بہت سے سبق ہم سمجھ نہیں سکتے بلکہ ان کا سیکھنا ہی اپنے لئے دشوار جانتے ہیں۔ خصوصاً جب کہ اُن کے سکھانیوالے امتحانات و تکلیفات و ترغیبات و مشکلات ہوں پس ان کو فقط ہم مان ہی نہ لیں بلکہ یہ جان لیں کہ وہ خدا کی طرف سے ہمارے لئے مقرر ہیں اس مدرسہ زندگی میں شاگرد اپنے تجربوں سے بڑے بڑے فوائد حاصل کرتے سیکھتے ہیں اپنے سیکھنے کے مواقع سے بہت منفعت اٹھاتے ہیں دل و دماغ کی تربیت و تادیب کرتے ہیں اپنے نفس کے مغلوب کرنے پر دلیری کرتے ہیں اور اپنی دانائی کو بڑھاتے ہیں ثروت و امارت میں بھی اعتدال اور عدالت کو ہاتھ سے نہیں دیتے اور راستی کو قائم رکھتے ہیں یا فقط اپنی زندگی کو خود غرضی کی ضیافت بنا کے اوروں کا کچھ بھی لحاظ نہیں کرتے۔ امتحانوں اور مصائب سے وہ بہت کچھ عبرت پکڑتے ہیں اور صبر اور خدا پر توکل کرتے ہیں یا کچھ سوائے بے صبری و طمع و حرص و عناد و فساد کے کچھ نہیں سیکھتے تجربے کے نتائج کا حاصل کرنا جینے پر منحصر ہے اور جینا وقت سے متعلق ہے۔ تجربہ کار روز گار جانتا ہے کہ وقت میری کب مدد کرے گا۔ ایک عاقل کا قول ہے کہ وقت اور مَیں اکیلے ہر کسی دو کے سامنے ہو سکتے ہیں وقت کو مشاطہ یعنی خوبصورت بنانے والا اور شریر کہتے ہیں مگر وہ معلم بھی ہے وہ تجربے کی خوراک اور دانائی کی سرزمین بھی ہے۔ نوجوان کا دوست بھی ہوتا ہے اور دشمن بھی۔ بوڑھے کی اگر زندگی گذشتہ نیک ہے اور اپنے وقت کو اچھی طرح صرف کیا ہے تو وقت اُس کا انیس غمخوار اور دل کا آرام دینے والا ہے اور اگر اُس کی زندگی گذشتہ اچھی نہیں ہے اور وقت کو وہ بری طرح کام میں لایا ہے تو وقت اُس کو آزار اور گزند پہنچانے والا ہے۔

نوجوانی کے گھوڑے کو وقت ہی نکالتا سدھاتا ہے ہم کو نوجوانی میں دنیا کے اندر کیسی کیسی چیزیں بد

چنیریں لذیذ معلوم ہوتی ہیں اور کیا کیا عیش و نشاط دکھائی دیتی ہیں مگر جب عمر کے برس گزرتے ہیں تو ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا دونو رنج و خوشی کا مقام ہے اور جب عمر بڑھتی ہی تو پھر عقبات تاریک رنج ومحن و مصائب و مشکلات کے شدائد بارو ناکامی کے نظر آتے ہیں خوشا نصیب انکے جو ان عقبات کے امتحانوں سے خوشی خوشی مقابلہ کرتے ہیں اور اپنے دل و دماغ کے استقلال کے سبب ان سے باہر نکل جاتے ہیں ور سر پر بار مصائب کیسا ہی آن کر پڑے اُس سے خمیدہ قامت نہیں ہوتے ہیں۔

نوعمری میں تھوڑی سی سرگرمی اور گرم جوشی بڑی عمر میں بہت کام آتی ہے اور مستعد قوت محرکہ کا کام وہ دیتی ہے جب یہ سرگرمی تجربہ کے ماتحت اور زیر تعلیم ہو جاتی ہے تو وقت اس کو بتدریج سرد کر دیتا ہے یہ سرگرمی خصلت کی ہونہار ہونے اور صحیح درست ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

جہانتک ہو سکے اس کو مستقیم رہنے دو اور کبھی اس کو دباؤ نہیں اور اُسپر ناک بھوں چڑھاؤ نہیں وہ طبیعت کے خود غرض نہ ہونے کی ایسی علامت ہی جیسی کہ خود فروش تنگدلی اور خود غرضی کی نشانی ہے خود ستائی اور اپنے تئیں کافی سمجھنے سے زندگی کا آغاز ہونا خصلت کے حق میں زہر قاتل ہی۔ یہ زندگی کی حالت اُس سال کی مثال ہے جس میں موسم بہار نہ آئے جبتک درستی کے ساتھ بیج نہ بوئے جائیں نہ پھول آئینگے نہ پھل لگینگے نوجوانی بہار عمر ہے اگر اس میں سرگرمی خاصی طرح نہ کی جائیگی تو کوشش کم کی جائیگی اور کام بہت ہی کم ہوگا۔ سرگرمی کاروائی کی بڑی مدد کرتی ہی اسی سے اپنے اوپر بھروسہ ہوتا ہی اور ڈھارس بندھتی ہے اور اس کے سبب ادائے فرائض اور کاروائی کے خشک و بیہودہ تفصیل سے خوش مزاجی و خوش دلی کے ساتھ نجات ہوتی ہی۔ آدمی کچھ فرضی صورتیں بناتا ہی اور فرضی نتیجے نکالتا ہے کہ اگر میں یہ کروں گا تو یہ ہوگا اور جب یہ ہوگا تو میں یہ کروں گا۔ دوسرے وہ اصل حقیقی کام کیا کرتا ہی پس یہ حقیقی اور فرضی

باتیں دونوں اپنی اندازہ مناسب کے ساتھ ملتی ہیں تو انسان کی زندگی بڑے لطف کے ساتھ بسر ہوتی ہی۔ حقیقی باتیں ایک راہ مستقیم ناہموار پر چلاتی ہیں کہ جس سے وہ نتیجہ حاصل ہو جو جاننے اور عمل میں لانے کے لائق ہے اور فرضی باتیں رستہ کی خوبصورتیوں کو دکھا دکھا کر بھلاتی ہیں جیسے ایک یقین کامل قابل عمل پیدا ہوتا ہے کہ اس تاریک جسمانی ہستی میں ایک خوشی ہے جس میں کسی بیگانہ کا واسطہ نہیں اور ایک روشنی ہے جو چمکتے دن کی روشنی کی برابر ہو جائیگی۔

مہمات عظیم میں کامیابی کی لیاقت پیدا ہونے کے لئے سرگرمی زور کی بڑی ضرورت پڑتی ہی۔ اس کے بغیر تمام موانع اور عوائق و مزاحم جنکا مقابلہ ہر طرف کرنا پڑتا ہے آدمی کا ناک میں دم کر کے مغلوب کر لیتے ہیں مگر سرگرمی وہ دلیری اور استقلال پیدا کرتی ہے کہ آدمی اپنے تئیں سمجھنے لگتا ہے کہ میں ایسا مضبوط ہوں کہ ہر خوف کا مقابلہ اور ہر مشکل کا سامنا کر سکتا ہوں شجاع جوانمرد کام سے منہ نہیں موڑتے جبتک اسمیں کامیاب نہیں ہوتے وہ باربار اسے کئی جاتے ہیں اور کبھی شکستہ خاطر نہیں ہوتے وہ جانتے ہیں کہ درخت اول ہی دفعہ کی ضرب سے نہیں گر پڑتا اس پر برابر بار بار ضربیں لگتی ہیں اور محنت اس پر کی جاتی ہی تو وہ اکھڑتا ہی۔ آدمی کی کامیابی کو جو وہ حاصل کرتا ہی دیکھتے ہیں مگر جس محنت مشقت و آفت و غضب اٹھانے سے حاصل ہوتی ہی اسے نہیں دیکھتے۔ ایک بڑا سپہ سالار تھا اس کے گھر میں ایک دوست آیا اور اس کی حشمت و دولت کو دیکھ کر اس کو خوش اقبالی اور ثروت کی مبارکباد دینے لگا۔ اس سپہ سالار نے کہا کہ تمہاری مبارکبادی کی طرز ایسی ہی کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم مجھ پر حسد کرتے ہو تم میری ساری دولت و حشمت کو بہت آسان سودا کر کے لے سکتے ہو۔ صحن خانہ میں چلو اور میں تم پر بیس قدم سے تیس دفعہ گولیاں ماروں گا۔ اگر تم مارے نہ گئے تو میں تمھارا ہوں اور میری یہ ساری دولت و حشمت تمھاری ہی۔ تم

یقین کرو کہ مجھہ پر ہزار دفعہ گولیاں چلیں اور بہت قریب سے چلیں جب مجھے
دولت و حشمت نصیب ہوئی ہی بڑے بڑے عالی مرتبہ آدمیوں کو اول صعوبت کی
شاگردانہ خدمت کرنی پڑتی ہی۔ یہ شاگردی خصلت کی اتالیق اور محرک ہے
وہ سوتے ہوئے کاموں کے جگا دینے کے لئے کام کرنے کی قوا کو تحریک کرتی
ہی جیسے کہ بعض اوقات گرہنوں سے دُم دار ستارے نمودار ہو جاتے ہیں
ایسی ہی بعض دفعہ صعوبت کے پڑنے سے شجاع جوانمردوں کے جوہر کھلجاتے
ہیں لوہے میں سے آگ چقماق کے لگانے سے جیسے نکلتی ہے ایسے ہی ذہن پر
صعوبت کے صدمہ پہنچنے سے خدائی اخگر نمایاں ہوتی ہیں ایسی طبیعتیں بھی ہوتی
ہیں کہ صعوبت میں شگفتہ و پختہ ہوتی ہیں اور آسائش و آرام کی ہوا لگنے سے پژمردہ
اور مردہ ہو جاتی ہیں۔

آدمیوں کے واسطے یہی بہتر ہے کہ کام ان کو بیدار کرتے رہیں اور صعوبات کی
مشکلات انکو اپنے برتے پر بھروسہ کرنے سے سخت مضبوط بنائیں بہ نسبت اس کے
کہ وہ بے فائدہ کاہلی اور لاحاصل مردہ دلی کی نیند میں اپنی عمر گنوایا کریں محنت
مشقت اٹھانی فتحیابی کی شرط ہی اگر مشکلات پیش نہ آیا کریں تو سخت کوششوں کی کیا
ضرورت ہوتی اگر تحریصیں اور ترغیبیں ہوتیں تو نفس کے مغلوب کرنے کی کیا حاجت
ہوتی۔ اگر یہ نہوتا تو پھر نیکی کی خوبی بہت کم ہو جاتی۔ اگر صعوبت اور امتحان
نہ ہوتے تو صبر و توکل کی تعلیم معدوم ہوتی۔ غرض یہ صعوبات و آفات و مشکلات
نیکی کے سرچشمے ہیں کچھ برائیاں و شامتیں نہیں ہیں اسی دلیل کے موافق مفلسی کی سختیاں
اٹھا کر فتحیاب ہونا آدمی کے حق میں اکثر فائدہ مند ہوتا ہے جو شخص لڑائی لڑا ہی گویہ
لڑائی صرف افلاس اور سخت جفاکشی سے ہو وہ زیادہ طاقت ور اور چست و چالاک
بہ نسبت اُس شخص کے ہوتا ہی جو لڑائی بن گیا ہو اور غلہ کے چھکڑوں کے درمیان چھپا

بیٹھا ہوا آرام کر رہا ہو طالب علمان فارغ التحصیل کو علمی غذا سے محروم رہنے کی برداشت اتنی نہیں ہوتی جتنی کہ افلاس کی ایک عالم کہتا ہی کہ دولت میری دل کو گران معلوم ہوتی ہی میں مفلسی کے سوا اور کسی چیز کو نہیں پسند کرتا۔ بس ہمیشہ اس لئے خیر مقدم کہتا ہوں کہ وہ میرے پاس آنے میں دیر نہ لگائے۔ افلاس کے سبب سے بعض آدمی صاحب ہنر اور اہل علم ہو لیتے ہیں بعض شاعر اور مصنف ایسے گذرے ہیں کہ جن کی مفلسی نے دنیا کو دولت مند بنایا ہے یعنے ان کی دولت تصنیفات سے خلق مالا مال فقط اس سبب سے ہوئی کہ اگر ان پاس دولت ہوتی تو پھر تصنیفات نہ ہوتی -

ثروت نہیں بلکہ صعوبت و عسرت۔ دولت نہیں بلکہ مفلسی تنگ دستی اُن طبیعتوں کی محرک استقلال کے لئے ہوتی ہیں کہ جو ضبطی اور صحیح ہوں وہ انکی مستعدی کو بیدار کرتی ہیں اور ان کی خصلت کو شگفتہ کرتی ہیں بعض آدمیوں کے سامنے جب کوئی سخت مصیبت و مشکل پیش آتی ہو تو اس وقت وہ اپنی خصلت و ذہانت کا زور دکھاتے ہیں اور اس مشکل کا سہل کرنا ان کی آیندہ ترقی کا زیادہ محرک ہوتا ہی -

یہ خیال کرنا بڑی غلطی ہو کہ کامیابی سے آدمی کامراں ہوتے ہیں بلکہ اکثر وہ ناکامیوں کے سبب سے کامراں ہوتے ہیں معاملات دنیا کی برتاؤ کی ناکامیوں کی یادوں سے آدمیوں کے تجربہ زیادہ مرتب ہوتے ہیں یہی ناکامیاں عقلمندوں میں عمدہ انتظاموں اچھے منصوبوں و تدبیروں و نفس کشیوں کی محرک ہوتی ہیں اور آیندہ کی ناکامیوں سے بچاتی ہیں کسی سفیر سے پوچھو تو وہ بتلائیگا کہ مجھی فن سفارت میں مہارت بہ نسبت ناکامیوں کے زیادہ تر جوڑ توڑ و شکستوں و ضدوں و غل و فریبوں سے ہوئی ہی - یہ باتیں تجربتاً تعلم و تادیب کرتی ہیں اور بتلاتی ہیں کیا کرنا چاہیئے اور کیا نہ کرنا چاہئے جس کی ضرورت سب سے زیادہ سفارت میں پڑتی ہی بہت سے آدمی اپنے دل میں ٹھان لیتی ہیں کہ اپنی محرومی مقاصد کا مقابلہ جب تک

کیے جائیں گے کہ کامیاب ہونگے۔ ان کا ناکام رہنا ان کی مستعدی کو بیدار کرتا ہے اور نئی کوششوں پر آمادہ کرتا ہے۔ بعض اوقات ناکام رہنے سے آدمی اپنے مقصد کو بدل ڈالتا ہے اور جانتا ہے کہ جو کام میں نے اختیار کیا تھا اُس کی لیاقت مجھ میں نہیں ہے جیسے بعض طلبہ امتحانوں میں ناکام رہنے سے اپنے ارادوں کو بدل ڈالتے ہیں وکالت کا ارادہ تھا۔ مگر امتحان میں ناکام رہنے نے بتلایا کہ قانون دانی کی لیاقت انکے ذہن میں نہیں ہے۔ اس طرح کاموں کے بدلنے سے کوئی نہ کوئی کام اُن کو ایسا ملجاتا ہے جس کے وہ لائق ہوتے ہیں۔

زمانہ بڑا منتقم ہے ستمگاروں اور ستم رسیدوں کے درجوں کو بدل دیتا ہے ستم رسیدہ کو بزرگ بنا دیتا ہے اور ستمگار کو بدنام کردیتا ہے جب کوئی ستمگار کسی نامور جلیل القدر پر ستم کرتا ہے تو اس ستم کے سبب سے اُس کا نام بھی یادگار روزگار رہتا ہے اگر یزید حضرت امام حسین علیہ السلام پر ستم نہ کرتا تو کوئی اُس کا نام بھی یاد نہیں رکھتا اس امام کی بدولت اس کا نام بھی دُنیا میں مشہور ہوگیا علوم وفنون وعلم وحکمت کے شہیدوں نے بڑے بڑے کام اپنی سخت مصیبت وقید کی حالتوں میں کئے ہیں بڑی بڑی کتابیں تصنیف کی ہیں جو ابتک ساری دُنیا کو فائدہ پہنچاتی ہیں۔

اکثر عالم خلوت گزیں اس سبب سے ہوئے کہ وہ بڑی لیاقت اور قابلیت کی کتابیں تحریر کریں خلوت نشینی رُوحانی کمالات کے لئے جذبات انسانی کی بڑی مربی ہے۔ اسمیں روح اپنے سے آپ خوب گفتگو کرتی ہے اور اپنی مستعدی کو شدید کرتی ہے۔ خلوت نشینی کا فائدہ مند ہونا یا نہ ہونا آدمی کی طبیعت وتربیت وخصلت پر موقوف ہے جو عالی طبع ہیں خلوت ان کی پاک دل کو اور زیادہ پاک کردیتی ہے اور جو دنی الطبع ہیں اُن کی سخت طبیعت کو اور زیادہ سخت وہ کردیتی ہے۔

غرض خلوت اعلی روحوں کو پالتی ہی اور ادنے روحوں کو ستاتی ہی۔ اسی خلوت کے سبب سے بعض اکابر علماؤ فضلاء و حکمائے قید خانہ میں بڑی بڑی کتابیں تصنیف کیں ان سے قید خانہ نے وہی کام کرایا جو خلوت خانہ ان سے کراتا۔

غرض اس قسم کے آدمی جو قانونی سزا پانے سے قید خانہ میں کچھ مدت کے لئے بظاہر ناکام معلوم ہوتے ہیں مگر درحقیقت وہ ناکام نہیں رہتے۔ بہت سے آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ وہ بالکل ناکام معلوم ہوتے ہیں مگر ان کا اثر بنی آدم پر وہ زبردست و مستقل ہوتا ہے کہ ایسا نہیں ہوتا جو ہمیشہ اپنے عہد میں متواتر کامیاب ہوتے ہیں آدمی کی فضیلت کا مدار اس پر نہیں ہی کہ اس کی کوششوں میں معا ناکامی یا کامیابی ہو جایا کرے اگر کوئی شخص سچ کے لئے جان دیدے جس سے اس سچ میں تازہ روشنی آجائے تو اس شہید کو ناکام کہنا نہیں چاہیئے۔ وہ کامیاب ہی ہوتا ہے۔ وہ محب قوم جو اپنے کام کے لئے جان قربان کرتا ہے وہ فتحیابی کے لئے جلدی کرتا ہی۔ جنگ عظیم میں جو سپاہی پیش قدمی کرتے ہیں جانوں کو کھو دیتے ہیں وہ رستہ اپنے پیچھے آنیوالوں کے لئے کھولتے ہیں جو ان کے مردہ جسموں پر قدم رکھتے ہوئے جاتے ہیں اور فتح حاصل کرتے ہیں سچے معاملات میں فتحیابی دیر کر ہوتی ہے مگر جب ہوتی ہی تو ان کے سبب سے جنھوں نے اول سعی کی اور جنھوں نے مابعد کوشش کی۔

نیک موت کی مثال وہی اوروں کے دل میں القا کرتی ہی۔ جو نیک حیات کی مثال جو برگزیدہ بزرگ کام عظیم کرتا ہی وہ کرنیوالے کی ساتھ نہیں مرتا بلکہ زندہ رہتا ہی اور اپنے ہی جیسے کام ان لوگوں سے کراتا ہی جو کام کرنے والے کے بعد زندہ رہتے ہیں اور اس کو یاد رکھنا چاہتے ہیں بعض وہ بزرگ منش گذرے ہیں کہ اُن کی نسبت یہ کہنا چاہیئے کہ جبتک ان کی وفات نہیں ہوئی

ان کی حیات ہی نہیں شروع ہوئی۔ گو جن بزرگوں کے مذہب علوم و فنون حق جوئی کے سبب سخت مصائب اٹھائیں ان کی یاد نہایت ادب و تعظیم کے ساتھ خلق کرتی ہی گو وہ مرگئے مگر جن امور کو وہ تحقیق کر گئے ہیں وہ زندہ ہیں بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود ناکام رہے مگر آخر کو وہ کامیاب ہو گئے۔ قید خانوں نے اُن کو قید میں رکھا۔ مگر انکے خیالات کو قید خانہ کی دیوار میں مقید نہ کرسکیں وہ انہیں توڑ کر باہر گئے اور انھوں نے انکا خوب مقابلہ کیا جنھوں نے ان صاحب کمالوں پر ظلم و ستم کیا تھا۔ ایک شاعر کہتا ہی کہ نہ پتھروں کی دیواریں نہ لوہے کی سلاخیں معصوم اور مطمئن دلوں کے لئے قید خانہ بنا سکتی ہیں وہ تو اس کو اپنا گوشۂ خلوت سمجھتے ہیں۔

ایک شاعر کا قول ہے کہ جو صعوبت اٹھاتا ہی وہ بہتر کام کرسکتا ہی۔ ان جلیل القدر بزرگوں نے جنکے دلوں میں ادائے فرض کا خیال تھا۔ بڑے بڑے کام نہایت آفتوں اور جفاکشیوں اور مشکلوں اور امتحانوں میں کئے ہیں انھوں نے پانی کے چڑھاؤ کا سامنا کیا اور ہاتھ پاؤں مار کے کنارہ پر پہنچے۔ جہاں اُن کا دم اکھڑ گیا اور ریت پر قدم رکھتے ہی جان ہوا ہو گئی۔ انھوں نے اپنا فرض ادا کیا اور برضا و رغبت مرگئے۔ مگر ایسے بزرگوں پر موت کا بس کیا چلتا ہے ان کی یاد اور نام کے چرچے کارے ہمارے مقدس و متبرک ملائم بنانے کے لئے جیتے رہے۔

ایک حکیم کا قول ہی کہ انسان کی ساری زندگی رنج و محن ہے۔ خدا کے سوا کوئی ہمارا حساب نہیں لے سکتا۔ نہ مُردوں پر نہ ان کی ناکامیوں پر نہ ان کی مصیبت اٹھانے پر لعن طعن کرنی چاہئیے بلکہ جو کام وہ کر گئے ہیں اُن پر پسماندہ زندوں کو توجہ کرنی چاہئیے۔ چین و آرام سے انھوں کا امتحان اور ان کی خوبیوں کا اظہار ایسا نہیں ہو سکتا جیسا کہ جفاکشیوں اور امتحانوں سے۔ خصلت کے لئے مصیبت سنگ پارس ہی جیسے بعض نباتات ہوتے ہیں کہ ان کے کچلنے پیسنے سے ان کی خوشبوئیں نکلتی و پھیلتی ہیں ایسی بعض طبیعتیں ہوتی

[illegible] ہی ہوتا ہی اور ان ناکامیاں [illegible] جو جب ہی ظاہر ہوتے ہیں کہ مصیبت و تکلیف [illegible]
ان پر آن کر پڑتی ہیں امتحان نیکیوں پر سے پردہ اٹھاتے ہیں اور مخفی خوبیوں کا اظہار
کرتے ہیں آدمی جو بظاہر ناکارہ سے مصرف و معطل سے [illegible] معلوم ہوتے تھے مصیبتوں اور حوادث کے
پڑ جانے پر وہ اپنی خصلتوں کی قوت دکھاتے ہیں جس کا گمان بھی ان کی نسبت نہیں ہو سکتا تھا
ان حالات میں ان کی نزاکت و خود پسندی [illegible] ہو جاتی ہے
دنیا میں کوئی [illegible] نعمت ایسی نہیں [illegible] بدل [illegible] ایسی ہی کوئی مشکل
وقت نہیں [illegible] وسعادت سے نہ بدل [illegible] اس پر موقوف ہی کہ ہم ان سے نفع و
نقصان کسی [illegible] اٹھاتے ہیں دنیا میں [illegible] کا حاصل ہونا محال ہے اگر حاصل بھی ہو سکتی
تو بے انتہا ساری [illegible] کی تو یہ کیفیت ہی خالی ہی مشکلات اور ناکامی
[illegible] میں اثر [illegible] آدمی کے اخلاق کو بگاڑ دیتی ہو اور وہ چال چلن
پیدا کر دیتی [illegible] انجام [illegible] پیدا ہوتا ہی اور اس کے ساتھ غیبت انتقام حسد بھی پیدا
ہوتے ہیں۔

ناکامی مزاج کی [illegible] کرتی ہی طبیعت کو تقویت دیتی ہی رنج بھی کسی مخفی طور سے خوشی سے
توام رہتا ہی اور ملامت سے پیوند رکھتا ہے ایک عابد کہتا ہی کہ اگر شریعت میں یہ امر جائز ہوتا تو
میں یہ دعا مانگا کرتا کہ ای خدا تو میرے پاس بہت سی تکالیف کو بھیج دے کہ انہی سے بہت راحت
ملتی ہی ایک بیچاری عربی عورت نہایت دکھ درد رنج میں مبتلا تھی اس حالت میں وہ اچھی [illegible]
دیکھنے والوں [illegible] تھی وہ یہ کہتی تھی کہ جب ہم خالق کے منہ کی طرف دیکھتے ہیں ان کے ہاتھ کو
نہیں دیکھتے خدا تعالیٰ نے انسان کے لئے دو تو خوشی و رنج یکساں مقرر کئے ہیں رنج اپنا اثر خصلت
کی تادیب کرتا ہی طبیعت میں ہمت و جلادت پیدا کرتا ہی صبر و توکل سکھاتا ہی خیالات
عمیق و وسیع پیدا کرتا ہی

اور مصیبتوں کی تادیب الحکمت کا وسیلہ مصائب کا سہارا ہی اگر چہ ان لیکن انسان کی ہستی کا

تاں خوشدلی ہی تو یہ ماننا ضرور پڑیگا کہ رنج اسکی ایک ضروری شرط ہی کہ جس سے وہ خوشدلی
حاصل ہوتی ہی۔ رنج بالکل تکالیف سی بھرا ہوا نہیں ہوتا بلکہ اس کے ایک طرف مصیبت ہوتی ہے تو
دوسری طرف راحت ہوتی ہی۔ رنج جیسا کہ دردوں سی بھرا ہوتا ہی ایسا ہی علاجوں سے۔
مصیبت کو اگر ایک طرف سی دیکھو تو وہ کم بختی معلوم ہوتی ہی دوسری طرف سی دیکھو تو وہ تادیب
تنبیہ ہوتی ہی۔ بہت سی آدمیونکی طبیعتوں کا بہتر حصہ ہمیشہ گہری نیند میں سویا رہتا۔ اگر اُن پر
مصیبت نہ آتی۔ یہ کہنا درست ہی کہ بعض آدمیونکی کامیابی کی شرائط ضرور یہ رنج کتنی مصیبت
زدگی تھیں جو انکی اعلیٰ درجہ کی ذہانت کے انکشاف کی محرک ہوئیں اشعار میں غلطی سی دیونکو
آفت زدہ کہتی ہیں وہ جو کچھ آفتوں میں اٹھانے سی سیکھتے ہیں گیتوں میں سکھاتے ہیں +
دنیا میں بعض آدمی ایسے گذرے ہیں کہ جب ان پر مصیبت پر مصیبت آن کے پڑی تو انھوں نے
خلوت گزینی اختیار کی جسمیں انکی طبیعت نے اپنے کمالات کے وہ جوہر دکھائی جو حالت عیش
نشاط میں ہرگز نہ دکھاتے۔ عورتوں نے دو مہینے نہایت قلق و رنج کی حالتوں میں کارہائے عظیم کیے ہیں
کبھی اپنے ادائے فرض کے خیال سی جس سی غم کم ہوگیا اور کبھی فقط اپنی غم زدائی کے
لحاظ سے۔ غرض خوشی کی کوئی ایسی لڑی نہیں جسمیں غم کا رشتہ نہ پرویا ہوا ہو۔ رنج و غم
ہمیشہ بنائے مسرت رہتی ہی۔ ایک ایرانی ولی اللہ فرماتے ہیں کہ تاریکی سی خوف نہ کرو اسمیں آب حیات کا
چشمہ چھپا ہوا ہے۔ تجربہ کرنا تلخ و ناگوار معلوم ہوتا ہی مگر وہ گوارا اور شیریں اس سبب سے ہو جاتا ہے
کہ ہم اس سے کچھ سیکھتے ہیں کہ مصیبت سہنے سے آدمی مضبوط ہوتا ہی۔ خصلت کی اعلیٰ صورتونکی
تادیب امتحانوں سی ہوتی ہی اور تحمل مصیبت سہنے سے جو حد سے زیادہ حزن و ملال ہیں ان
سے بھی صابر و صاحب فکر دانائی کی دولت ایسی جمع کرتے ہیں کہ خوشی سے ایسی نہیں کر سکتے
حادثات اور آفات زمانہ ہی تو نیکی کا مدرسہ ہیں وہی ہم میں اعتدال شامل کرتا ہی۔ وہی ہمارے تند مزاجوں
میں عدالت کو داخل کرتا ہی۔ وہی ہمارے چھچھورے پن اور سفلگی کی اصلاح کرتا ہی۔ گناہ گاری کے بھروسوں کو
توڑتا ہی۔ خدا تعالیٰ رحم اور حکمت کاملہ کے ساتھ دنیا پر حکومت کرتا ہی وہ جو یہ رنج و ملال

[illegible] فلسفہ کا منشا یہی سمجھا ہے اور بعض انگریزی دانوں اور دانشمندوں [illegible] کا
یہ مقصد ہوتا ہے کہ وہ راحت کی تعلیم کا [illegible] اور عقل کی پرورش [illegible] اور دانائی کی
ورزش اور جسم کا امتحان اور شان و شوکت تاج [illegible] کے لئے قسمت آزمائی ۔
کوئی آدمی [illegible] بد نصیب یا کم بخت نہیں جس پر [illegible] جیسا آدمی کا
امتحان ہی نہیں ہو سکتا کہ وہ اچھا ہے [illegible] انشاء اللہ تعالی [illegible]
خوبی فطری ہوں بلکہ وہ نیکیاں کی کوششیں [illegible] جو اچھا ہو سامان اپنے لئے تیار کرتی ہے
کامیابی اور ثروت و امارت خود [illegible] عطا کردی [illegible]
ہوگا کہ وہ آدمی [illegible] خوشی کا بہت [illegible]
نہیں خلیفہ عبد الرحمن جس نے پچاس برس سلطنت [illegible] سلطنت کا مزا [illegible]
[illegible] کہ مجھے عمر بھر میں صرف چودہ روز [illegible] خوشی کا حاصل ہوئے ۔
کیا اب بھی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ شخص خوش دلی کے [illegible] ہونا دشوار ہی دھوکا ہے ۔
جس زندگی میں بالکل دھوپ بغیر سایہ کے اور خوشی بغیر ملال کے اور عیش و نشاط بغیر
رنج و تکلف کے ہو [illegible] زندگی انسانی مطلق نہیں ہے [illegible] اور خوش دل آدمیوں کے گروہ
کو لوگوں کی زندگی ایک [illegible] ہوا [illegible] ہوتا ہے [illegible] کی خوشی اور رنج سے مرکب
ہوتی ہے شادی و غم ایک [illegible] سمجھتے ہیں اور ان کو [illegible] میں بتاتے ہیں ایک حکیم
بڑی فصاحت و شدومد سے بیان کرتا ہے [illegible] خوش دلی کی شرائط ضروریہ میں سے
موت بھی ایک شرط ہے ۔ مگر جب [illegible] دل [illegible] سخت [illegible]
سارا فلسفہ بالائی طاق دھرا رہتا ہے آنکھیں [illegible] سے [illegible] میں [illegible]
نہیں دیکھ سکتے مگر پھر وہ ان آنکھوں سے زیادہ صاف و روشن دیکھتے [illegible]
دانشمند اپنی زندگی سے [illegible] توقعیں نہیں رکھتا جب وہ [illegible]
کی تدابیر کا تصفیہ کرتا ہے تو وہ [illegible] کے لئے بھی آمادہ [illegible]

بھی کشادہ رکھتا ہے اور صبر و تحمل سے مصیبتوں کو بھی سہتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ شکایت کرنے اور رو پیٹنے سے کچھ نہیں حاصل ہوتا بلکہ خوش مزاجی و خندہ پیشانی کے ساتھ متواتر درست کام کرنے سے فائدہ ہوتا ہے۔ دانشمند اپنے آس پاس کے آدمیوں سے بھی زیادہ توقع نہیں رکھتا وہ اوروں کے ساتھ صلح اور امن سے رہتا ہے اور درگذر و تحمل کرتا ہے اوروں کی خطاؤں سے چشم پوشی کر کے ان پر شفقت و رحمت کرتا ہے دنیا میں کوئی کامل نہیں ہوتا۔ کوئی آدمی ایسا نہیں ہوتا کہ جسکے گوشت میں کوئی کانٹا نہ چبھا ہو کوئی آدمی ایسا نہیں ہوتا جسکو یہ احتیاج نہ ہو کہ آدمی اسکے ساتھ تحمل اور عفو نہ کریں۔ مسالمت سے پیش آئیں ✤

ہماری زندگی ایسی ہی ہوتی ہے جیسا ہم اسکو بناتے ہیں ہر دل اپنے ہی تئیں ایک چھوٹی سی دنیا بنا لیتا ہے خوش دلوں کو دنیا خوش اور بد دلوں کو ناخوش معلوم ہوتی ہے دل ایک سلطنت ہے جسکا تعلق رعیت اور بادشاہ دونوں سے یکساں ہے اپنے دل میں ایک شخص بادشاہ بن سکتا ہے دوسرا شخص غلام ہماری زندگی کا بڑا حصہ ہمارے اپنے آپ ہی کا آئینہ ہوتا ہے ہمارا دل تمام ولولوں تمام خیالوں کو ادنے و اعلے مقرر کر سکتا ہے دنیا نیک آدمیوں کو نیک معلوم ہوتی ہے اور بد آدمیوں کو بد اگر ہم دنیا کو خیال کریں ایسی جگہ ہے کہ جسمیں فائدہ مند سعیاں کی جاتی ہیں اعلی درجے کی زندگی بسر ہوتی ہے اعلی درجے کے خیال کئے جاتے ہیں اور دوسروں کے ساتھ اور اپنے ساتھ بھلائی کی جاتی ہے تو وہ ہمکو مبارک خوشیوں سے معمور اور امید سے بھرپور معلوم ہوتی ہے اور اگر اسکے برخلاف ہم خیال کریں وہ ایسی جگہ ہے جسمیں ہم اپنی ہی نفس کی رضا جوئی کی تلاش میں رہتے ہیں اور عیش و طرب کے بندے بنے ہیں اور اپنی برتری و جاہ طلبی کے درپے ہوتے ہیں تو وہ بالکل حزن و ملال اور تردد و مایوسی سے پر معلوم ہوتی ہے ہماری زندگی میں بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ ہم انکو اپنی اس حالت میں ہرگز نہیں سمجھ سکتے۔ بہت سے اسرار ہیں جنکو ہم اسطرح دیکھتے ہیں جیسے تاریک آئینہ میں گو ہم ان امتحانوں کی تادیب سے پورے نہ سمجھیں جو سب سے اعلی اغراض کیلئے کئے جاتے ہیں مگر ہمکو مدبر عالم کی تدابیر و ارادے کے کمال پر اعتقاد رکھنا چاہیئے جنمیں سے کہ ہماری زندگیاں بھی ایک چھوٹا سا جزو ہیں ہم میں سے ہر ایک کو بہر حال اپنا فرض ادا کرنا چاہیے کیونکہ ادائے فرض ہی سچ ہے اسکے پورا کرنے میں سچا عمل ہے اعلی درجہ کی زندگی کا مقصد و مآل یہ ادائے فرض ہی ہے۔ اسکے پورا کرنے میں سچی خوشی ہے اسی میں بہت ہی کم ناامیدی اور مایوسی ہوتی ہے پس ہم اپنی ضرورت و محنت و محبت فرض کے سب کام تمام کر کے اپنا خاتمہ بالخیر کریں جیسے ریشم کا کیڑا اپنے کوئے کو پورا تن کر رشتہ حیات منقطع کرتا ہے

تمام شد۔

باب پنجم

دلیری و ہمت

باب ششم

اپنے نفس کا مغلوب کرنا

باب ہفتم

فرض و راستی

باب ہشتم

مزاج

باب نہم

آداب و اطوار

باب دہم

کتابوں کی مصاحبت

باب یازدہم

تزوج و تاہل

باب دوازدہم

تجربہ